# افاداتِ شبلی



ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

# افاداتِ شبلی

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۶

**EFADAT-E-SHIBLI**

by

**Dr. Mohammad Ilyas Azmi**
azmi408@gmail.com
+919838573645

Year of Edition April. 2022
ISBN 978-93-93785-51-0
Page: 224........Rs. 350/-

| | | |
|---|---|---|
| کتاب | : | افادات شبلی |
| ناشر و مولف | : | ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی |
| بار اول | : | اپریل ۲۰۲۲ء |
| قیمت | : | ۳۵۰ روپئے |
| صفحات | : | ۲۲۴ |
| مطبع | : | روشان پرنٹرس، دہلی ۔۶ |

ملنے کا پتہ
مکتبہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱

**EDUCATIONAL PUBLISHING HOUSE**
**H.o. D1/16, Ansari Road, Darya Ganj, New Delhi-110002 (INDIA)**
**B.o. 3191,Vakil Street, Kucha Pandit, Lal Kuan, Delhi-6 (INDIA)**
**Ph: 45678203, 45678286, 23216162**
**E-mail: info@ephbooks.com,ephindia@gmail.com**
**website: www.ephbooks.com**

ooo

# انتساب

برادرگرامی

## حافظ محمد عمیر الصدیق ندوی

## کی نذر

بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو

## علامہ شبلیؒ

ادب اور مشرقی تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن
تو شبلی سا وحید عصر و یکتائے زمن دیکھیں
حآلی

# ترتیب



## مضامین



# تقریظ

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی
ڈین فیکلٹی دینیات و مدیر ماہنامہ تہذیب الاخلاق
علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

علامہ شبلی نعمانیؒ انیسویں اور بیسویں صدی کے ان علماء اور دانشوروں میں شامل تھے جن کو عبقری کہا جاتا ہے۔ ان کا تصنیفی و تدریسی کام اور علمی و تحقیقی دنیا میں ان کا مقام کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ ان کی تاریخ نگاری ہو یا فارسی اور اردو شاعری، تنقید نگاری ہو یا سوانح نگاری، سیرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی کتاب ہو یا تعلیم کی اشاعت پر ان کی نگارشات، اسلام کی دعوت ہو یا مستشرقین کی جامہ تلاشی، فلسفۂ اشراق ہو یا مطالعۂ ادیان، ہر جگہ ان کا تحقیقی ذہن اور گہر بار قلم ان کی عبقریت کی یاد دلاتا ہے۔ وہ مشرق و مغرب کی تہذیبی قدروں کے رمز شناس تھے اور ملت اسلامیہ ہند کی نشاۃ ثانیہ کے علمبردار۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ انہوں نے جس موضوع پر قلم اٹھایا اس کا پورا احاطہ کیا اور نئی نسل کے لیے علم و تحقیق کی ایک روشن شاہ راہ چھوڑی۔ بعد کے اردو مصنفین خواہ حلقۂ ادب سے تعلق رکھتے ہوں یا مذہبی اختصاص سے، علامہ شبلی ان کے لئے سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کی علمی و ادبی اور تعلیمی خدمات پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور آئندہ بھی لکھا جاتا رہے گا۔ بہت سے سمینار اور علمی اجلاس منعقد ہوئے اور ہوتے رہیں گے۔ یہ ان کا حق ہے۔ علامہ شبلی کے قدر دانوں اور رمز شناسوں میں ایک معتبر نام ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی کا ہے۔ وہ اپنی علمی و فنی نگارشات کی بدولت حلقۂ علم و ادب میں معروف ہیں اور شبلی شناسی میں مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ معاصر اہل قلم حضرات میں کسی نے علامہ شبلی نعمانی پر

اتنا وقیع اور متنوع کام نہیں کیا ہے جتنا کہ ڈاکٹر الیاس الاعظمی صاحب نے کیا ہے۔

انہوں نے علامہ شبلی نعمانی کی حیات وخدمات پر اکیس بائیس کتابیں رقم کی ہیں۔ اور وہ ماہر شبلیات کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ علامہ شبلی کی تحریروں یا ان پر لکھی گئی کتابوں اور مضامین ومنظومات کے ان گوشوں کو انہوں نے تلاش کیا ہے جو دوسروں کی نظر سے اوجھل تھیں۔ وہ نوادرات شبلی کی تلاش وتدوین کے لئے اپنا وقت اور سرمایہ صرف کرتے ہیں اور دلجمعی کے ساتھ علامہ شبلی کے مخفی گوشوں کو اجاگر کرتے ہیں۔ ان کی کتاب ''آثار شبلی''، ''نوادرات شبلی''، ''شبلی شناسی کے سو سال'' اور ''کتابیات شبلی'' علامہ شبلی کے علمی آثار اور نئی نسل پر ان کے اثرات کو سمجھنے کے لیے بہت معاون ہیں۔

انہوں نے شبلی سخنوروں کی نظر میں، شبلی خود نوشتوں میں اور علامہ شبلی کے نام اہل علم کے خطوط مرتب کر کے علمی حلقوں سے خراج تحسین حاصل کی ہے۔ گذشتہ دنوں ان کی کئی کتابیں نقوش شبلی، تصانیف شبلی کے تراجم اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں علامہ شبلی کا حصہ منظر عام پر آئی ہیں۔ ان میں نقوش شبلی اور بیان شبلی میں علامہ شبلی سے متعلق نادر و نایاب مضامین، تبصرے، نظمیں اور افادات شامل ہیں جو عام دسترس میں نہیں تھے۔ ڈاکٹر الیاس الاعظمی نے نہایت محنت اور عرق ریزی سے ان نوادرات کو تلاش کر کے اہل علم کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کے لئے وہ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ''افادات شبلی'' ان کی تازہ پیش کش ہے اور بلاشبہ بڑے قیمتی افادات شبلی پر مشتمل ہے۔ مطالعات شبلی میں اس سے یقینی طور پر مدد ملے گی۔ اللہ تعالی ڈاکٹر صاحب کے کام اور عمر میں برکت دے اور مرحلۂ شوق باقی رہے۔ وہ علامہ شبلی پر اپنے وسیع کام کی بدولت یہ کہنے کے حق دار ہیں ؎

حاصل عمر نثارِ رہ یارے کردم

شادم از زندگی خویش کے کارے کردم

۲۶ر جنوری ۲۰۲۱ء — پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

# دیباچہ

۲۰۱۷ء میں ''نوادرات شبلی'' کی اشاعت کے بعد بھی علامہ شبلی نعمانی کی تحریروں، تقریروں اور خطوط وخطبات کے دریافت ہونے کا سلسلہ ہنوز قائم ہے۔'' افادات شبلی'' انہی نوادر کا مجموعہ ہے۔اور علامہ شبلی کے دیگر مجموعہ ہائے مضامین ومقالات کی طرح اس میں بھی بڑا تنوع، جامعیت اور گونا گونی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ علامہ شبلی نعمانی سے متعلق نئے تحقیقی مضامین و مقالات اور مطالعات شبلی کے حوالہ سے نئی دریافتوں کا ایک خزانہ اس کتاب میں آگیا ہے۔علامہ شبلی کا یہ ادبی سرمایہ بوجوہ ابتک اہل علم بالخصوص محققین کی نگاہوں سے اوجھل رہا۔ مجھے خوشی ہے کہ رب کائنات نے ان جواہر پاروں کی تلاش وجستجو کی توفیق بخشی اور ان کے حصول واشاعت میں کامیابی عطا فرمائی۔

۱۸رنومبر۱۹۱۴ءیعنی علامہ شبلی نعمانی کی وفات کے بعد ان کے جانشین،ممتاز ادیب وانشا پرداز اور نامور سیرت نگار مولانا سید سلیمان ندوی[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے علامہ شبلی کی تحریروں کی جمع وتدوین اور ترتیب واشاعت کا کام بڑے پیمانہ پر انجام دیا۔وہی متاع شبلی ابتک محققین اور شبلی شناسوں کے پیش نظر رہی ہے۔تصانیف شبلی کے علاوہ مطالعہ شبلی کا اصل اور بنیادی ماخذ بھی وہی سرمایہ شبلی ہے۔

سید صاحب کے بعد تقریباً پون صدی بیت گئی مگر کسی اہل قلم نے علامہ شبلی کے ان بکھرے نقوش کی جانب توجہ نہیں کی۔حالانکہ اس دور میں اردو کے متعدد ارباب کمال مثلاً

غالب، اقبال، فیض، ابوالکلام آزاد، جوش، فانی وغیرہ کے نوادر کی جمع وتدوین اوراشاعت عمل میں آئی، تاہم علامہ شبلی کے جواہر پاروں کی تلاش وتدوین کسی صاحب قلم کا مرکز نگاہ نہ بن سکی۔

۲۰۱۷ء میں ''نوادرات شبلی'' شائع ہوئی تو اہل علم ودانش نے متعجب نگاہوں سے دیکھا کہ علامہ شبلی کے قلم اعجاز رقم کے ابھی اس قدر اوراق پوشیدہ اور شیرازہ بندی کے منتظر تھے۔؟ خود راقم الحروف نے بھی ''نوادرات شبلی'' کی تلاش وجستجو اوران کی تحقیق وتدوین میں کوئی دقیقہ اٹھانہیں رکھا تھا، اس لئے ''نوادرات شبلی'' کے بعد کسی اور تحریر وتقریر اور تقریظ وتبصرہ کے ملنے کی توقع نہیں تھی، تاہم اس کے بعد بھی علامہ شبلی کی متعدد اہم اور وقیع تحریریں تقریریں اور خطوط وخطبات دریافت ہوئے جو اس کتاب کے مختلف مقالات میں یکجا کئے گئے ہیں۔ یہ تحریریں تقریریں اور مراسلات علامہ شبلی کے حوالہ سے بڑی نادر معلومات کا خزانہ ہیں اور سلسلہ مطالعات شبلی میں گراں قدر اضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

اس کتاب میں شامل ایک سے زاید مقالات میں علامہ شبلی نعمانی کے متعدد مطبوعہ اور غیر مطبوعہ نو دریافت خطوط شامل کئے گئے ہیں۔ ان کے مکتوب الیہ کے تعارف کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ان کی دیگر اہم کاوشوں سے بھی متعارف کرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ علامہ شبلی کا ایک غیر مطبوعہ خط جو نامور شاعر امیر مینائی کے نام ہے، کراچی سے ہمارے نادیدہ دوست جناب محمد راشد شیخ نے بھیجا ہے۔ اس خط کی اشاعت سے علامہ شبلی کے مطبوعہ مکاتیب کی تعداد ۱۲۲۲؍ ہوگئی ہے۔

مجلّہ نقطہ نظر اسلام آباد کے شبلی نمبر میں ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے علامہ شبلی کے دس غیر مدون خطوط شامل کئے ہیں۔ ان میں پانچ خطوط'' مکتوبات شبلی'' کے نئے اوراضافہ شدہ ایڈیشن میں شامل ہیں، جسے حال میں دارالمصنّفین نے شائع کیا ہے۔ بقیہ پانچ خطوط ڈاکٹر صاحب موصوف کے شکریہ کے ساتھ زیر نظر کتاب میں شامل کر لئے گئے ہیں۔ ان خطوط کی

دریافت سے علامہ شبلی کے خطوط کی تعداد ۱۲۲۷ ہوگئی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کے افکار وخیالات پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔موت کے سلسلہ میں ان کے خیالات پر شمس العلما خواجہ حسن نظامی نے اپنی منفرد کتاب ''کم ٹو موت'' میں علامہ شبلی کے بعض افکار وخیالات کے ساتھ اپنی ملاقاتوں کا دلچسپ احوال بھی قلم بند کیا ہے۔ راقم نے خواجہ حسن نظامی کی یہ دلچسپ تحریر اس لئے کتاب کی زینت بنائی ہے کہ اس کا کہیں اور ذکر نہیں ملتا اور خود خواجہ صاحب کی کتاب ''کم ٹو موت'' اب نایاب ہے۔

علامہ شبلی کی زندگی کے آخری نو سال ندوۃ العلما سے وابستگی میں گذرے اور انہوں نے اپنی سب صلاحتیں ندوہ کی نذر کردیں۔اس کے متعلق انہوں نے بے شمار تحریریں لکھیں اور تقریریں کیں جو ''مقالات شبلی'' اور ''شذرات شبلی'' میں آگئی ہیں۔اس سے متعلق ایک نادر تحریر لاہور کے ''پیسہ اخبار'' سے ہاتھ آگئی ہے جو ان کے کسی مجموعے میں شامل نہیں ہے۔ اس تحریر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ علامہ شبلی واقعی ندوہ کو اسلام اور اسلامی علوم وفنون کا مرکز بنانا چاہتے تھے۔ان کی تمنا تھی کہ ہندوستان میں اسلام کے سرچشمے یہیں سے پھوٹیں اور لوگوں کو سیراب کریں، مگر چند ناعاقبت اندیشوں کے سبب بہت کچھ ممکن نہیں ہوسکا، بلکہ انہیں مستعفی ہوکر وطن کی طرف مراجعت کرنی پڑی۔جس کا قلق انہیں آخری سانس تک رہا۔ان کے ایک عزیز شاگرد مولانا ضیاء الحسن علوی نے اپنی خودنوشت ''یاد ایام'' میں اس بات کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے۔ناچیز کے خیال میں یہ ایک نوع سے اچھا ہی ہوا، ورنہ ہم آج ہندوستان کے مایہ ناز تصنیفی ادارے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی سے بھی محروم ہوتے۔

۱۹۴۱ء میں مولانا عبدالسلام ندوی[۱۸۸۳-۱۹۵۶ء] نے علامہ شبلی کے خطبات کا مجموعہ ''خطبات شبلی'' دارالمصنّفین سے شائع کیا تھا۔اس کے بعد جو خطبات دریافت ہوئے انہیں راقم نے ''خطبات شبلی نو دریافت'' میں جمع کر دیا ہے۔زیر نظر کتاب میں علامہ شبلی کے چند نو دریافت خطبات بھی تعلیقات وحواشی کے ساتھ شامل کئے گئے ہیں۔اس میں ایک

خطبہ اصلاح تمدن ہے جو حال میں دریافت ہوا ہے اور جو ''خطبات شبلی نو دریافت'' میں بھی شامل نہیں ہے۔ اس میں اصلاح تہذیب وتمدن کے ایک پہلو شادی کی رسوم پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی کتب ورسائل سے علامہ شبلی کی دو اور نایاب تقریریں ہاتھ آئیں۔ انہیں بھی اس مجموعہ میں شامل کیا گیا ہے۔ ان میں ایک میں اصلاح نصاب تعلیم پر گفتگو ہے، جبکہ دوسری تقریر میں انگریزی حکومت سے رعایا کی وفاداری کا ذکر ہے۔

کتاب کا پہلا مقالہ ''بیان شبلی: چند نوادر'' کتاب کی جان ہے۔ اس میں سوانح وافکار شبلی کے ان گوشوں اور پہلوؤں کا بیان ہے جن کے ذکر میں حیات شبلی کے اوراق سادہ ہیں۔ یہ مقالہ سوانح شبلی سے متعلق بعض نئی معلومات اور متعدد نو دریافت تحریروں پر مشتمل ہے۔ ان سے علامہ شبلی کی عظمت وجامعیت کے بعض نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔

علامہ شبلی انجمن ترقی اردو کے پہلے سکریٹری تھے۔ اس کی تعمیر وترقی کے لئے انہوں نے بڑی جدوجہد کی۔ اس کی داستان راقم کی کتاب ''انجمن ترقی اردو میں علامہ شبلی کا حصہ'' میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ علامہ شبلی کے قلم سے انجمن کی ایک مفصل رپورٹ ۱۹۰۳ء میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس منعقدہ بمبئی کے موقع پر شائع ہوئی تھی۔ اس کا کوئی نسخہ دستیاب نہیں تھا۔ گذشتہ دنوں وہ مطبوعہ رپورٹ اتفاقیہ ہاتھ آ گئی۔ چنانچہ اس کتاب میں علامہ شبلی کی ۱۱۸/برس قدیم وہ نادر تحریر بھی شامل کردی گئی ہے۔ اس سے پورے طور پر یہ واضح ہوتا ہے کہ انجمن ترقی اردو کو علامہ شبلی نے ۱۹۰۳ء کے آخر تک ملک گیر ادارہ بنا دیا تھا۔

ان مشمولات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ''افادت شبلی'' علامہ شبلی کے کس قدر گراں مایہ افادات کا مجموعہ ہے۔ اس کی تکمیل واشاعت پر میں اپنے پروردگار کے دربار میں شکر بجا لاتا ہوں کہ اس کی رضا شامل حال نہ ہوتو کوئی کام پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالی اسے قبول فرمائے اور حسن قبول کی دولت سے سرفراز کرے۔

میں اپنے بزرگ ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب کا بے حد شکر گذار ہوں کہ انہوں

نے بڑی دلچسپی سے ''افادات شبلی'' کا مطالعہ کیا اور مفید مشوروں سے نوازا۔ نامور عالم و مصنف اور دانشور پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی صاحب نے تقریظ لکھ کر ناچیز کی عزت افزائی کی ہے، میں ان کا بے حد شکر گذار ہوں۔

مولانا حافظ محمد عمیر الصدیق ندوی رفیق دار المصنّفین، محبّ مکرم ڈاکٹر عطا خورشید صاحب مولانا آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور ڈاکٹر سید مسعود حسن صاحب خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ میرے دوست اور علمی محسن ہیں۔ ایک اور علم دوست جناب ڈاکٹر مہر الیاس صاحب استاد شعبہ لسانیات وادبیات اردو گورنمنٹ مرے کالج سیال کوٹ نے متعدد PDF کتابیں فراہم کیں، جس سے کام میں بڑی آسانی ہوئی۔ میں اپنے ان تمام احباب اور محسنین کا بے حد ممنون اور مشکور ہوں اور ان کی صحت وسلامتی کے لئے خاص طور پر دعا گو ہوں۔

گرامی قدر جناب شکیل رشید صاحب مدیر ممبئی اردو نیوز کا بھی شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ وہ میری تصنیفات وتالیفات سے گہری دلچسپی لیتے ہیں اور نہ صرف مطالعہ کرتے ہیں بلکہ اپنے اخبار کے قارئین کے لئے تعارف وتبصرہ بھی شائع کرتے ہیں۔

حسب معمول برادر عزیز مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی صاحب نے کتاب کا اشاریہ تیار کر کے اس کی افادیت میں اضافہ کیا ہے۔ میں دین ودنیا میں ان کی سرخ روئی کے لئے خالق کائنات کے حضور دعا گو ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری دوسری تصنیفات وتالیفات کی طرح ''افادات شبلی'' سے بھی پوری دلچسپی لی جائے گی۔

ناچیز

محمد الیاس الاعظمی

۱۰ر فروری ۲۰۲۲ء

---

[ا]

# بیان شبلی: چندنوادر

نوادرات شبلی کی دریافتوں کاایک سلسلہ ہے جوعرصہ سے قائم ہے۔گذشتہ چند برسوں میں متعددنوادرشبلی ہاتھ آئے،جن کاایک مجموعہ''نوادراتِ شبلی'' کے نام سے راقم نے ادبی دائرہ اعظم گڑھ کی جانب سے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا تھا۔بعدازاں چنداورتحریریں ''علامہ شبلی کی چندغیرمدون تحریریں'' کےعنوان سے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اپریل ۲۰۱۹ء میں شائع ہوئیں۔یہ مقالہ اب راقم الحروف کے نئے مجموعہ مقالات''نقوش شبلی'' میں شامل ہے۔

علاوہ ازیں ایک اور مقالہ میں علامہ شبلی نعمانی کے نودریافت خطوط بھی ماہنامہ معارف اکتوبر۲۰۱۹ء میں شائع ہوئے۔اس کے بعد جونوادرشبلی ہاتھ آئے ان کی ایک قسط جہان شبلی کےعنوان سے ماہنامہ اردودنیا دہلی اکتوبر ۲۰۱۸ء میں اوردوسری قسط''بیان شبلی'' کے نام سے ماہنامہ معارف جنوری ۲۰۲۱ء میں شائع ہوئی۔اس سلسلہ کی تیسری قسط بھی قارئین معارف کی نذرکی جاتی ہے۔

---

## تقریظ حسام الاسلام

گذشتہ برس راقم نے اپنے ایک مقالہ''علامہ شبلی کی چندغیرمدون تحریریں''،مطبوعہ

ماہنامہ معارف اپریل ۲۰۱۹ء میں یہ اطلاع دی تھی کہ

''ہمارے کرم فرما ڈاکٹر سید حسن عباس ڈائرکٹر رامپور رضا لائبریری کی اطلاع کے مطابق مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی نے ''صمصام الاسلام'' کے نام سے ''فتوح الشام'' واقدی کا منظوم اردو ترجمہ کیا تھا جو ۱۹۱۴ء میں آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ اس کی تقریظ علامہ شبلی کے قلم سے ہے، لیکن یہ منظوم ترجمہ اب تک دستیاب نہیں ہوسکا ہے۔ اسی نام سے ''فتوح الشام'' کا منظوم اردو ترجمہ سید عبدالرزاق کلامی نے بھی کیا ہے جو مطبع نول کشور لکھنو سے ۱۹۰۰ء میں شائع ہوا ہے۔ اسے راقم الحروف نے دیکھا ہے۔ اس میں کئی تقریظات شامل ہیں لیکن علامہ شبلی کی تقریظ شامل نہیں ہے۔ ............یقین ہے ''صمصام الاسلام'' کی تقریظ شبلی ایک نہ ایک دن ضرور دستیاب ہوگی۔ اس لئے کہ اس کی اطلاع ایک محقق ڈاکٹر سید حسن عباس نے ایک بڑے محقق مولانا امتیاز علی خاں عرشی [۱۹۰۴-۱۹۸۶ء] کے حوالہ سے فراہم کی ہے۔''(۱)

اب تقریباً دو برس بعد تراجم کے سلسلہ میں ممتاز مصنف ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی کی کتاب ''راجستھان میں اردو تراجم'' پر نظر پڑی تو اس میں امام واقدیؒ کے رسالہ ''فتوحات اسلام'' کے اردو ترجمہ ''حسام الاسلام'' کا ذکر ملا۔ اس کے تعارف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ ''اس ترجمہ کی تقریظ شمس العلما مولانا شبلی نعمانی نے لکھی ہے۔''(ص ۷۱)

چنانچہ راقم نے ''حسام الاسلام'' کی تلاش شروع کی اور اول وہلہ میں وہ ریختہ ڈاٹ کام پر مل گئی۔ اور اسی کے ساتھ علامہ شبلی کی وہ نادر و نایاب تقریظ بھی ہاتھ آ گئی جس کی عرصہ سے تلاش تھی اور جس کا ذکر ذخیرہ شبلیات میں راقم کی نظر سے ابتک کہیں اور نہیں گذرا ہے۔

کتاب ''حسام الاسلام'' دراصل ''صمصام الاسلام''اور''قمقام الاسلام'' کے منظوم مترجم مولانا حافظ سید محمد عبدالرزاق حسنی کلامی [م:۱۸رفروری۱۹۱۶ء]ابن مولانا سید محمد سعید حسنیؒ کا نتیجہ فکر ہے۔یہ کتاب مطبع مفید عام آگرہ سے۱۳۳۲ھ مطابق۱۹۰۴ء میں صوفی محمد قادر علی خاں کے زیر اہتمام طبع ہوئی ہے۔اہمیت کے پیش نظر علامہ شبلی نعمانی کی یہ نایاب تقریظ قدردانان شبلی کے نذر کی جاتی ہے۔

## تقریظ

''چکیدۂ کلک جواہر سلک مولانائے معظم مکرم فرید آواں وحید دوراں شمس العلما مولانا محمد شبلی نعمانی دام برکاتہم

تقریظ حسام الاسلام فی فتوحات سید انام (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ حیرت انگیز بات ہے کہ شعراء نے ہر قسم کے مضامین نظم کئے اور سلاطین وغیرہ کے کارناموں پر مثنویاں لکھیں لیکن جو چیز سب پر مقدم تھی یعنی آنخضرتؐ کے غزوات،اس کو کسی نے بھی ہاتھ نہ لگایا۔فارسی زبان میں صرف حملہ حیدری ایک کتاب ہے جو اس موضوع پر لکھی گئی،لیکن اس کے مصنف نے بہت کچھ تحریف وتدلیس سے کام لیا ہے اور اسی وجہ سے مقبول عام نہ ہوسکی۔اردو میں آج تک کسی نے اس پر قلم نہیں اٹھایا۔اس کی وجہ یہی ہے کہ تاریخی واقعات کا بے کم و کاست نظم کرنا سخت مشکل ہے۔شاہ نامہ وغیرہ میں گو تاریخی واقعات ہیں،شاعر واقعیت کا چنداں پابند نہیں،جس واقعہ کو جس طرح چاہتا ہے گھٹا بڑھا کر لکھ دیتا ہے۔بخلاف اس کے آنخضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات میں کسی قسم کی کمی بیشی ممکن نہیں۔ع

ہشدار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

ہمارے زمانہ میں جناب سید عبدالرزاق صاحب حسنی متخلص
بکلامی نے اس دشوار گذار راہ میں قدم رکھا اور واقدی کے غزوات کو بعینہ
نظم میں ادا کیا۔ باوجود نظم کی پابندیوں کے واقعیت سے کہیں تجاوز نہیں
پایا جاتا اور یہ سخت مشکل بات ہے۔

سید صاحب موصوف اس مشہور خاندان سادات سے ہیں جس کا
احسان تمام ہندوستان پر ہے، یعنی جناب سید احمد صاحب جنھوں نے
رنجیت سنگھ کے مقابلہ میں جہاد فرمایا تھا، اس لئے ایسے ثواب کا کام ان ہی
کے ہاتھ سے انجام پاسکتا تھا۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ آمین

شبلی

۲۸/اگست ۱۹۱۱ء

مقام لکھنوامین آباد (۲)

یہ تقریظ علامہ شبلی کی نادر تحریروں میں ایک اہم اضافہ ہے۔

---

## مولانا عبیداللہ سندھیؒ کا ادارہ

### نظارۃ المعارف القرآنیہ

مشہور عالم دین اور نامور مجاہد آزادی مولانا عبیداللہ سندھیؒ [۱۸۷۲-۱۹۴۴ء]
جنہوں نے دہلی میں ایک ادارہ 'نظارۃ المعارف القرآنیہ' قائم کیا تھا، ان سے علامہ شبلی نعمانی
کے گہرے مراسم تھے۔ خط و کتابت کا سلسلہ بھی رہا۔ علامہ شبلی نعمانی ان کی روشن خیالی اور
سیاسی بصیرت کے بڑے معترف تھے۔ مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ [۱۸۹۷-۱۹۷۶ء] نے
لکھا ہے کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ [۱۸۶۳-۱۹۴۳ء] نے اپنی ایک

مجلس میں فرمایا کہ مولانا عبیداللہ سندھی نے جب دہلی میں ادارہ نظارۃ المعارف قائم کیا تو تھانہ بھون آئے تھے۔انہوں نے فرمایا کہ میں علامہ شبلیؒ سے ملا تو ان سے مسلمانوں کی عام بے راہ روی، پریشانی اور مبتلائے آفات کا تذکرہ ہوا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی نظر میں قوم کی اصلاح کی تدبیر کیا ہے؟۔علامہ شبلی نے کہا کہ

''قوم کی اصلاح صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں،جن کا قوم پر مکمل اثر ہو اور یہ اثر بغیر تقدس کے نہیں ہوسکتا اور تقدس بغیر تقویٰ اور کثرت عبادت و ذکر اللہ کے حاصل نہیں ہوسکتا۔''(۳)

ان دونوں بزرگوں کے درمیان تعلقات ۱۹۱۰ء میں اس وقت قائم ہوئے تھے، جب مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے دونوں اعظم گڑھ تشریف لائے تھے۔مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ

''یہیں (سرائے میر) مولانا مرحوم اور مولانا عبیداللہ صاحب سندھی میں پہلی ملاقات ہوئی اور تخلیہ میں گفتگوئیں ہوئیں اور ایک نے دوسرے کو پہچانا۔اس تعارف میں شاید اس واقعہ کو بھی دخل ہو کہ مولانا حمیدالدین صاحب مدت تک کراچی میں رہے تھے اور مولانا عبیداللہ صاحب سندھی سے اور ان سے وہاں ملاقاتیں رہتی تھیں۔دونوں میں قرآن پاک کے درس اور غور و فکر کا ذوق مشترک تھا۔''(۴)

مولانا عبیداللہ سندھی پر علامہ شبلی کو بڑا اعتماد تھا۔ان کی اخیر زندگی میں ''سیرۃ النبیؐ'' کے خلاف بعض علماء نے جب واویلہ مچایا تو علامہ شبلی نے ''سیرۃ النبیؐ'' کا مسودہ انہیں کو دیا تھا کہ مولانا محمود حسن دیوبندیؒ [۱۸۵۱-۱۹۲۰ء] کو دکھا کر اعتماد حاصل کریں،مگر انہوں نے سرے سے مسودہ سیرت ہی نہیں دیکھا۔یہ ایک الگ قصہ ہے۔

مولانا عبیداللہ سندھیؒ [۱۸۷۲-۱۹۴۴ء] نے جب دہلی میں نظارۃ المعارف قائم کیا

تو علامہ شبلی نعمانی اسے دیکھنے کے لئے دہلی گئے اور اس پر اپنے تاثرات بھی لکھے۔ یہ تاثراتی تحریر روزنامہ ''پیسہ اخبار'' لاہور میں شائع ہوئی ہے اور حال میں دریافت ہوئی ہے۔ علامہ شبلی لکھتے ہیں۔

''نظارۃ المعارف القرآنیہ کے مقاصد قوم کے گوش گذار ہو چکے ہیں۔ اور میرے دل کی یہ بات ہے کہ میں ان مقاصد کو اہم المقاصد خیال کرتا ہوں۔ اس کے ساتھ اس کا بھی یقین رکھتا ہوں کہ موجودہ زمانہ میں مولوی عبیداللہ صاحب ہی صرف وہ شخص واحد ہیں جو ان مقاصد کو انجام دے سکتے ہیں۔ ان کی ذات خود ایک مدرسہ اور دارالعلوم ہے۔ وہ جہاں بیٹھ جائیں اس کو نظارۃ المعارف کہہ سکتے ہیں۔ میں نے ۲۹/ مارچ ۱۹۱۴ء کو اس کی درس گاہ دیکھا۔ ایک مختصر سا کمرہ فتح پوری کی مسجد کے ہال میں ہے جو داخل مسجد ہے۔ چند طلباء اس وقت مصروف درس تھے۔ میں نے حیرت سے دیکھا کہ چند گریجوایٹ جن کے لئے زمین پر بیٹھ کر سبق پڑھنا نہایت نفس کشی کا کام ہے، بڑے شوق سے اس نفس کشی میں مشغول ہیں۔ اس سلسلہ سے بہت سی امیدیں ہیں۔ میرا جو خیال تھا کہ زمانہ حال کے موافق علماء پیدا کئے جائیں، انگریزی خوانوں کو عالم بنایا جائے وہ اسی طریقہ سے پورا ہوسکتا ہے اور ہو رہا ہے۔ خدا مولوی صاحب موصوف کو جزائے خیر دے اور ندوہ کو چشم بصیرت کہ جو کام اس نے پیش نظر رکھا تھا وہ یہاں ہو رہا ہے۔

شبلی

یکم اپریل ۱۹۱۴ء (۵)

---

## جلسہ عطائے سند

گذشتہ دنوں روزانہ اخبار پیسہ لاہور کی ورق گردانی کر رہا تھا کہ اس میں علامہ شبلی کی یہ مختصر تحریر نظر آ گئی۔ جو غالباً ندوہ کے پہلے جلسہ عطائے سند سے متعلق ہے:

''ندوۃ العلما کے جو اغراض ومقاصد ہیں ان کی نسبت کئی سال کے تجربے کے بعد ثابت ہوا کہ وہ اس وقت پورے ہو سکتے ہیں جب خود ندوۃ العلما ایک دارالعلوم اپنی تجویز کے مطابق قائم کرے اور اس میں مجوزہ اصول کے موافق تعلیم وتربیت کا انتظام کرے۔ اگرچہ یہ کام بہت بڑے سرمائے کے بغیر انجام نہیں پا سکتا لیکن نمونہ کے لئے ایک چھوٹے پیمانہ پر مجوزہ دارالعلوم کھولا گیا۔ مولویت کے درجہ کے لئے آٹھ برس کا زمانہ مقرر کیا گیا تھا۔ چنانچہ پچھلے سال جو دارالعلوم کے قیام کا آٹھواں سال تھا چار طالب علموں نے مولویت کے درجہ کی تحصیل ختم کی۔ ارادہ تھا کہ یہ جلسہ جب فضیلت کے درجہ کی تکمیل کر لیں تب دستار بندی کا جلسہ کیا جائے، لیکن چونکہ ہر طرف سے یہ صدا آ رہی ہے کہ ندوہ نے اتنی مدت میں کوئی عملی کام نہیں کیا، اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ عطائے سند کا جلسہ اس سال کر لیا جائے چنانچہ ۸/شوال ۱۳۲۴ھ مطابق نومبر ۱۹۰۶ء روز یکشنبہ کو یہ جلسہ بمقام دارالعلوم ندوۃ العلما واقع گولہ گنج مقام لکھنو قرار پایا ہے۔ بہی خواہان اسلام سے درخواست ہے کہ اس جلسہ میں تشریف لائیں اور ملاحظہ فرمائیں کہ دارالعلوم کی تعلیم وتربیت میں کیا خصوصیت ہے اور یہ کہ منزل مقصود کا کس قدر راستہ ہم نے طے کر لیا ہے اور کس قدر طے کرنا باقی ہے۔''(٦)

## ایک نادر خط۔ ملا واحدی کے نام

مکتوبات شبلی کے دریافت ہونے کا کئی برس سے ایک سلسلہ قائم ہے۔ راقم نے ۲۰۱۴ء میں ۲۱۰ رخطوط پر مشتمل مجموعہ ''مکتوبات شبلی'' شائع کیا تھا۔ اب یہ مجموعہ ۳۱۷ رخطوط پر مشتمل ہے۔ گویا اس دوران علامہ شبلی کے ۱۰۷ رنئے مکاتیب دریافت ہوئے۔ حال میں ملا واحدی دہلوی [۱۸۸۸-۱۹۷۶ء] کے نام علامہ شبلی کا ایک اور خط دستیاب ہوا ہے جو آپ کی نذر ہے۔

علامہ شبلی اور خواجہ حسن نظامی [ ۱۸۷۸-۱۹۵۵ء] دونوں بزرگوں میں بڑے دوستانہ اور بے تکلفانہ مراسم قائم ہو گئے تھے۔ ۱۹۰۹ء میں علامہ شبلی ان کے مہمان ہوئے۔ اور ایک ماہ حلقہ مشائخ دہلی میں ان کا قیام رہا۔ اس موقع پر علامہ شبلی نے خواجہ صاحب کی فرمائش پر تصوف کے موضوع پر تقریر کی۔ یہ تقریر اور اس کی تقریب کی تفصیل راقم ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں شائع کرا چکا ہے۔ ضیاء الدین احمد برنی [۱۸۹۰ - ۱۹۶۹ء] اس تقریب میں شریک تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''عظمت رفتہ'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

خواجہ حسن نظامی نے جو حلقہ مشائخ قائم کیا تھا اس میں درویشانہ لٹریچر کا اضافہ کرنا چاہا تو ملک کے متعدد نامور اہل قلم اور ادیبوں کے نام خطوط لکھے گئے۔ ان میں سرفہرست علامہ شبلی تھے۔ چنانچہ علامہ شبلی نے اس سے بڑی دلچسپی لی اور نہ صرف تائید کی بلکہ اپنا ایک رسالہ ''بیان خسرو'' جو دراصل '' شعر العجم '' کا ایک باب تھا، درویشانہ لٹریچر میں اضافہ کی غرض سے اشاعت کے لئے بھیجا۔ جسے دفتر نظام المشائخ دہلی نے اسی حیثیت سے شائع بھی کیا۔ بہت کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ رسالہ ''بیان خسرو'' درویشانہ ادب کے حصہ کے طور پر اولاً شائع ہوا تھا۔ بعد میں یہی رسالہ ''حیات خسرو'' کے نام سے بھی شائع ہوا۔

۱۹۱۰ء میں حلقہ نظام المشائخ دہلی کو مزید ترقی دینے اور اس کا دائرہ وسیع اور مفید

بنانے کے لئے اہل علم اورارباب کمال کوخطوط لکھے گئے اوران سے رائیں طلب کی گئیں۔ ماہنامہ نظام المشائخ کے ایک شمارے میں ان کے جوابات نقل کئے گئے ہیں۔ان میں پہلا نام حبیب شبلی مولانا حبیب الرحمٰن شروانی [۱۸٦۴-۱۹۵۰ء] دوسرا نام مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] اور تیسرا نام علامہ شبلی نعمانی کا ہے۔اس سلسلہ میں علامہ شبلی لکھتے ہیں:

''حلقہ کی ضرورتیں میں نے سنیں ان سے کس کواختلاف ہوسکتا ہے۔ اسلام کی روحانیت کا مظہر صرف تصوف ہے،لیکن موجودہ تصوف سے زیادہ کوئی چیز قابل اصلاح نہیں۔اس لئے اس کے مراسم و عادات کی اصلاح کا قصد کرنا بہترین خدمات اسلامی ہیں۔

میں نے حلقہ کے متعدد رجسٹر دیکھے۔نہایت خوش ترتیبی سے تیار کئے گئے ہیں۔خدا خواجہ حسن نظامی صاحب قدس سرہ کی کوششوں کو کامیاب کرے۔

شبلی

۳۰، مارچ ۱۹۱۰ء۔(۷)

علامہ شبلی نعمانی کا یہ نامکمل خط ایک نادر خط ہے۔مکاتیب شبلی کی دونوں جلدوں اور راقم کی مرتبہ ''مکتوبات شبلی'' میں شامل نہیں ہے۔چونکہ یہ خط ملا واحدی دہلوی کے نام ہے، اس لئے مکتوب الیہ کی تعداد میں بھی اضافہ ہوگیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ ''مکتوبات شبلی'' میں خواجہ حسن نظامیؒ کے نام علامہ شبلی کے وہ بیس اہم خطوط شامل ہیں جوانہوں نے اپنی کتاب ''اتالیق خطوط نویسی'' حصہ دوم میں انتخاب کر کے شائع کئے تھے۔ان کے حوالہ سے بالخصوص خطوط ،نو دریافت خطوط اور خطبہ تصوف کی روشنی میں دونوں بزرگوں کے دیرینہ تعلقات اوران کے مسائل تصوف کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے،جس سے دونوں بزرگوں کے نظریہ تصوف کا ایک نیا مطالعہ

سامنے آسکتا ہے۔

---

## ایک نادر فارسی غزل

''کلیات شبلی اردو'' کی تدوین واشاعت کے بعد جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندویؒ[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے علامہ شبلی کا فارسی کلیات بھی شائع کیا۔مگر اس کی جمع وتدوین میں انہوں نے وہ اہتمام نہیں کیا جو''کلیات شبلی''اردو کی اشاعت میں کیا تھا۔حتیٰ کہ اسے بغیر دیباچہ وفہرست ہی کے شائع کر دیا گیا ہے۔غالباً یہی وجہ ہے کہ علامہ شبلی کا متعدد کلام اس میں شامل ہونے سے رہ گیا۔اس کی اشاعت کے بعد علامہ شبلی نعمانی کا جو کلام دریافت ہوا،مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے معارف کے مدیروں نے انہیں معارف میں شائع کر کے محفوظ کر دیا ہے ۔ماہنامہ معارف کے علاوہ بعض دوسرے کتب و رسائل میں بھی علامہ شبلی کا وہ کلام جو''کلیات شبلی''میں شامل نہیں ہے،شائع ہوا ہے۔راقم نے اپنی کتاب ''نوادرات شبلی''میں ان کی نہ صرف نشاندہی کی ہے بلکہ انہیں یکجا بھی کر دیا ہے۔

گذشتہ دنوں علامہ شبلی نعمانی کی ایک نادر فارسی غزل جو مولانا ظفر علی خاں کے ماہنامہ پنجاب ریویو لاہور مئی جون ۱۹۱۱ء کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے اور جو''کلیات شبلی'' فارسی میں شامل نہیں ہے، دستیاب ہوئی۔اب اگرچہ فارسی کا مذاق نہیں رہا،تاہم تحفظ کی غرض سے اسے دوبارہ شائع کیا جاتا ہے:

گرتو امروز بہ سوئے من شیدا آئی — شرط باشد کہ بہ فرمان دل ما آئی
رخ بر افروختہ وخوئے زدہ و زمزمہ سنج — کاکل آشفتہ ومست مے وصہبا آئی
چنگ در دست،وقدح برکف،وزنار بدوش — وازو وگیسو ،زود سو، سلسلہ برپا آئی
یادبادت کہ چساں آمدہ بودی شب دوش — بازخواہم بہ ہماں شیوۂ زیبا آئی

نفسے چند بیا سائی و در نشئہ مے باز برخیزی وتا دامن دریا آئی

درخود آں نشئہ دوشینہ نداری درسر ہم بر آں شیوۂ دو شینہ بعمد ا آئی

تو بہ ہرشیوۂ وآئین کہ بیائی خوب است خوب تر از ہمہ آن است کہ تنہا آئی

خوش بود ایں کہ دگر بارہ بیائی امروز ورنہ بر گفتنہ خود باش ، کہ فردا آئی

نوشے ازلعل لب خویش بہ سویش بفرست ورنہ شیدائے تو از جاں گذرد تا آئی

شبلی ! ازصومعہ تامیکدہ رہ نیست دراز

فرصت امروز نگہ دار کہ با ما آئی(۸)

مولانا ظفرعلی خاں[۱۸۷۴-۱۹۵۶ء] نے دکن ریویوحیدرآباد کے بعد۱۹۱۱ء میں لاہور سے ماہنامہ ’’پنجاب ریویو‘‘ جاری کیا۔اس رسالہ نے بہت کم عمر پائی اورتقریباً ایک ہی سال میں بند ہوگیا۔اس مختصر مدت میں بھی اس میں علامہ شبلی کی کئی تحریریں شائع ہوئیں۔ مولانا ظفرعلی خاں جنہوں نے کئی رسائل کا اجراءاورادارت کی ،تقریباً ان تمام رسائل کے لئے علامہ شبلی نے انہیں اپنے مقالات،غزلیں اورنظمیں وغیرہ اشاعت کے لئے فراہم کیں۔یہ تحریریں مولانا ظفرعلی خاں ایک عزیز شاگرد کی طرح نہ صرف ان سے حاصل کر لیتے بلکہ بڑے اہتمام سے شائع بھی کیا کرتے تھے۔

علامہ شبلی ۲۵رفروری۱۹۱۱ءکومسلم یونیورسٹی فاؤنڈیشن کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کے لئے لاہورتشریف لے گئے ۔اس جلسہ میں انہوں نے ’’مسلمانوں کے خواب کی تعبیر‘‘ کے عنوان سے ایک بڑی پراثرنظم پڑھی تھی، جسے مولانا ظفرعلی خاں نے ان سے حاصل کرلیا اوراسے ماہنامہ پنجاب ریویومیں شائع کیا۔اس پرانہوں نے ایک اشاعتی نوٹ لکھا ہے کہ

’’۲۵رفروری کو پنجاب کے مسلمانوں کا جوعظیم الشان جلسہ لاہور میں اسلامی یونیورسٹی کے مقاصد کی تائیداوراس کے واسطے سرمایہ فراہم کرنے کی غرض سے منعقدہوا تھا،اس میں جناب علامہ شبلی نعمانی مدظلہم نے ایک

بلیغ نظم ارشاد فرمائی تھی، جس کے ایک ایک مصرعہ نے ان ہزار ہا سامعین سے جو اس موقعہ پر موجود تھے خراج تحسین وصول کیا۔ یہ نظم علامہ ممدوح نے اس شفقت آمیز توجہ کے اقتضا سے جو ایک بلند پایہ استاد نے اپنے کسی ہیچ مایہ شاگرد کے حال پر مبذول کیا کرتے ہیں، ہمیں پنجاب ریویو میں شائع کرنے کی غرض سے مرحمت فرمائی تھی۔''(۹)

اس سے پہلے بھی جب مولانا ظفر علی خاں نے حیدرآباد دکن سے ''دکن ریویو'' جاری کیا تھا، اس میں بھی علامہ شبلی نے مضامین اور غزلوں کے علاوہ ''شعر العجم'' کا ایک غیر مطبوعہ باب ہی اشاعت کے لئے انہیں دیدیا تھا۔ لائق شاگرد نے اس کا ذکر بڑے فخریہ انداز میں شکرگذاری کے طور پر کیا ہے۔

---

## ایک غزل کے دو اشعار

علامہ شبلی نے ۲۴ر جولائی ۱۹۱۱ء کو ایک فارسی غزل ''نظام المشائخ'' میں اشاعت کے لئے بھیجی تھی جو ستمبر ۱۹۱۱ء [ص۲] میں 'غزل تازہ خاص برائے نظام المشائخ' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے۔ یہ غزل چار اشعار اور مقطع پر مشتمل ہے۔ مگر ''کلیات شبلی'' میں محض دو شعر ہی نقل ہوئے ہیں۔ درج ذیل دونوں شعر کلیات میں شامل نہیں ہیں:

تو کیستی؟ زکجائی؟ چگونہ؟ اے صبر!
بباش تا قدرے باتو آشنا گردم

زمن ، وداع بگوئید دوستداراں را
من آں نیم کہ بہ بند آیم دریا گردم (۱۰)

علامہ شبلی کے یہ دوشعر کیوں کران کے کلیات میں شامل نہیں ہو سکے، اس کا سبب معلوم نہیں ہوسکا۔ تاہم قدر دانان شبلی کے لئے یہی ایک بڑا تحفہ ہے کہ علامہ کے دو نئے شعر دریافت ہو گئے۔

---

## رام پور میں لکچر

۱۸۹۰ء میں علامہ شبلی نعمانی نے ریاست رامپور کا سفر کیا۔ اس سفر میں وہاں ان کے کئی لکچر ہوئے۔ ریاست رامپور کی ۱۸۸۹-۱۸۹۰ء کی جو رپورٹ شائع ہوئی ہے، اس میں لکھا ہے کہ

> ''اگست ۹۰ء میں مولوی شبلی صاحب پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑھ مہمانانہ وارد ریاست ہوئے تھے اور بعض علم دوست احباب کی تحریک سے باجازت کونسل آف ریجیڈنسی مولوی صاحب نے مکان ظفر منزل میں (جو ایک عالیشان عمارت ہے۔) دولکچر دئے تھے۔ ایک اثبات نبوت پر۔ دوسرا سبجیکٹ یہ تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلایا گیا ہے۔
>
> افسوس ہے کہ اردو میں (شارٹ ہینڈ) کی قاعدہ نہ ہونے سے یہ لکچر چھپ نہ سکے اور سامعین کو لذت استماع نے فرصت بھی نہ دی کہ کچھ لکھ لیا جاتا۔ ان لکچروں میں اس کا التزام کیا گیا تھا کہ کسی مذہب کی توہین کا پہلو نہ پیدا ہو۔ معزز ممبران صاحبان واہل کاران ریاست و روسائے شہر نہایت رغبت سے ان جلسوں میں شریک ہوئے کہ اب تک مولوی صاحب کی لطافت اور فدویت بیان کے شکر گذار رہیں۔(۱۱)

۱۸۹۰ء میں ریاست رامپور کے اس سفر کا ذکر ''حیات شبلی'' میں نہیں ہے۔ اس کے

علاوہ علامہ شبلی کے ریاست رامپور کے دواور اسفار کا ذکر ملتا ہے۔جس کا ذکر آئندہ صفحات میں آ رہا ہے۔

---

## بمبئی میں لکچر

گذشتہ دنوں پیسہ اخبار لاہور میں عہد شبلی کی یہ خبر نظر سے گذری تو اسے قدر دانان شبلی کے لئے اس لئے نقل کر لیا کہ غالباً اس کا ذکر ابتک کہیں نہیں تھا،خبر یہ ہے کہ

''بمبئی [۲ر ستمبر ۱۹۰۶ء] آج شمس العلماء مولانا شبلی کا وعظ ہوا۔ اس جلسہ میں جس کے صدر جناب مولوی رفیع احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لا بنائے گئے تھے۔قریب پانچ چھ سو کے حاضرین نظر آتے تھے۔تمام ہال بھرا ہوا تھا۔ بہت سے آدمی کرسیوں اور چوکیوں کے پر ہوجانے کی وجہ سے کھڑے تھے۔مولانا شبلی نے چار بجکر ۴۴ منٹ پر تقریر شروع کی اور پورے چھ بجے تک بیان فرماتے رہے، وعظ مذکور جو'اشاعت اسلام' کے مسئلہ پر تھا،نہایت خوبی اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ایسی ایسی عمدہ باتیں بیان کیں کہ سننے سمجھنے سے تعلق رکھتی ہیں۔ تمام حاضرین نہایت خوش ہوئے اور آپ کے نہایت پر مغز اور مدلل وعظ کو بڑی دلچسپی سے سنا۔سامعین میں سے بعض بعض اصحاب نے دوبارہ مولانا صاحب کا وعظ سننے کا اشتیاق ظاہر کیا۔اور مولانا صاحب کی بہت کچھ تعریف کی۔

پھر صدر نشیں جناب مولوی رفیع الدین صاحب نے مولانا شبلی کی بہت کچھ صفت وثنا کی اور وعظ کی نسبت بڑی تعریف کے ساتھ فرمایا اور کہا کہ ایسے عمدہ لکچر سننے کا مجھ کو بہت کم اتفاق ہوا ہے۔اس پر مولانا شبلی

نے مذاقاً کہا کہ آپ لکچر نہ کہئے بلکہ وعظ کہئے۔حاجی یوسف حاجی اسماعیل صاحب سکریٹری انجمن اسلام نے مولانا شبلی کے وعظ کے سننے کی نسبت لوگوں کا غیر معمولی اشتیاق دیکھ کر ظاہر کیا کہ مرحوم بدرالدین طیب جی کے انتقال کی وجہ سے تاخیر ہوئی اب عنقریب مولانا ممدوح کا وعظ انجمن اسلام میں کرایا جائے گا۔''(۱۲)

---

## بنارس میں اجلاس ندوہ

ندوۃ العلماء کے گیارہویں سالانہ اجلاس منعقدہ بنارس کے متعلق علامہ شبلی کی ایک نادرتحریر دستیاب ہوئی ہے۔یہ تحریر روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں ملی ہے:

''ندوۃ العلماء کا یہ جلسہ گذشتہ جلسوں سے بھی باعتبار عظمت وشان کے فائق ہوگا۔اس جلسہ میں ایک خاص بات یہ ہوگی کہ دارالعلوم کی تعلیم و تربیت کا نمونہ پیش کیا جائے گا۔اورشرکائے جلسہ کواس بات کے جانچنے کا موقع ملے گا کہ طلبائے دارالعلوم کو دیگر مدارس کے طلبا پر کن چیزوں میں فوقیت حاصل ہے۔

دوسری چیز جوتمام جلسوں سے خاص ومزید ہوگی وہ یہ ہے کہ کتب قدیمہ فرامین شاہی اورقطعات وغیرہ کی نمائش اسی جلسہ کے ساتھ کھولی جائے گی۔پس جوحضرات شرکت کاارادہ رکھتے ہوں وہ کم ازکم ایک ہفتہ پیشتر اپنی روانگی سے جناب مولوی مقبول عالم صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل بنارس کواطلاع دیں تاکہ ان کے استقبال وقیام کا پہلے سے مناسب انتظام کیا جاسکے۔'' (۱۳)

## جلسہ دستار بندی ندوۃ العلماء

یہ جلسہ دستار بندی ندوۃ العلماء کا اصلاً ایک اشتہار ہے جو علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوا ہے۔ اشتہار کے نیچے یہ وضاحت بھی شائع ہوئی ہے کہ 'یہ جلسہ ایسے وسیع پیمانہ پر ہوگا جو جلسہ سالانہ کا قائم مقام ہوگا'

میری ناقص معلومات کے مطابق علامہ شبلی کی یہ تحریر ان کی تحریروں کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ ''مقالات شبلی'' کی آٹھویں جلد جو ان کی مختلف اور متنوع تحریروں کا مجموعہ ہے، اس میں بھی شامل نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں درج کی جاتی ہے۔

''اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ندوہ کے مقاصد اور اغراض نہایت اہم اور ضروری ہیں اور اسی بنا پر شروع شروع میں تمام ملک میں ندوہ کی طرف سے وہ جوش التفات ظاہر کیا گیا جو حیرت انگیز تھا، لیکن جو نتائج لوگوں کے خیال میں تھے چونکہ اس کا ظہور نہیں ہوا اس لئے لوگ افسردہ ہوتے گئے۔ ارکان ندوہ حالت سے بے خبر نہ تھے، لیکن ہتھیلی پر وہ سرسوں کیوں کر جما سکتے تھے اور جو امور سالہا سال میں انجام پانے کے قابل ہیں وہ دو چار سال میں کیونکر لوگوں کو دکھا سکتے تھے۔

ندوہ کے مقاصد میں ایک بڑا مقصد ایک وسیع دارالعلوم کھولنا اور طلبہ کو جدید ضرورتوں کے موافق تعلیم وتربیت دینا تھا، چنانچہ نمونہ کے طور پر ایک دارالعلوم کھولا گیا اور اس میں دو نصاب مقرر کئے گئے۔ ایک درجہ فراغ تحصیل کا اور دوسرا تکمیل کا۔ خدا کا شکر ہے کہ پہلے نصاب کے موافق طلبہ کی ایک جماعت اس سال فارغ التحصیل ہوگئی اور اس تقریب سے ان کی عطائے سند وتقسیم انعام کا جلسہ ۱ر ۲ر مارچ سنہ ۱۹۰۷ء مطابق

۱۵ر و ۱۶ ر محرم سنہ ۱۳۲۵ ہجری روز جمعہ وشنبہ کولکھنو میں قرار دیا گیا ہے۔

ان جلسوں کی کارروائی حسب ذیل ہے:

۱۔مشہور علماء وواعظان تقریر کریں گے اور وعظ فرمائیں گے۔

۲۔طلبائے فارغ التحصیل مختلف علمی عنوانوں پر تقریر کریں گے جس سے ان کی قابلیت اور لیاقت وخیالات اور قوت تقریر کا اظہار ہوگا۔

۳۔طلبہ سے عربی زبان میں مضامین لکھوائے جائیں گے۔

۴۔طلبائے فارغ التحصیل کو سند دی جائے گی اور انعام تقسیم ہوگا۔

۵۔تجاویز ترقی واستحکام دارالعلوم پیش ہوں گی۔

۶۔ناظم ندوہ اور صدر ندوہ اور ارکان ندوہ کا جدید انتخاب ہوگا۔

تمام بہی خواہان اسلام سے عموماً اور علماء وواعظوں ومہتمان انجمن ہائے اسلامیہ سے ومدارس اسلامیہ سے خصوصاً امید ہے کہ تاریخ معینہ پر ضرور تشریف لائیں گے۔

مہمانوں کے ٹھہرنے کا انتظام دارالعلوم ندوہ واقع گولہ گنج میں کیا جائے گا۔

شبلی نعمانی (۱۴)

---

## ایک نادر نظم: خدمت کعبہ

علامہ شبلی مدۃ العمر داد سخن دیتے رہے۔البتہ ان کی زیادہ توجہ فارسی شاعری کی طرف رہی اور اس کے کئی مجموعے مجموعہ نظم شبلی، دیوان شبلی، دستہ گل اور بوئے گل شائع ہوئے۔اس طرح ان کے اردو کلام کے بھی متعدد مجموعے شائع ہوئے، اس کی تفصیل کتابیات شبلی میں درج ہے۔آخری مجموعہ دارالمصنّفین سے مولانا سید سلیمان ندوی[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے ''کلیات شبلی'' کے نام سے شائع کیا۔

علامہ شبلی نے اردو میں مذہبی، تاریخی اور خاص طور پر اخلاقی نظموں کا اخیر دور میں ایک سلسلہ قائم کیا تھا۔ یہ نظمیں، الہلال کلکتہ، ہمدرد دہلی اور دوسرے رائل و جرائد میں شائع ہوکر خاصی مقبول ہوئیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی تو انہیں اخلاقی نظموں کا بانی و موجد قرار دیتے ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دوسرے اہل قلم اور نقادوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ یہ تمام نظمیں کلیات شبلی میں شامل ہیں۔

گذشتہ دنوں ممتاز محقق و مصنف ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری [۱۹۴۰-۲۰۲۱ء] کی ایک کتاب ''انجمن خدام کعبہ'' مطبوعہ ادارہ تحقیقات افکار و تحریکات ملی کراچی پاکستان مطالعہ میں آئی۔ اس میں علامہ شبلی کی ایک نظم ''خدمت کعبہ'' شامل ہے اور جو علامہ کے کلیات اور دوسرے مجموعہ منظومات میں بھی شامل نہیں ہے۔ یہ مولانا محمد علی جوہر کے اخبار ہمدرد دہلی کے ۳؍مارچ ۱۹۱۴ء کے شمارہ میں علامہ شبلی کے فرضی نام کشاف سے شائع ہوئی ہے۔ چونکہ اخیر دور میں علامہ شبلی نعمانی نے اپنی تخلیقات کشاف اور وصاف کے نام سے شائع کرائیں تھیں اور ڈاکٹر ابوسلمان شاہجہاں پوری کو اس کا علم تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب میں اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ نظم علامہ شبلی کی ہے۔ چونکہ یہ علامہ شبلی کی یہ ایک نادر نظم ہے اس لئے قدر دانان شبلی کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

## خدمت کعبہ

خادمِ کعبہ وہ ہے ، جس کو ہے پیارا اللہ
عزت کعبہ ہے ، اللہ کی عزت گویا

ماہِ ذی الحجہ میں دیکھے کوئی خلقت کا ہجوم
شوکت کعبہ ہے ، اسلام کی شوکت گویا

جانب کعبہ اگر اٹھ گئی بد بیں کی نظر
تو یہ سمجھو کہ ہے دنیا میں قیامت گویا

خدمت کعبہ میں دیتے ہیں گرہ سے جو کچھ
دامن کعبہ میں ہم بھرتے ہیں دولت گویا

جس کو خدمت سے گریز اس کو ہے کعبہ سے گریز
اور گریزاں کو ہے اسلام سے نفرت گویا

دل سے جو شخص نہ ہو جانبِ کعبہ مائل
اس کے دل میں نہیں ایمان کی وقعت گویا

خدمت کعبہ رسولِ عربی ؐ نے کی ہے
اس کی خدمت تو ہے تقلید رسالت گویا (۱۵)

## کتب خانہ رام پور

کتب خانہ رام پور جس کا موجودہ نام رام پور رضا لائبریری ہے، علامہ شبلی نے اس کا بارہا سفر کیا اور اس سے متمتع ہوئے۔ دور طالب علمی کا بھی ان کا کچھ زمانہ رام پور میں گذرا تھا جب وہ مولانا ارشاد حسین مجددی رام پوری [م: ۱۸۹۳ء] کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کر رہے تھے۔ خود ان سے فیض یافتہ مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی جوہر [۱۸۷۸-۱۹۳۰ء]

علی برادران کا یہ وطن بھی تھا۔علاوہ ازیں ریاست کے حکمرانوں کے بلاوے پر وہ تین بار رام پور گئے۔پہلی بار ۱۸۸۸ء میں حاکم ریاست کی خواہش پر آئے، دو تین روز قیام کیا اور کتب خانہ کی مفصل رپورٹ لکھی۔مشہور محقق مولانا امتیاز علی خاں عرشی نے اسے ماہنامہ معارف اکتوبر۱۹۳۴ء[ص ۲۹۸-۳۰۱] میں شائع کر دیا ہے۔اسے ''باقیات شبلی'' میں بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

علامہ شبلی نے رام پور کا دوسری بار سفر۱۸۹۰ء میں کیا۔اس دفعہ انہوں نے کتاب الرائے میں اپنے تاثرات میں لکھا ہے کہ

''میں نے کتب خانہ کو کسی قدر تفصیل سے دیکھا، چونکہ میں کتب خانہ کی ایک مفصل رپورٹ لکھنا چاہتا ہوں،اس لئے اس موقع پر اسی قدر لکھنا کافی ہوگا کہ یہ ایک بے مثل کتب خانہ ہے۔منتظمان کتب خانہ مستعد اور کارگذار ہیں۔خصوصاً مہدی علی خاں صاحب کو اس قدر واقفیت اور تجربہ ہے کہ ایسے عظیم الشان دارالکتب کی ایک ایک کتاب کا نمبر و نشان اور اس کی حالت گویا ان کی آنکھوں کے سامنے ہے۔فہرست کی اگر معقول ترتیب ہو جائے تو نہایت آسانی ہو۔مولوی عبداللہ صاحب نے بہت کچھ کام کیا ہے جو قابل مدح ہے،لیکن ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔

محمد شبلی نعمانی

پروفیسر مدرسۃ العلوم علی گڑھ

۹ رستمبر۱۸۹۰ء(۱۶)

اس خط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کتب خانہ کی ۱۸۸۸ء میں پہلی رپورٹ کے بعد اب انہیں دوسری رپورٹ بھی لکھنی تھی۔مگر اس کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔

علامہ شبلی تیسری اور آخری بار۱۹۱۴ء میں کتب خانہ رام پور تشریف لے گئے اور

کتاب الرائے میں اپنے تاثرات بھی سپرد قلم کئے اور لکھا کہ

''میں اس کتب خانہ سے بارہا متمتع ہوا ہوں۔ ہندوستان کے کتب خانوں میں اس سے بہتر کیا اس کے برابر بھی کوئی کتب خانہ نہیں۔ میں نے روم و مصر کے کتب خانے بھی دیکھے ہیں، لیکن کسی کتب خانہ کو مجموعی حیثیت سے میں نے اس سے افضل تر نہیں دیکھا۔ اہل کاران کتب خانہ کی محنت اور وسعت اطلاع کی داد دینی چاہئے۔ خصوصاً مہدی علی خاں صاحب (۱۷) تو خود ایک زندہ کتب خانہ ہیں۔

شبلی نعمانی

۶/اپریل ۱۹۱۴ء (۱۸)

کتب خانہ رام پور سے متعلق علامہ شبلی کی درج بالا تینوں تحریریں غیر مدون یعنی علامہ کی تحریروں کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہیں۔

---

## انگریزی تعلیم

علامہ شبلی نعمانی انجمن ترقی اردو کے پہلے سکریٹری نامزد ہوئے اور تصنیفات و تراجم کی اشاعت کا ایک بڑا وسیع منصوبہ بنایا۔ اس زمانہ میں اہل قلم ان کے پاس اشاعت کے لئے اپنی کتابوں کے مسودات بھیجا کرتے تھے۔ مولوی سید راحت حسین بھیکھ پوری نے اپنی کتاب ''القمر'' اشاعت کے لئے بھیجی تھی۔ مگر ان کے عہد میں وہ شائع نہ ہوسکی۔ اور انجمن ہی کی طرف سے ۱۹۱۷ء میں شائع ہوئی۔

مولوی سید راحت حسین بھیکھ پور ضلع سارن بہار کے رہنے والے تھے۔ ان کی دوسری تصنیف ''خزانہ اردو'' ہے۔ اس میں ذکر شبلی اس طرح ہے:

''شمس العلما علامہ شبلی نعمانی سے ایک مرتبہ میں نے دریافت کیا کہ عربی داں طلبہ کو انگریزی پڑھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ ۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ''رفتار زمانہ کے موافق تحصیل و تکمیل اور تمام اس کے لوازمات ضروری ہیں ۔ دنیا کو ایک جنگل سمجھو، جس میں مختلف جانور، درندے شیر وغیرہ رہتے ہیں ۔ پس ضروری ہے کہ ہتھیاروں سے مسلح ہو کر باہر قدم نکالیں ۔ ورنہ جانور ہلاک کر دیں گے ۔ پھاڑ ڈالیں گے ۔ اسی طرح جب تک اس زمانہ کے رنگ کے موافق تعلیم و تربیت نہ ہو زمانہ ہم کو پیس ڈالے گا اور نیست و نابود کر دے گا ۔''

## علوم جدیدہ

اسی طرح ایک دفعہ آپ نے بمبئی یا شملہ کی ایک تقریر میں فرمایا کہ ''علوم جدیدہ اور انگریزی زبان کے حصول پر کمر بستہ ہو جانا چاہئے، ان سے اجتناب نامرادی اور جہالت ہے ۔ حضرت علی کا قول ہے کہ لاتنظر الی من قال وانظر الی ما قال یہ مت دیکھو کہ کس نے کہا ہے بلکہ یہ دیکھو کہ کیا کہہ رہا ہے ۔ کہنے والا گو لاکھ برا ہی سہی اگر اس کا کہنا اچھا ہے تو اسے قبول کرنے میں تامل نہ کرنا چاہئے ۔ جو شخص تم کو ان علوم کے حاصل کرنے سے منع کرتا ہے وہ دراصل تمہارا دشمن اور بدخواہ ہے ۔ ذرا اس بات پر غور کرو کہ ہمارے بزرگوں نے اپنے زمانہ کے علوم کو کس غرض سے حاصل کیا تھا ۔ کیا نوکریوں کی خاطر یا مال و دولت جمع کرنے کی غرض سے، نہیں بلکہ اسلام کے پیدا کئے ہوئے شوق نے ان کو مجبور کیا اور انہوں نے فیاضی و فراخ دلی سے اپنی پیاس بجھانے کو سب کچھ حاصل کیا لیکن

اب جبکہ ہماری تمام ضروریات زندگی تمام کاروبار، تجارت، صنعت و
حرفت وغیرہ علوم جدیدہ اور زبان انگریزی پر منحصر ہیں تو کیا ہمارے لئے
ان کا اکتساب لازمی نہیں ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہم محض خواب دیکھ رہے
ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ کام کر رہے ہیں۔ ہمارے کالجوں کے سالانہ نتائج
امتحانات اس بات کی شہادت پیش کر رہے ہیں کہ ابھی ہمیں حقیقی ترقی
حاصل کرنے کے لئے بہت کچھ کرنا ہے۔''

پھر فرماتے ہیں۔

''ہمارا مقابلہ ایک ایسی قوم کے ساتھ آن پڑا ہے جو علم میں، ہنر
میں، پالیٹکس میں ہم سے ہزار درجہ آگے بڑھ گئی ہے۔ علم دین کا حال تو
ظاہر، پالیٹکس میں بھی مسلمانوں کا ہنوز روز اول ہے۔ پالیٹکس کا سمجھنا
اس کی تہہ کو پہنچنا اور پھر اس سے فائدہ اٹھانا نہایت دشوار کام ہے، کوئی
کھیل نہیں۔'' (خزانہ اردو حصہ اول، ص ۸۷-۸۹)

---

## کم ٹو موت

خواجہ حسن نظامی [۱۸۰۷-۱۹۵۱ء] سے علامہ شبلی کے بڑے بے تکلفانہ مراسم
تھے۔ خط وکتابت بھی رہی۔ ان کے نام علامہ شبلی کے بیس خطوط ''اتالیق خطوط نویسی'' حصہ
دوم میں شامل ہیں۔ ماہنامہ نظام المشائخ میں بھی ان کا کئی بار ذکر آیا ہے۔ اس کی تفصیل
کے بجائے ہم یہاں خواجہ صاحب کی دلچسپ کتاب ''کم ٹو موت'' کے حوالہ سے علامہ شبلی کا
ذکر کرتے ہیں۔

''کم ٹو موت'' میں خواجہ حسن نظامی نے موت اور متعلقات موت پر اہل علم وفضل

وکمال کے خیالات یکجا کئے ہیں۔ان میں ایک نام علامہ شبلی نعمانی کا بھی شامل ہے۔ان کا ذکرقدرے تفصیل سے ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ

''دہلی میں ایک دفعہ مولانا فقیر خانہ پر تشریف فرما تھے۔بازار میں کوئی شخص گا تا جاتا تھا۔فرمایا اس کو یہاں بلانا چاہئے،بلالیا گیا۔اس نے گایا:

بام پر نکلا نہ کر اے ماہ رو
چاندنی چھوجائے گی میلا بدن ہوجائے گا

محظوظ ہوئے،گانے والا گیا تو فرمانے لگے چاندنی سے بدن میلا ہونے کا شاعر کو ڈر ہوا مگر بام پر چڑھ کر تو نور ایمان کی صفائی بھی دشوار ہوتی ہے۔میں نے کہا جناب بھی آج کل بالا خانہ پر ہیں۔ہنس کر بولے لحد کے مردوں کے ساتھ بالا خانہ پر چڑھے تو کچھ ڈر نہیں۔عرض کی یہ تو صحیح نہیں۔لحد کا مردہ تو از بس آلودۂ تربت ہوتا ہے۔فرمایا عشاق کی تربت قفس خاک نہیں عالم پاک ہے۔

اسی زمانہ میں میری اہلیہ کا انتقال ہوگیا۔وہ درگاہ کے مکان میں تھیں اور مولانا دہلی کے مکان میں۔میت کو دفن کرتے ہی میں دہلی گیا اور مولانا کو کھانا کھلانے لگا۔انہوں نے پوچھا کہو بیوی کیسی ہیں۔میں نے کہا اچھی ہیں،کھانا تناول کیجئے۔فراغت ہوئی تو میں نے مرنے کا ذکر کیا۔بے اختیار ہائیں کہہ کر بولے بھئی کمال کیا تمہیں بیوی کا کچھ غم نہیں،میری بیوی مری تھیں تو اسی دن مولانا ابوالکلام مہمان آئے اور مجھ سے سیدھی طرح بات بھی ان سے نہ ہوسکی۔پھر فرمایا موت بھی عجب چیز ہے بعض اموات انسان پر اچھا اثر کرتی ہیں،بعض برا۔خود اپنی موت کے خیال کا بھی یہی حال ہے۔خوشی میں ناگوار ہوتا ہے اور رنج میں بھلا معلوم ہوتا ہے۔میں نے کہا اپنی کیفیت فرمائیے کہ آپ موت کی نسبت کیا تصور کرتے ہیں،کہنے لگے زندگی ندوہ ہے اور موت تمہارا گھر وہاں کے رات دن کے افکار ہیں،یہاں ہر وقت کی مسرت۔

بمبئی میں ایک دن ملا۔شگفتہ مزاجی کی بے تکلفانہ گفتگو تھی۔ میں نے کہا چوپاٹی کے حسن کو آپ نے کلام میں بقائے دوام دے کر برج خاموش کوشا کی بنا دیا ہے۔فرمانے لگے کیوں کر، میں نے کہا پارسی مرتے ہیں تو برج خاموش میں رکھ دئے جاتے ہیں۔ عارضی زندگی کی بہار چوپاٹی پر دیکھ کر آپ نے غزلیں لکھ دیں۔اب برج خاموش کوشکوہ ہے کہ جہاں یہ حسین دوامی عمر بسر کرنے جاتے ہیں مولانا نے اس کا ذکر کچھ نہ کیا۔مسکرا کر فرمایا یہ آپ کے لئے چھوڑ دیا۔

میں بولا تو حسن آخرت کے آپ قائل نہیں۔فرمایا یہ حسن آخرت ہی کے لئے حیات متحرک کے حسن کا قائل ہوں۔آخرت نہ ہو اور اس کو دوام نہ ہو تو جینے اور چندروزہ بہار کی اتنی زیادہ ہوس نہ ہو۔ میں نے کہا مجھے تو حسن دیکھ کر مرنے کا خیال آتا ہے اور اس سے جی عجب لطف اٹھاتا ہے۔فرمایا مجھے آپ کی حالت پر ترس آتا ہے۔

---

مدراس کے سفر میں ایک دفعہ ساتھ ہوا۔ وہ (علامہ شبلی ) سیکنڈ میں تھے اور میں تھرڈ میں۔ مسافروں کی شدت ہوئی تو انہوں نے نوکروں کے درجہ میں بیٹھ جانے کی صلاح دی۔ میں بیٹھ گیا۔سیکنڈ اور نوکر خانہ کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی تھی ۔مولانا نے کچھ مٹھائی کھڑکی میں سے ہاتھ نکال کر مجھ کو دی۔ میں نے ہنس کر کہا جنت والوں پر دوزخیوں کو کچھ دینا حرام ہے۔ بولے آپ تو اعراف میں ہیں۔گاڑی مدراس پہونچی تو استقبال کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ میں نے مولانا کے کان میں کہا۔کہہ دوں مولانا تھرڈ میں آئے ہیں اور میں سیکنڈ میں۔فرمایا کہہ دو عاقبت دونوں کی ایک ہے، یہ تو دنیا کی منزل تھی طے ہوگئی۔آخرت آ گئی تو دنیاوی تھرڈ وسیکنڈ کے امتیاز اٹھ گئے۔

---

لکھنؤ میں مولانا کا مہمان تھا۔ان کے ہاں ان دنوں ایک عرب لڑکا خدمت کرتا تھا

اور دروازہ پر بیٹھے رہنے کی اس کو ہدایت تھی۔ میں نے اندر جانا چاہا تو لڑکے نے روکا۔ میں نے آواز سے کہا شبلی فقیر اسم کے دروازہ پر دربان۔ الٰہی تیری امان۔ خود باہر آکر اندر لے گئے اور معذرت کرنے لگے۔ میں نے کہا اگر عزرائیل آئے تو یہ دربان روک سکے گا؟ فرمایا ان ہی کے لئے تو بٹھایا ہے۔ وہ عربی بولتے ہیں۔ ہندی دربان کی بات نہ سمجھتے۔ اس کے بعد سرسید کا ذکر آ گیا کہ وہ موت کی نسبت پورا یقین رکھتے تھے۔ یعنی موت کے بعد حیات دوامی کے قائل تھے میں نے پوچھا آپ کا موت کی نسبت کیا خیال ہے۔ فرمایا سبحان اللہ میری کیا بساط ہے جو اس پر کچھ خیال کروں، تغیر عالم شاہد ہے کہ موت آئے گی مگر میں موت کو افسوس کی چیز نہیں سمجھتا۔ اور اسی قوم کو زندہ مانتا ہوں جو موت سے خوف نہ کرتی ہو۔ اس زمانہ میں سوائے مسلمانوں کے کوئی دنیا میں بسنے والی قوم موت پر اس قدر شیور نہیں ہے جتنے مسلمان ہیں اور خدا کا احسان ہے کہ میں اسی برگزیدہ قوم کا ایک فرد ہوں۔

(حوالہ: کم ٹو موت، ص ۱۱۴-۱۱۶)

---

## الفاروق اور سیرۃ النعمان کے تمل تراجم

گذشتہ ماہ جولائی ۲۰۲۱ء میں راقم کی کتاب ''تصانیف شبلی کے تراجم'' شائع ہوئی ہے۔ اس میں ۱۸ر زبانوں میں علامہ شبلی کی کتابوں کے ایک سو چالیس [۱۴۰] تراجم کا ذکر ہے۔ کل ہمارے ایک کرم فرما نے بتایا بلکہ اس کی تفصیل اور عکس بھیجا کہ علامہ شبلی کی دو شہرۂ آفاق کتابیں الفاروق اور سیرۃ النعمان کو تمل زبان میں ترجمہ ہونے کا فخر حاصل ہے۔ یہ تراجم مولانا سید عبدالرحمٰن عمری کے قلم سے ہیں۔ الفاروق کا ترجمہ ساجدہ بک سینٹر مناڈی چینائی نے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۷۴۰ر صفحات پر مشتمل ہے۔ انہوں نے ''سیرۃ النعمان'' کا بھی ترجمہ کیا ہے اور اس کی نظر ثانی کا کام مولوی جمیل باشا عمری نے کیا

ہے۔ جسے ۲۰۱۶ء میں مدراس عربک کالج چینائی [مدراس] نے شائع کیا ہے۔

یہ تراجم ۲۰۱۶ء اور ۲۰۱۷ء میں ہوئے ہیں گویا تصانیف شبلی کی افادیت میں ابتک کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے اور دوسری زبانوں کے اہل قلم اسی طرح دلچسپی لے رہے ہیں جس طرح گذشتہ صدی میں لے رہے تھے۔

---

## لاہور میں یوم شبلی

فروری ۱۹۴۵ء میں لاہور میں یوم شبلی کا انعقاد ہوا تھا، جس میں اردو اور انگریزی کے نامور اہل قلم نے شرکت کی تھی اور مقالات پیش کئے تھے۔ اب ۸۵/سال بعد اس کی رپورٹ بھی قدر دانان شبلی کے لئے کم دلچسپی کا باعث نہیں ہوگی:

> ''مجلس یادگار مشاہیر اسلام کے زیر اہتمام کل بینارڈ ہال میں یوم شبلی منایا گیا۔ پہلی نشست کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے سر انجام دئے۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد صوفی غلام مصطفی تبسم نے ''شبلی مفکر سیاست کی حیثیت میں'' کے عنوان سے اور ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نے 'شعر العجم پر ایک نظر'' کے عنوان سے اپنے اپنے مقالے پڑھے، جو بہت پسند کئے گئے۔ مولانا نصر اللہ عزیز نے مولانا سید طفیل احمد (علیگ) کے تشریف نہ لا سکنے کی وجہ سے ان کا لکھا ہوا مقالہ بعنوان 'شبلی ایک علیگ شاگرد کی نظر میں' پڑھا۔ لیکن قدرے عجلت میں۔ یہ مقالہ اپنی بعض خوبیوں کی وجہ سے بے حد پسند کیا گیا۔ آخری نشست رات کو پروفیسر ڈبلیو سی سمتھ کی صدارت میں ہوئی۔ اور اس میں مولانا محمد علی ایم اے کیبنٹ، ڈاکٹر شیخ عنایت اللہ، ڈاکٹر تصدق حسین خالد نے علامہ شبلی کی

یاد میں انگریزی مقالے پڑھے۔ اوران کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین نے صبح کی نشست کے اختتام پزیر ہونے سے پہلے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ مجلس یادگار مشاہیر اسلام نے ایک نیک اور پاکیزہ کام کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ علامہ شبلی کی زندگی کے مختلف پہلوؤں میں میرے فاضل دوستوں نے اپنے مقالات میں گراں قدر خیالات کا اظہار فرمایا ہے لیکن ان کی شخصیت بحثیت ایک عالم دین کے بھی بہت بلند ہے، جس کی طرف کسی نے توجہ نہیں دی۔ علامہ شبلی نے ایک یوروپی مستشرق اور سر جادوناتھ سرکار جیسے متعصب مورخین کے ان اعتراضات کا اپنی تصنیفات میں نہایت مدلل اور مسکت جواب دیا۔ جو انہوں نے اسلامی شخصیتوں اور اسلامی تاریخ کے مختلف پہلوؤں پر نہایت بھونڈے انداز میں کئے تھے۔ مجلس یادگار مشاہیر اسلام کی طرف سے سہ پہر کو دعوت عصرانہ دی گئی۔ جس میں سرکردہ علم دوست حضرات اور مجلس کے مبلغین نے شرکت کی۔ (س ف)

(روزنامہ انقلاب لاہور، ۱۵ر فروری ۱۹۴۵ء)

---

## متنی تحقیق کا پہلا محقق: علامہ شبلی

مرزا علی لطف کے تذکرہ گلشن ہند کے تحقیق متن اور اس کی اشاعت کی داستان سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ یہ علامہ شبلی کا ایک ابتدائی اور قابل ذکر کارنامہ ہے۔ یہ تذکرہ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوا، مگر گذشتہ سال اس کا اعتراف کیا گیا۔ ہمارے اہل قلم بھی کمال کے ہیں۔ اعتراف کمال میں ایک صدی گذار دی۔ اب چونکہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ

اردو کے تحقیقی مقالہ میں اعتراف ہوا ہے اس لئے یقین ہے اسے تسلیم کرلیا جائے گا۔ یہ بات میں نے اپنے مقالہ میں ۲۰۰۹ء میں بھی اٹھائی تھی اور حال میں بھی پر زور طریقہ سے کہی، مگر اس میں اولیت کا سہرا ڈاکٹر گیان چند جین کو حاصل ہے۔

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

پروفیسر محمود الٰہی پر لکھتے ہوئے انہوں نے لکھا کہ

''سرسید کی تدوینات نے اردو کی ادبی تدوین کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا۔ اردو کی پہلی ادبی تدوین شبلی کی گلشن ہند مولفہ مرزا علی لطف سنہ ۱۹۰۶ء میں سامنے آئی۔''

(ارمغان رفیع الدین ہاشمی ص ۱۳۳)

---

## میخانہ

''میخانہ'' شعرائے فارسی کا ایک انتہائی اہم تذکرہ ہے۔ اس کے مصنف ملا عبدالنبی ہیں۔ ایک عرصہ تک اہل علم اس سے واقف نہ تھے۔ ابتدائی دور میں انگریز فہرست سازوں نے جو فہرستیں تیار کیں اس میں بھی نہ اس کا نام تھا اور نہ وہ اس سے واقفیت رکھتے تھے۔ تاریخ محمد شاہی عرف نادرالزمانی میں اولاً چند سطور میں اس کا ذکر آیا۔ لیکن علامہ شبلی نعمانی ''میخانہ'' سے نہ صرف واقف تھے بلکہ ''شعرالعجم'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اور ''شعرالعجم'' ہی کے واسطہ سے پروفیسر براؤن نے اس سے استفادہ کیا۔ مولوی محمد شفیع ایم اے نے ''میخانہ'' ایڈٹ کیا تھا، جسے ۱۹۲۶ء میں عطر کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور نے شائع کیا۔ مولوی محمد شفیع ایم اے نے اپنے مفصل مقدمہ میں لکھا ہے کہ

''خدا جزائے خیر دے مولانا شبلی مرحوم کو کہ انہوں نے غالبًا سب سے پہلے شعرالعجم کی پہلی جلد میں میخانہ کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی، اور خواجہ حافظ اور طالب آملی کا ترجمہ لکھتے وقت اس سے مدد بھی لی۔ شعرالعجم کے توسط سے ہی مرحوم پروفیسر براؤن نے میخانہ کے بعض مضامین پر اطلاع حاصل کی۔''

(میخانہ ص ب، عطر کپور اینڈ سنز پبلشرز لاہور، ۱۹۲۶ء)

مولوی محمد شفیع ایم اے نے اس پر جو حاشیہ لکھا ہے وہ لائق ذکر ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''معلوم نہیں ہوسکا کہ مولانا (شبلی) نے میخانہ کا مکمل نسخہ کہاں دیکھا تھا۔ بعض عبارتیں جو انہوں نے نقل کی ہیں وہ ا و ر سے جو آگے مذکور ہیں مختلف ہیں۔ اس سے گمان گذرتا ہے کہ کم سے کم ایک اور نسخہ میخانہ کا مکمل یا نامکمل ہندوستان میں موجود ہے۔ (ایضاً)

اس سے علامہ شبلی کی متنوع اولیات اور گہری نگاہ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

---

## حل لطیف شعرالعجم۔ حصہ چہارم

شعرالعجم کے مختلف حصوں کی متعدد تلخیصات کا ذکر میری مضامین ومقالات میں آچکا ہے۔ حال میں حصہ چہارم کا یہ ''حل لطیف'' ہاتھ آیا ہے۔ اس کے مرتب مولوی ابوالثنا عبدالرحمٰن غازی، موگا ہیں۔ ان کے بارہ میں کسی قسم اطلاع ہمیں دستیاب نہیں ہوسکی ہے۔

''حل لطیف'' کی نسبت مولانا مولوی ابوالفضل محمد لطیف انصاری محزوں جگرانوی کی طرف کی گئی ہے۔ لائق مرتب نے اس حل کے تیار کرنے اور شائع کرنے کا سبب بھی لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''پنجاب یونیورسٹی کی موجودہ ۱۹۲۰ء،۱۹۲۱ء کی اورینٹل اسکیم کے مطابق منشی فاضل کے امتحان میں بجائے سخندان پارس کے مولانا شبلی کی مصنفہ شعرالعجم حصہ سوم، چہارم، پنجم داخل نصاب ہوئیں۔ اور ساتھ ہی یہ کہ ہر ایک کتاب تین سو صفحہ کے انداز میں ہے۔ طرفہ یہ کہ ان سب کا تعلق پہلے پرچہ کے ساتھ ہے۔ جس میں عربی کورس جیسی مشکل کتاب اور حدائق البلاغۃ جیسی دماغ سوز کتاب شامل ہے۔ ایسی مشکل کتابوں کے ہوتے ہوئے شعرالعجم جس کے محض ۲۵ نمبر یونیورسٹی کی طرف سے مقرر ہیں حاصل کرنے کے لئے ہزار صفحہ کا مطالعہ کرنا اور حفظ کرنا ایک زیادہ ہی اہم کام ہو جاتا ہے، حالانکہ خود اصل کتاب ایسی دلچسپ ہے کہ مطالعہ کئے بغیر رہا نہیں جاتا، لیکن تیاری امتحان کے لئے محض مطالعہ ہی کافی نہیں بلکہ اس کا یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔'' (ص۳)

اسی درسی ضرورت کی تکمیل کے لئے یہ ''حل لطیف'' تیار کیا گیا ہے۔ حل کا طریقہ بھی آسان اور دلچسپ ہے۔ بطور نمونہ اس کی ایک مثال نقل کی جاتی ہے۔ علم تاریخ اور شعر کا فرق اس طرح بیان کیا ہے:

| شاعری | تاریخ |
|---|---|
| ایک شخص جنگل میں جا رہا ہے کسی گوشہ سے ایک مہیب شیر ڈکارتا ہوا نکلتا ہے، اس کی پر رعب گونج بھیانک چہرہ خشمگیں آنکھوں نے، اس شخص کے دل کو لرزا دیا، یہ شخص کسی کے سامنے شیر کا حلیہ اور شکل و | علم الحیوانات کا ایک عالم کسی عجائب خانے میں جاتا ہے، وہاں ایک شیر کٹہرہ میں بند ہے، یہ عالم شیر کے ایک ایک عضو کو علمی حیثیت سے دیکھتا ہے اور علمی طریقہ سے کسی مجمع کے سامنے شیر پر لکچر دیتا ہے یہ |

صورت جن موثر الفاظ میں بیان کرے گا وہ شعر ہے۔ تاریخ ہے۔

اس طرح کے حل ''شعرالعجم'' کے اور حصوں کے بھی شائع ہوئے۔ ان کی علمی و تنقیدی حیثیت تو نہیں ہے مگر یہ ''شعرالعجم'' کی مقبولیت کا سبب ضرور بنے۔

شعرالعجم کے پنجاب یونیورسٹی میں شامل ہوتے ہی جہاں حل لطیف جیسے کام شروع ہوئے وہیں انجمن ترقی اردو کے رسالہ اردو میں ''تنقید شعرالعجم'' کا سلسلہ بھی اس کے بعد ہی جنوری ۱۹۲۲ء شروع ہوا اور اکتوبر ۱۹۲۷ء تک چلتا رہا۔ حتیٰ کہ ''شعرالعجم'' نصاب سے خارج کردی گئی۔ صاحب ''تنقید شعرالعجم'' لکھتے ہیں۔

> ''تنقید، میرے لئے ایک علمی مشغلے کا سامان تھی اور میں اس میں پوری دلچسپی لیتا رہا، لیکن جب مجھے معلوم ہوا کہ پنجاب یونیورسٹی نے اسے ایم اے کے نصاب سے خارج کر دیا ہے تو مجھے بڑا رنج ہوا اور میں نے تنقید کا سلسلہ بند کر دیا۔'' (تنقید شعرالعجم ص ب)

رسالہ اردو میں تنقید شعرالعجم کا آغاز شعرالعجم کی پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں شمولیت کے بعد ہوا تھا اور اس کا خاتمہ شعرالعجم کے یونیورسٹی سے اخراج پر ہوا۔ گویا اصل مقصد کی تکمیل ہو چکی تھی۔

---

## علمی مخزن

خواجہ غلام الثقلین [۱۸۷۲-۱۹۱۵ء] وکیل ہائی کورٹ میرٹھ، ایجوکیشنل کانفرنس کے صیغہ اصلاح تمدن کے سکریٹری تھے اور میرٹھ سے ماہنامہ ''عصر جدید'' نکالتے تھے۔ انہوں نے ایک شمارہ میں ''عصر جدید'' کے بارے میں اہل علم کی آراء نقل کی ہیں۔ علامہ شبلی

کی رائے ہے کہ

''عصر جدید کو میں نے اس نگاہ سے دیکھا کہ وہ ایک علمی مخزن ہے، اس بنا پر میں دو تین پرچوں تک افسردہ رہا،لیکن جب یقین ہوگیا کہ وہ اصلاحات کے عمل میں لانے کا ایک آلہ ہے تو میری رائے بدل گئی۔ بے شبہ موضوع کے لحاظ سے وہ مفید اور بکار آمد ہے۔''

(ماہنامہ عصر جدید میرٹھ،فروری ۱۹۰۴ء ص ۸۶)

---

## کفایت شعاری

ماہنامہ عصر جدید میرٹھ کے متعلق علامہ شبلی نعمانی نے اس کے مدیر خواجہ غلام الثقلین کو جو خط لکھا تھا،خواجہ صاحب نے اس سے ایک اقتباس ماہنامہ عصر جدید میں نقل کیا ہے۔ جو درج ذیل ہے:

''مسلمانوں کو کفایت شعار بنانے کی صرف دو صورتیں ہیں۔اولاً عورتوں کی تعلیم، کیوں کہ مصارف رسمی میں بڑا حصہ انہی کا ہے۔ دوسرے چند افراد کا نمونہ بننا۔ایک عملی آدمی ہزار اسپیکروں سے زیادہ مفید ہے۔''

(ماہنامہ عصر جدید میرٹھ،فروری ۱۹۰۴ء ص ۸۷)

علامہ شبلی کا یہ اقتباس نقل کرنے کے بعد خواجہ صاحب نے اس پر تبصرہ کیا ہے کہ

''مولانا کی رائے نہایت صائب اور قابل وقعت ہے۔اگرچہ عورتوں کی تعلیم جو سخت ضروری ہے،صرف وہی کافی نہیں۔کیونکہ مرد بھی بیکاری اور فضول خرچی میں عورتوں سے بہت زیادہ ہیں۔رسوم کا خرچ اگرچہ زیادہ عورتوں کی وجہ سے ہے،مگر اس کے علاوہ جو خرچ ہوں وہ کس کے ذمہ

ہیں۔؟

گیرم کہ وقت ذبح طپیدن گناہ من
دانستہ دشنہ تیز نہ کردن گناہ کیست؟

(ماہنامہ عصر جدید میرٹھ، فروری ۱۹۰۴ء ص ۸۷)

---

## کلام شاطر: ایک نادر تحریر

شمس العلماء، خان بہادر نواب عبدالرحمٰن شاطر مدراسی [۱۸۷۷-۱۹۴۳ء] بڑے ذی علم شخص تھے۔ اردو، عربی اور فارسی میں مہارت حاصل تھی۔ ان کا تعلق والا جاہی خاندان سے تھا۔ ان کے گھرانے میں اردو شعر و ادب کی شمع عرصہ تک روشن رہی۔ ان کے والد خان بہادر عبدالغنی خاں اسیر اور ان کے برادران گوہر و اختر سب داد سخن دیتے تھے۔ شاطر مدراسی فارسی کے سرکاری مترجم رہے۔ پرنس آف ارکاٹ کے نمائندہ رہے۔ مگر شاعری ہر حال میں جاری رہی۔ ان کے درج ذیل مجموعہ کلام شائع ہوئے۔

۱۔ اعجاز عشق، ۲۔ ضمیمہ اعجاز عشق، ۳۔ گلدستہ شاطر [م: ۱۹۱۰ء]، ۴۔ احسان عشق [م: ۱۹۲۵ء]، ۵۔ ضمیمہ احسان عشق، ۶۔ چار جوہر [م: ۱۹۳۴ء]

شاطر مدراسی ۱۹۰۱ء سے ۱۹۰۴ء تک ریاست حیدرآباد میں رہے۔ یہی زمانہ علامہ شبلی کے قیام حیدرآباد کا بھی ہے۔ یہیں دونوں میں تعلقات قائم ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں شاطر کا قصیدہ ''اعجاز حسن'' شائع ہوا۔ اس پر انہوں نے متعدد ارباب کمال سے تقریظ لکھوائی۔ جس میں حالی، شبلی، امجد اشہری وغیرہ متعدد اہل قلم شامل ہیں۔ یہ علامہ شبلی کی غیر مدون اور کم یاب تحریر ہے۔ اس لئے یہاں نقل کی جاتی ہے۔

''آپ کا قصیدہ میں نے دیکھا۔ اس سے پہلے آپ کی مختلف نظمیں نظر

افروز ہوئی تھیں۔میں مدت سے آپ کی قادرالکلامی اورخوش فکری کا
معترف ہوں۔آپ کے کلام میں فلسفیانہ خیالات جس خوبی و برجستگی
سے ادا ہوتے ہیں اس کی مثالیں اردو میں بہت کم ملتی ہیں۔''
(تاریخ ادب اردوٹمل ناڈو،ص۳۳۳)

---

## مولانا شبلی کا ماحول اور محبت پدری کے تقاضے

ہلال احمد زبیری کراچی نے ایک کتاب لکھی ہے''پیارے بیٹے، پیاری بیٹی''۔اس میں بیٹے اور بیٹیوں کے نام والد کے خطوط نقل کر کے ان سے نتائج اخذ کئے ہیں۔یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ ہلال احمد زبیری کی تالیف ہے۔جبکہ دوسرا حصہ ایوان جونز کے قلم سے ہے۔ جسے ہلال احمد زبیری نے اردو میں ترجمہ کیا ہے۔

اور مشاہیر کے ساتھ علامہ شبلی کا بھی ذکر ہے۔اوران کی عائلی زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔اور علامہ شبلی کے وہ خطوط جوان کی بیٹی فاطمہ کے نام ہیں نقل کر کے علامہ شبلی کی عائلی زندگی کی وضاحت کی ہے۔اور دکھایا ہے کہ وہ خوش گوار نہ تھی۔ پھراسی منظر میں خطوط شبلی بنام فاطمہ نقل کر کے نتائج نکالے ہیں۔

مصنف نے سارازورعائلی زندگی پر صرف کیا ہے۔ اوران کی دونوں شادیوں، اہلیہ اور بچوں کا ذکر کیا ہے۔ دوسری شادی پر بیٹے حامد کے مفرور ہونے کا بھی ذکر کیا ہے۔ فاطمہ کی بیماری اور علامہ شبلی کی عدم موجودگی کا بھی ذکر کیا ہے۔لیکن ایسا کیوں تھا مصنف اس کی بخوبی وضاحت نہیں کرسکا ہے۔اس میں متعدد صریح اغلاط بھی راہ پا گئے ہیں۔مثلاً علامہ شبلی کو دائرۃ المعارف سے وابستہ لکھنا قطعی طور پر غلط ہے۔اسی طرح کی بعض دوسری غلطیاں بھی ہیں۔

ہلال احمد زبیری صاحب نے موضوع اچھا منتخب کیا تھا،مگر وہ اس کا حق نہیں ادا کر سکے۔علامہ شبلی کی عائلی زندگی کو سمجھنے کے لئے ان کی علمی وادبی زندگی کے ساتھ سماجی زندگی کو بھی سامنے رکھنا ہوگا۔علامہ شبلی ایک بار اپنی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔کسی نے ان کے بیٹے حامد حسن نعمانی[۱۸۸۰-۱۹۴۲ء] کے میڈل پانے کا فخریہ ذکر کیا تو علامہ نے برجستہ کہا کہ یہ تو کسی نٹ کے بیٹے کی تعریف ہوئی شبلی کے بیٹے کی نہیں۔آپ اس سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ فکر شبلی کیا تھی اور کیوں کر وہ بہت سے عائلی معاملات ومسائل کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دے سکے۔

مولانا غلام رسول مہر کو بھی یہ تحریر پسند نہیں آئی، چنانچہ انہوں نے ہلال احمد زبیری کو اس کی طرف متوجہ کیا۔اس کے جواب میں زبیری صاحب نے لکھا کہ

> ''مولانا شبلی کے خطوط کے بارے میں بھی کچھ ایسی ہی صورت پیش آئی۔ یہ خطوط میں نے مکاتیب شبلی سے لئے ہیں،مگر جب مولانا کے حالات زندگی کو ان مکتوبات سے متعلق کرنے کی ضرورت پیش آئی اور مولانا کے سوانح جو مولانا سید سلیمان ندوی نے مرتب کئے تھے ان کے پڑھنے کے بعد ان کے ایک اور سوانح نگار کی تنقید نظر سے گذری تو اس میں ایک مستقل باب مولانا کے اپنی اولاد کے ساتھ سلوک پر تھا اور اس میں بڑی تفصیل کے ساتھ ان خطوط پر بحث کی گئی تھی۔سوانح نگار کا نام شاید شیخ اکرام ہے۔میرے پاس اس وقت پورا حوالہ نہیں ہے۔کتاب لکھنو کی مطبوعہ ہے۔ بہرحال مجھے وہ بحث حقیقت پر مبنی معلوم ہوئی اور تمام حالات کو خطوط کے ساتھ ملا کر پڑھا تو جو کچھ میں نے لکھا ہے وہ مجھ کو بالکل صحیح معلوم ہوا۔انگریزی کے جن خطوط کا ترجمہ میں نے حصہ دوم کے لئے کیا ہے،ان میں بھی ایسے خطوط شامل ہیں،جن میں باپ کے

بیٹے یا بیٹی کے ساتھ طرز عمل پر اس قسم کے تنقیدی اشارے موجود ہیں۔
اس لئے میں نے اس رخ کو اختیار کرلیا، اب اگر آپ نامناسب خیال
فرماتے ہیں تو مجھے اس پر اصرار ہرگز نہیں ہے۔ ہر سچی بات کا اس طرح
اعلان ضروری نہیں ہے۔ اور نہ یہ کوئی اہم مسئلہ ہے۔ میری رائے یہ ہے
کہ خطوط رہنے دیجئے اور تنقید جو فاطمہ کے خطوط پر کی گئی ہے اسے حذف
کردیجئے۔ فاطمہ کے نام تینوں خطوط[۱][۲][۳] کے ضمنی عنوانات سے
صرف اس تصریح کے ساتھ کہ بیماری کے دوران لکھے گئے تھے، دیدئے
جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

میں نے جو کچھ لکھا تھا محض ایک ایماندارانہ تنقید کے طور پر لکھا
تھا۔ ورنہ مجھے مولانا شبلی جیسی شخصیت سے کیا عداوت ہوسکتی ہے۔(۱۹)

---

## مولانا شبلی کے تاریخی مضامین

تمام بڑے بڑے اہل قلم نے اعتراف کیا ہے کہ اردو میں اگر مقالہ نگاری کے آغاز کا سہرا سرسید احمد خاں کے سر ہے تو تاریخی مقالہ نگاری کا شرف علامہ شبلی کو حاصل ہے۔ الجزیہ، کتب خانہ اسکندریہ اور حقوق الذمیین وغیرہ علامہ شبلی کے ایسے ہی مشہور تاریخی مقالات ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے کثرت سے تحقیقی و تاریخی مقالات لکھے۔ ان کا ایک مجموعہ ''رسائل شبلی'' کے نام سے ۱۸۹۸ء میں خود انہوں نے شائع کیا تھا۔ بعدازاں متعدد اہل علم نے ان کے تاریخی مقالات کے مجموعے شائع کئے۔ راقم نے اس طرح کے متعدد مجموعہ مضامین و مقالات کا تعارف اپنی کتاب 'آثار شبلی' میں پیش کیا ہے۔ گذشتہ دنوں اس سلسلہ کا

ایک اور مجموعہ جسے مشہور مصنف ومولف اور مورخ منشی عبدالرحمٰن شوق امرتسری نے مرتب کیا ہے، نظر سے گذرا۔ اسے ملک دین محمد تاجر کتب کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔ سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔ اس میں درج ذیل مضامین شامل ہے:

۱۔ ہمارے علماء اوران کے فرائض ۲۔ قدیم تعلیم

۳۔ طریق ترجمہ اوراس کی صحت ۴۔ جزیہ اوراسلام

۵۔ فن طب اوراس کے ابتدائی مشاہیر

منشی عبدالرحمٰن شوق امرتسری نے علامہ شبلی کے علاوہ سرسید اور مولوی نذیر احمد کے مجموعہ مضامین بھی شائع کیے ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں:

۱۔ سرسید کے اخلاقی مضامین ۲۔ مضامین حالی

۳۔ مولوی نذیر احمد کے علمی مضامین۔ وغیرہ

---

## ہندوستانی دواخانہ دہلی

مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں [۱۸۶۸-۱۹۲۷ء] کے عظیم الشان کارناموں میں ایک ہندوستانی دواخانہ دہلی کا قیام بھی شامل ہے۔ اس دواخانہ میں سیکڑوں ادویات تیار کی جاتی تھیں اور وہ تمام ہندوستان میں فروخت ہوتی تھیں۔ اس تجارت سے جو نفع ہوتا تھا وہ طبیہ کالج دہلی پر صرف ہوتا تھا۔

۱۹۱۱ء میں ہندوستانی دواخانہ دہلی کی ادویات کی ایک مفصل فہرست شائع ہوئی ہے، جس میں علاوہ دیگر تفصیلات کے دواخانہ کے متعلق اہل علم اور دانش وروں کے آراء و خیالات بھی نقل کئے گئے ہیں۔ ان دانش وروں میں ایک نام علامہ شبلی نعمانی کا بھی ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

''میں نے ہندوستانی دواخانہ کو مارچ ۱۹۱۰ء میں دیکھا اور دیر تک دیکھنے میں مصروف رہا۔ میں نے ہندوستان میں کوئی دواخانہ اس سروسامان اور اتنے پیمانہ کا نہیں دیکھا۔ مفرد دوائیں نہایت عمدہ مہیا کی جاتی ہیں اور مرکب دوائیں نہایت احتیاط اور طبی اصول سے تیار کرائی جاتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جناب حاذق الملک دام فیضہ جس کارخانہ کے نگراں و مربی ہوں اس کی خوبی و عمدگی میں کس کو کلام ہوسکتا ہے۔؟ (۲۰)

---

## بانکی پور پٹنہ کا سفر

۱۹۱۳ء کے اوائل میں علامہ شبلی نے پٹنہ سفر کیا اور انجمن اسلامیہ بانکی پور کی ایک تقریب میں شریک ہوئے۔ لیکن اس سے زیادہ اس سفر کی تفصیلات دستیاب نہیں۔ حتیٰ کہ تقریب کی صحیح تاریخ بھی معلوم نہیں ہوسکی۔ البتہ اس موقع پر پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی [۱۸۸۸-۱۹۷۷ء] نے جو خیر مقدمی نظم پیش کی تھی وہ ماہنامہ تمدن دہلی اپریل ۱۹۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔ اسی سے اس سفر کا علم ہوا۔ قدردانان شبلی کے لئے یہ نظم یہاں پیش کی جارہی ہے۔ اسے نقل کرنے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ماہنامہ تمدن کے شمارے علی العموم دستیاب نہیں ہیں اور پروفیسر محمد مسلم عظیم آبادی کے کلام کا ''رقص شرر'' کے نام سے کراچی سے جو انتخاب شائع ہوا ہے یہ نظم اس میں شامل نہیں ہے۔

نغمہ زن کیوں شاخ گل پر بلبل ناشاد ہے　　آج کیوں اجڑا ہوا اک گلستاں آباد ہے
پل رہا ہے پتا پتا ہے یہ جوش انبساط　　کس طرح تنتا اکڑتا باغ میں شمشاد ہے
نرگس بیمار بھی بشاش آتی ہے نظر　　بلبل ناشاد بھی دیکھو کہ کیسی شاد ہے
آمد آمد آج کس گل کی ہے کیسی دھوم ہے　　صحن گلشن میں یہ کیا شور مبارک باد ہے

مل گئی ہے کون سی ایسی تجھے دولت؟ بتا	کیوں دماغ آج آسماں پراے عظیم آباد ہے
کان دھرئے کیا صدا دیتی ہیں گا کر بلبلیں	کہتے ہیں انداز غنچوں کے کہ کچھ ارشاد ہے
آج ہے اس کے قدم سے عزت اپنی خاک کو	اس کے دم سے آج یہ اجڑا دیار آباد ہے
جو ہے باپ اردو ادب کا علم وفن کا سرپرست	فارسی کی شاعری میں آج جو استاد ہے
جس کی تحریریں سند ہیں اک محقق کے لئے	جس کی سٹائل مصنف کے لئے خیراد ہے
دھاک ہے تیغ قلم کی جس کی ملک علم میں	فیصلوں پر جس کے دشمن دوست سب کا صاد ہے

اس کی کن کن خوبیوں کو ہم گنیں؟ کیا کیا کہیں
ہے بجا اس کو اگر ہم علم کا دیوتا کہیں (۲۱)

اس کے علاوہ بھی پروفیسر مسلم عظیم آبادی نے اپنی بعض تخلیقات میں علامہ شبلی کو خراج عقیدت پیش کیا ہے۔راقم نے انہیں اپنی کتاب شبلی سخنوروں کی نظر میں یکجا کیا ہے۔(۲۲)

---

**تعلیقات وحواشی:**

(۱) ماہنامہ معارف اپریل ۲۰۱۹ء ص ۲۵۹
(۲) حسام الاسلام ص ۲۲۷
(۳) مجالس حکیم الامت، ماہنامہ البلاغ کراچی مارچ ۱۹۷۰ء ص ۳۹-۴۰
(۴) حیات شبلی ص ۶۳۰
(۵) روزنامہ پیسہ اخبار، ۱۱/اپریل ۱۹۱۴ء، ص ۳
(۶) روزنامہ پیسہ اخبار، ۱۷/اکتوبر ۱۹۰۶ء، ص ۱۶
(۷) ماہنامہ نظام المشائخ، دہلی، جلد ۲ نمبر ۴، ص ۴۵
(۸) ماہنامہ، پنجاب ریویو لاہور مئی جون ۱۹۱۱ء ص ۶۴
(۹) ایضاً ص ۴۶

(۱۰) ماہنامہ نظام المشائخ، دہلی، ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۲

(۱۱) رپورٹ انتظامیہ ریاست رامپور سنہ ۸۹،۹۰ ء ص ۲۱۴ مطبوعہ دبدبہ سکندری پریس رامپور

(۱۲) پیسہ اخبار، لاہور، ۳ ستمبر ۱۹۰۶ ص ۲۱

(۱۳) پیسہ اخبار، لاہور، ۱۰/ مارچ ۱۹۰۶ء، ص ۱۱

(۱۴) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ۔۱۰/ مارچ ۱۸۹۳ء

(۱۵) ہمدرد، دہلی ۳/ مارچ ۱۹۱۴ء، ص ا۔ مدیر مولانا محمد علی جوہر بحوالہ انجمن خدام کعبہ ص ۹۳

(۱۶) مقدمہ فہرست مخطوطات اردو اول ص ۱۴-۱۵

(۱۷) مولوی مہدی علی خاں کے بارے میں عرشی صاحب نے لکھا ہے کہ

''مولوی مہدی علی خاں مرحوم کتب خانہ کے تحویل دار تھے۔ فارسی کی تعلیم باضابطہ پائی تھی۔ اردو میں شعر بھی کہتے تھے۔ اور حضرت امیر مینائی سے تلمذ تھا۔ موصوف کو میں نے خود دیکھا تھا۔ آخر عمر میں ضعف کے باعث سواری میں کتب خانہ آتے جاتے تھے۔ لیکن حافظہ کا یہ عالم تھا کہ کتاب کا حلیہ سن کر الماری میں سے نکال لاتے تھے۔ ان کی متعدد تصنیفات کتب خانہ میں موجود ہیں۔'' (ماہنامہ معارف اکتوبر ۱۹۳۴ ص ۳۰۲)

(۱۸) ماہنامہ معارف اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۳۰۲

(۱۹) غیر مطبوعہ: عطیہ جناب امجد سلیم علوی صاحب لاہور

(۲۰) ہندوستانی دواخانہ کی فہرست ادویات، ص ۹۳

(۲۱) ماہنامہ تمدن، دہلی، اپریل ۱۹۱۳ء ص ۲۷

(۲۲) شبلی سخنوروں کی نظر میں ص ۱۴۷

◆◆◆

[۲]

# علامہ شبلی کے چند غیر مدون خطوط

علامہ شبلی کے منتشر اور متفرق خطوط کا مجموعہ ''مکتوبات شبلی'' دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے گذشتہ دسمبر ۲۰۲۱ء میں شائع کیا ہے، جس میں علامہ کے ۷۱۳رخطوط شامل ہیں۔ اسے ناچیز نے مرتب کیا ہے۔ ابھی اس ایڈیشن کا ذکر بھی اہل ذوق تک پہنچا تھا کہ چند اور خطوط دستیاب ہوگئے۔

ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نامور اہل قلم، محقق ونقاد اور ماہر شبلیات ہیں۔ ان کے قلم سے درجنوں محققانہ کتابیں نکل چکی ہیں۔ ان کی ادارت میں شائع ہونے والے ششماہی مجلّہ نقطۂ نظر اسلام آباد نے علامہ شبلی پر خصوصی شمارہ شائع کیا ہے۔ جس میں علامہ شبلی کے دس غیر مدون خطوط شامل ہیں۔ ان میں پانچ خطوط ایسے ہیں جو مکتوبات شبلی کے جدید ایڈیشن مطبوعہ ۲۰۲۱ء میں شامل ہیں۔ جو پانچ خطوط مکتوبات شبلی میں شامل نہیں ہیں انہیں یہاں درج کیا جاتا ہے۔ ان خطوط پر فاضل مرتب ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے تعارفی تمہید کے ساتھ بڑے عمدہ اور معلومات افزا حواشی لکھے ہیں۔ خطوط کے ساتھ ان حواشی کو بھی فاضل مرتب کے شکریہ کے ساتھ نقل کیا جاتا ہے۔

[۱]

ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور کے ماہنامہ ''المعارف'' کی اشاعت بابت دسمبر ۱۹۸۳ میں بہاول پور کے جناب محمد کامران فاروقی کے شکریے کے ساتھ زیر نظر مکتوب شائع کیا گیا

ہے۔ انہیں یہ خط مولوی فضل محمد (م ۲۶ جولائی ۱۹۸۳ء) سابق ڈسٹرکٹ جج بہاول پور کے کتب خانے سے دستیاب ہوا تھا۔ مکتوب کے مضمون سے واضح ہے کہ مکتوب الیہ قرآن کریم کا کوئی نادر نسخہ پیش کرنا چاہتے تھے جس کے تعارف کے لئے علامہ شبلی اخبارات اور ''الندوہ'' میں لکھنے کے لئے تیار تھے۔

جناب من! السلام علیکم

والا نامہ آیا۔ نیکی اور پوچھ پوچھ۔ آپ فوراً قرآن مجید مذکور بھیج دیں۔ کتب خانہ ندوہ میں داخل کر دیا جائے گا، اور میں مختصر سی کیفیت کے ساتھ اس کا ذکر اخبارات اور رسالہ الندوہ میں کروں گا۔

شبلی

۱۷ مارچ ۱۹۰۹ء

---

[۲]

داغ دہلوی [م: ۱۹۰۵ء] کے معروف شاگرد، ادیب اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شعبہ اردو کے استاد سید علی احسن معروف بہ احسن مارہروی [۱۸۷۶-۱۹۴۰ء] علامہ شبلی سے تعلق خاطر رکھتے تھے۔ نومبر اور دسمبر ۱۹۱۴ء میں یکے بعد دیگرے علامہ شبلی اور مولانا حالی کے انتقال پر انہوں نے پر درد مرثیہ ''کسوف الشمسین'' کے نام سے لکھا تھا جو نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوا تھا۔ علامہ شبلی کی اردو نثر کے مداح تھے۔ انہوں نے ''تاریخ نثر اردو بنام تاریخی نمونہ منثورات'' کے حصہ اول (علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۰ء) میں لکھا ہے:

''ان [علامہ شبلی] کی جامعیت وقابلیت محتاج تعارف نہیں، سب جانتے ہیں کہ اس وقت جس تحقیق وتنقید نے اہل قلم میں عام تقلید رو دوڑائی ہے وہ انہیں کی ذات ہے۔ حدیث وفقہ، تعلیمات ومواعظ کے ہر شعبے میں وہ

ایک خاص حیثیت رکھتے ہیں۔لیکن تاریخ وادب میں جن حکیمانہ انکشافات اورنکتہ آرائیوں سے اس فن کواستقلال بخشا ہے اس خصوص میں ان سے پہلے اور نیز ابتک کوئی ان کا حریف نظرنہیں آتا۔ان کی تحریروں میں لطیف رنگینیوں اور جاذب روح دل کشیوں کے ساتھ جو صفائی وسادگی موجود ہے وہ روش ان کے بعد تمام اہل قلم کے لئے موجب افتخار رہے۔تبصرہ وتحقیقات کو جس انداز خصوصی کے ساتھ انہوں نے ملک میں مروج کیا ہے ،اس کی پیروی کے لئے اچھے سے اچھا انشاپرداز بھی متمنی نظرآتا ہے۔اپنے ہر بیان کو وہ بہت توضیح سے بیان کرنے کے عادی ہیں۔جس کی وجہ سے کہیں کہیں تکرار مضامین کی نوبت آجاتی ہے۔لیکن اس قسم کے مکررات سے بادی النظر میں سہوونسیان کے سوا کوئی نقصان معلوم نہیں ہوتا۔سرسیدان کے انداز کو پسند کرتے اور کہا کرتے تھے کہ ''تم تو دہلی ولکھنو دونوں کے لئے باعث رشک ہو۔'' اس واقعہ بیانی کا یہ ثبوت ملتا ہے کہ آج جتنے مشاہیر معاصرین ادب ہیں وہ اس معلم ادب کے ہم سبق یا ہم روش یا مقلد نظرآتے ہیں۔(۱)

احسن مارہروی نے اپنی مذکورہ تالیف میں اردو نثر میں مکتوب نگاری کے نمونوں کے تحت متعدد مشاہیر کے مکتوبات نقل کیے ہیں۔انہی میں ان کے اپنے نام علامہ شبلی نعمانی کا حسب ذیل مکتوب شامل ہے۔(۲)

جناب من!

مجھ کو معلوم نہ تھا کہ آپ ''شعرالعجم'' (۳) کے قدر دان ہوں گے۔میری تصنیفات میں یہ سب سے نامقبول تر ہے،اس لیے بدگمانی کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا۔آج آپ نے شوق ظاہر کیا تو ہدیۂ خدمت ہے۔

'الندوہ'(۴) نہایت غریب پرچہ ہے۔کل [دوروپیہ] قیمت، اشاعت کچھ نہیں، محرر کی تنخواہ نہیں نکلتی، اس لیے نئے مبادلے بالکل بند ہیں۔ نصاب وغیرہ الگ چھپے ہیں۔لکھیے گا تو بھیج دوں گا۔

ہوس پرستان اردو پرہنسی آتی ہے۔اصلاح ومعیار، اور کیا کیا، یہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ کیا کام ہے اور کس کے کرنے کا ہے۔غزل اور غزل نما نثر کی دو چار سطروں کے لکھنے کو یہ زبان کی بادشاہی سمجھتے ہیں، لیکن کیا کیا جائے، خر بازاری ہے۔جو شخص جو چاہتا ہے، کہتا ہے۔کون کس کی زبان کو روکے۔............ بدست کودکان افتادہ است

شبلی

۲۷رجنوری ۱۹۱۰ء

---

[۳]

رہتک کے صدیقی خانوادے کے ایک فرد پیرزادہ ابراہیم حنیف [۱۶ردسمبر ۱۸۹۱- ۹راپریل ۱۹۶۰ء] مذہبی خیالات کے حوالے سے ایک بہت متنازع فیہ شخصیت تھے (۵) انہوں نے مڈل کا امتحان پاس کرنے کے بعد ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلے اور حصولِ وظیفہ کے لیے درخواست بھیجی تھی۔اس درخواست پر علامہ شبلی نے جواب میں حسب ذیل مکتوب لکھا جو پروفیسر منظور الحق صدیقی (م ۲۰۰۴) نے اپنی تالیف ''مآثر الاجداد'' میں مکتوب الیہ کے تذکرے میں شامل کیا ہے۔(۶)

جناب من! السلام علیکم

ندوہ میں کوئی وظیفہ اس وقت خالی نہیں۔سو روپے ماہوار اس مد پر خرچ کیے جاتے ہیں اور اس سے زیادہ کی گنجایش نہیں۔

شبلی

۲؍اگست ۱۹۱۱ء

---

[۴]

سید نظام الدین شاہ دلگیر اکبر آبادی [۱۸۸۳-۱۹۳۴ء] نے آگرہ سے ادبی ماہنامہ ''نقاد'' جاری کیا تھا۔اس کا پہلا شمارہ جنوری ۱۹۱۳ء میں شائع ہوا۔مضامین، کتابت، طباعت اور کاغذ ہر لحاظ سے ایک عمدہ رسالہ تھا۔اس کا شمار جلد ہی اردو کے ممتاز ادبی اور علمی رسائل میں ہونے لگا تھا۔ مارچ ۱۹۱۳ء کے شمارے میں ''نقاد'' کے بارے میں علامہ شبلی کے مندرجہ ذیل تأثرات چھپے تھے (۷)، جو مدیر ''نقاد'' کے نام جیسا کہ انداز تحریر سے ظاہر ہے، مکتوب سے لیے گئے ہیں۔

''نقاد'' کے دو پرچے پہنچے۔مکرر شکریہ عرض ہے۔اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ہوں۔

کہ سلطاں نخواہد خراج از خراب

بصارت نصف رہ گئی ہے۔غذا بھی صرف ایک وقت، وہ بھی ہضم نہیں ہوتی۔اب اللہ ہی اللہ ہے!

شبلی

---

[۵]

علامہ شبلی کے ماموں زاد بھائی، مولانا حمید الدین فراہی [۱۸۶۲-۱۹۳۰] ان کے شاگرد تھے، اور علمی معاملات میں معاون بھی۔ان کے نام علامہ شبلی کے مکاتیب کا بڑا حصہ ''مکاتیب شبلی'' حصہ دوم میں شامل ہے۔(اعظم گڑھ: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، ۱۹۷۱: ۱-

۵۵) بعد میں ان کے نام ''درس'' (شبلی نمبر) میں دو مکمل اور ایک ادھورا مکتوب شائع ہوا۔ یہی آخر الذکر مکاتیب ''ادیب'' (علی گڑھ) کے شبلی نمبر میں شائع ہوئے، اور مشتاق حسین کی مرتبہ ''باقیاتِ شبلی'' کا بھی حصہ بنے۔ ''باقیاتِ شبلی'' کے حوالے سے ''مکتوباتِ شبلی'' میں درج کر لیے گئے۔ (افسوس کہ نقل در نقل ہوتے ہوئے پہلے مکتوب میں متعدد اغلاط در آئی ہیں)

مولانا فراہی کے سیرت نگار ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی نے ان کے نام مندرجہ ذیل سہ سطری رقعہ متعارف کرایا ہے (۸)، جو حیدر آباد دکن میں ان کی ملازمت طے پا جانے پر انہیں بطور اطلاع و مشورہ لکھا گیا تھا۔ یہ رقعہ اصلاً عبدالحی ماتریدی کے ایک مکتوب (بنام شبلی نعمانی) پر درج تھا۔ مولانا فراہی کی ملازمت کے سلسلے میں علامہ شبلی کی تگ و دو کا کچھ ذکر ''مکاتیب شبلی، حصہ دوم'' کے ان مکاتیب میں بھی ہے جو ستمبر تا نومبر ۱۹۱۳ء کے درمیان لکھے گئے تھے۔

برادرم!

میں نے تمہارے متعلق مولوی سید حسین صاحب (۹) کو ایک پر زور خط لکھا تھا۔ بارے اس کا نتیجہ اچھا نکلا۔ ماتریدی کا خط بعینہٖ مرسل ہے۔ تم قبول کرلو۔

تم اگر حیدر آباد بھیجے جاؤ گے تو شاید گرمیاں میں بھی وہیں بسر کروں۔

شبلی

۲؍فروری ۱۹۱۴ء

علامہ شبلی نعمانی کے اب تک ۱۲۲۲ مکتوبات و مراسلات مدون ہو کر شائع ہو چکے ہیں۔ یہ پانچ خطوط اس میں اضافہ ہیں۔ ان کی اشاعت سے مدون اور معلوم مکاتیب شبلی کی تعداد ۱۲۲۷ ہوگئی ہے۔

**تعلیقات وحواشی:**

(۱) احسن مارہروی،تاریخ نثراردو بنام تاریخی نمونہ منثورات،حصہ اول،علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس ۱۹۳۰ء(اس اشاعت کا عکس،اسلام آباد،مقتدرہ قومی زبان ۱۹۸۶):۳۵۱-۳۵۲

(۲) ایضاً:۵۷۳

(۳) جب یہ مکتوب لکھا گیا تو شعرالعجم کا صرف پہلا حصہ شائع ہوا تھا،اورعلامہ شبلی اس کی عدم پذیرائی سے کچھ دل گرفتہ تھے۔

(۴) الندوہ نے اگست ۱۹۰۴ء سے اپنے سفر اشاعت کا آغاز کیا۔اس کی ادارت سے علامہ شبلی نعمانی اورنواب حبیب الرحمٰن خاں شروانی (م ۱۹۵۰ء) کے نام وابستہ تھے۔ابتدا میں اس کے محتویات نے ہلچل پیدا کی مگر وقت کے ساتھ وہ ابتدائی تحرک قائم نہ رہ سکا۔۱۹۱۰ء میں علامہ شبلی نگران کار تھے،مگرادارت مولانا عبدالسلام ندوی (م ۱۹۵۶ء) کے ذمے تھی۔

(۵) سوانح حیات اورخیالات کے لئے دیکھئے :منظورالحق صدیقی ''مآثرالاجداد''،لاہور: المکتبۃ السّلفیہ،۱۹۶۴۔وہی مصنف''مولانا مودودی: چند یادیں،چند آثار''،لاہور:البدر پبلی کیشنز ۱۹۸۹ء

(۶) منظورالحق صدیقی،مآثر الاجداد'،حوالہ مذکور:۱۵۸

(۷) دیکھئے اکبرحیدری کاشمیری [مقالہ]نقادآگرہ،سہ ماہی اردو(کراچی) جنوری تادسمبر ۱۹۹۷ء،۲۹۷-۳۱۹

(۸) شرف الدین اصلاحی،مشاہیر کےخطوط امام حمیدالدین فراہی کے نام،لاہور:دارالتذکیر ۱۹۹۷ء،۶۳

(۹) نواب عمادالملک سیدحسین بلگرامی (م۳جون۱۹۲۶) جومدارالمہام نواب سالار جنگ ثالث کے مشیر تھے۔



[۳]

# علامہ شبلی کی ایک نادر تحریر

(ندوۃ العلما کے سالانہ اجلاس دہلی میں کیا ہوگا اور کیا کیا ہونا چاہئے۔)

''علامہ شبلی تحریک ندوۃ العلماء سے اس کے آغاز ۱۸۹۴ء سے وابستہ رہے اور جب سررشتہ علوم وفنون حیدرآباد کی نظامت کے عہدہ سے مستعفی ہوکر ندوہ آئے تو ان کی تمام تر دلچسپی کا مرکز ندوۃ العلماء ہوگیا۔ ندوۃ العلماء کا جب سالانہ اجلاس قریب آتا تو علامہ شبلی کی سرگرمیاں اور بڑھ جاتیں حالانکہ وہ محض معتمد تعلیم تھے۔ تاہم وہ احباب اور اراکین کو خطوط لکھ کر اجلاس میں شرکت کی یاد دلاتے، نئے اراکین کے انتخاب کے سلسلہ میں مشورہ کرتے۔ گذشتہ اجلاسوں کا جائزہ لیتے اور ان پر ردو قدح کرتے، اور نئی تجاویز اور نئے منصوبے پیش کرتے تاکہ تحریک کو ترقی دی جائے۔

علامہ شبلی ندوہ کو نہ صرف جدید وقدیم کا سنگم اور فضلائے ندوہ کو مجمع البحرین بنانا چاہتے تھے بلکہ ان کی تمنا تھی کہ ہندوستان کے مسلمانوں کو جن مذہبی اور معاشرتی مسائل کا سامنا ہے ان سب کا مرکز ندوہ ہونا چاہئے، اس کے لئے وہ نئی تجاویز پیش کرتے۔ نئے نئے منصوبے بناتے اور ان سے اراکین ندوہ کو آگاہ کرتے اور ان سے رائے مشورہ کرتے۔

ندوہ کے کئی اجلاس میں جن سے پہلے انہوں نے آئندہ کے منصوبے اخبارات میں پیش کئے تا کہ فضا سازگار اور ہموار رہے۔ ایسا ہی انہوں نے ندوہ کے ۱۹۱۰ء کے اجلاس دہلی سے متعلق متعدد تجاویز پیش کی تھیں جو اخبار پیسہ لاہور میں ۱۷رفروری و ۲۵رفروری ۱۹۱۰ء کے شماروں میں شائع ہوئی تھیں۔

راقم الحروف نے پروفیسر احمد سعید مرحوم سے جنہوں نے اخبار پیسہ لاہور ۱۹۰۷ سے ۱۹۴۷ء کا اشاریہ تیار کیا ہے اور جسے مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیا ہے۔ یہ درخواست کی کہ علامہ شبلی کی یہ نادر تحریر حاصل کرنے میں ہماری مدد کریں۔ چنانچہ انہوں نے اخبار پیسہ لاہور میں تلاش کر کے اس کا عکس بھیجا۔ افسوس موصوف نے ۱۳رجنوری ۲۰۲۱ء کو وفات پائی۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔

علامہ شبلی کی ندوہ کے سالانہ اجلاس ۱۹۱۰ء سے متعلق یہ بیش قیمت تحریر جو ان کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے، متعدد وجوہ سے بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ اس سے جہاں علامہ شبلی کی متعدد تعلیمی، ملی اور معاشرتی مسائل و معاملات سے گہری دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے، وہیں ان کے بعض ملی منصوبوں کی بھی صراحت ہوتی ہے۔ اس نادر تحریر سے یقین ہے افکار شبلی بالخصوص ان کے نظریہ ندوہ کی تفہیم و توضیح میں مدد ملے گی۔ اس لئے اسے قارئین کی نذر کیا جاتا ہے۔

---

ندوہ پیدا ہو کر چند روز کے لیے بظاہر گم ہو گیا تھا۔ بے درد اس کی گم شدگی سے خوش ہوئے۔ بے پرواہ اس کو بھول گئے۔ لیکن جن کے دلوں میں اسلام کا درد تھا، ان کی آنکھیں

کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ مذہبی امیدوں کا جاں فزا منظر شاید پھر نظر آئے۔ دردمند گروہ کی دعائیں قبول ہوئیں۔ ندوہ پھر ہلال بن کے چمکا اور روز بروز بڑھتا گیا، لیکن کامل بننے میں ابھی دیر ہے اور دیر ہی چاہئے۔ ورنہ ہماری سعی، تگ ودو، ہماری پژمردہ کوششوں کے لیے کیا رہ جائے گا۔ ع

موجیم کہ آسودگی ما عدم ماست
ما زندہ بآنیم کہ آرام نداریم!

اس سال کا سالانہ جلسہ دلی میں قرار پایا ہے اور ہم کو اس کے ظاہر کرنے میں مسرت ہے کہ اس کے دعوت دینے والوں میں بزرگان ذیل شامل ہیں۔

جناب حاذق الملک حکیم اجمل خاں صاحب انجمن خادم المسلمین، جناب مولوی عبدالاحد صاحب مالک مطبع مجتبائی، سید احمد صاحب امام جامع مسجد، حاجی عبدالغفار صاحب میونسپل کمشنر، حکیم مولوی حاجی امجد علی صاحب وائس پریسیڈنٹ خادم المسلمین، سید عبدالسلام صاحب فاروقی اسسٹنٹ سکریٹری انجمن خادم المسلمین، سید فہد میاں صاحب مہتمم مطبع نظامی دہلی۔ مرزا داؤد بیگ صاحب۔ عزیز الدین صاحب سوداگر پارچہ ریشمی، حمیدالدین صاحب مالک دکان شیخ جمال الدین، حاجی احمد حسن صاحب، مالک دکان الطاف حسین صاحب، شیخ محمد ابراہیم صاحب سوداگر پارچہ، ضیاء الحق صاحب سوداگر پارچہ، قادر حسین صاحب سوداگر شملہ مقیم دہلی، محمد یامین صاحب جفت فروش، محمد عمر صاحب جفت فروش، سید علیم الدین صاحب خواہر زادہ، سلطان نظام الدین صاحب، فضل کریم و فضل رحیم صاحبان، خلف الرشید مولوی عبدالرشید صاحب، حاجی محمد اسحٰق صاحب سکریٹری ہدایت الاسلام، مولوی سید عبدالسلام صاحب، مولوی سید ابوالحسن صاحب، نبیرہ، شمس العلماء مولانا نذیر الحسن صاحب مرحوم، خان بہادر مولوی ڈپٹی محمد عبدالحامد صاحب مجسٹریٹ درجہ اول، نواب سراج الدین احمد صاحب سائل جاگیردار لوہارو۔ شیخ محمد عطاء اللہ صاحب

وکیل سکریٹری خادم المسلمین، پیر جی سید مظفر علی صاحب سجادہ نشیں درگاہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ، حافظ محمد صدیق صاحب سکریٹری پنجابی اسکول صدر بازار، احمد خاں صاحب سکریٹری انجمن اشاعت الاسلام، حافظ فضل عظیم صاحب سوداگر چھرہ، شیخ عبدالحق صاحب سوداگر تیزاب، سید محمد امام صاحب امام عیدگاہ دہلی، مولوی رحیم الدین صاحب سجادہ نشیں درگاہ حضرت روشن چراغ، مولوی محمد یوسف صاحب سوداگر خلف محمد یعقوب صاحب پانی والے۔

---

## پروگرام

انتہائی اور مختتم پروگرام تو عین جلسہ کے وقت شائع ہو سکے گا، لیکن اجمالی اور سرسری حسب ذیل ہے:

۱۔ استقبالی کمیٹی کی طرف سے ندوہ کا خیر مقدم اور ارکان ندوہ کی طرف سے اس کا شکریہ

۲۔ صدر انجمن کا انتخاب۔

۳۔ صدر انجمن کی افتتاحی تقریر۔

۴۔ ندوہ کی رپورٹ۔

۵۔ دارالعلوم کی رپورٹ۔

۶۔ رپورٹوں کے متعلق حاضرین میں سے جو صاحب چاہیں ان کا ریمارک

۷۔ شکریہ سرکار بھوپال متعلق عطائے ماہوار تعدادی ۲۵۰/روپیہ۔

۸۔ مبارک باد عطائے خطاب حضور سرکار عالیہ ریاست بھوپال۔

۹۔ اظہار ناراضی حرکات باغیانہ وقتل مجسٹریٹ ناسک وخان بہادر شمس العالم مرحوم وقف اولاد کی کارروائی پیش ہوگی جس میں کاغذات ذیل پیش کیے جائیں گے۔ خط و

کتابت جو اس مسئلہ کے متعلق مولوی سید حسین بلگرامی ممبر انڈیا کونسل اور سرکاری افسران انڈیا کونسل سے ہوتی۔

رسالہ وقف اولاد جس میں حدیث اور فقہ سے اس مسئلہ کی صحت ثابت کی گئی ہے۔

ترجمہ رسالہ وقف اولاد بزبان انگریزی۔

فتاویٰ تمام علماء ہندوستان متعلق صحت وقف اولاد۔

دستخط تصدیقی مسلمانان ہند اور اس کا شمار اور نوعیت دستخط کنندگان۔

اس کارروائی کے بعد اس پر بحث ہوگی کہ مذہبی حیثیت سے اس مسئلہ کو گورنمنٹ تک پہنچانے کے لیے کیا تدبیریں اختیار کرنی چاہئیں۔

---

## طلبائے دارالعلوم کی تحریر وتقریر

دارلعلوم ندوہ کی اصل غرض یہ ہے کہ اس کی تعلیم وتربیت ایک خاص طرح کی ہو، یعنی اس کے تعلیم یافتہ طلباء ادب اور عربیت میں ماہر ہوں، عقائد اسلام کو جدید فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کر سکتے ہیں۔ روشن خیال اور وسیع المعلومات ہوں۔ قرآن مجید کے حقائق اور اسرار پر ان کی نظر ہو۔ عربی زبان میں تقریر وتحریر کر سکتے ہوں۔ دارالعلوم کی جدید زندگی کو اگرچہ کل تین برس ہوئے ہیں اور اس قسم کے نتائج کے لیے ایک مدت درکار ہے۔ تاہم وقت آ گیا ہے کہ دارالعلوم کے اس دعوے کا امتحان کیا جائے، اس بناء پر ایک جلسہ کا پورا وقت صرف اس کام کے لیے رکھا جائے گا جس میں حسب ذیل کارروائیاں ہوں گی۔

ا۔ حاضرین جلسہ کوئی عنوان متعین کریں گے جس پر طلبہ وہیں بیٹھ کر عربی عبارت میں مضمون لکھیں گے۔

۲۔ طلبا برجستہ اور فی البدیہہ عربی زبان میں خطبہ (لیکچر) دیں گے۔

۳۔علم کلام اور علوم القرآن اور دیگر علمی مضامین پر اردو زبان میں خطبہ ''لیکچر'' دیں گے۔

۴۔طلباء انگریزی اور بھاکا زبان میں تقریر کریں گے۔

جو طالب علم سب سے اچھی تقریر کرے گا اس کو طلائی تمغہ دیا جائے گا۔اور دوسرے طلبہ کو بھی حسب ترتیب لیاقت انعامات دیئے جائیں گے۔

## کارروائی متعلق حفاظت مسلمین وانسداد ارتداد

ہندوستان کے اکثر حصوں میں نومسلم آباد ہیں جن کو اسلامی عقاید واحکام سے اس قدر ناواقفیت ہے کہ نماز، روزہ ایک طرف ان کے نام بھی کچھمن سنگھ اور رام سنگھ ہیں۔یہ قومیں نہایت آسانی سے مخالفین کے دام میں آجاتی ہیں۔اس فتنہ کے انسداد کی تدبیریں جا بجا ہورہی ہیں،لیکن ضرورت ہے کہ تمام علما اور دیگر بزرگان قوم یکجا ہو کر مشورہ اور اتفاق سے اس فتنہ کے روکنے کے لئے ایک مفصل دستور العمل منضبط کریں اور تمام قوم مل کر اس کام کو انجام دے اور جس قدر کوششیں ہورہی ہیں ایک دوسرے کے ساتھ مربوط اور منسلک ہو جائیں۔ندوہ کی طرف سے ایک مفصل یادداشت پیش ہوگی جس پر تمام حاضرین سے اظہار رائے اور مشورت کی خواہش کی جائے گی۔اس امر پر بھی بحث ہوگی کہ آریہ وغیرہ کے مباحثہ میں جو تحریریں لکھی جاتی ہیں ان کا طرزِ تحریر کیا ہونا چاہئے تاکہ تہذیب وعلم ومسامحت کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

## تصحیح کتب مروجہ انگریزی متعلق بہ اسلام

انگریزی زبان میں آنحضرتؐ اور علم اسلامی واقعات کے متعلق جو کتابیں تصنیف کی گئی ہیں ان میں جا بجا نہایت سخت غلطیاں ہوتی ہیں جو دل آزاری کی حد تک پہنچ جاتی

ہیں۔ان میں سے بعض کتابیں غلطی سے کورس میں داخل ہوجاتی ہیں۔اس لئے ایک مختصر کمیٹی قائم ہونی چاہئے جوان غلطیوں کا انتخاب کرے اوران کی غلطی کومستند تاریخی کتابوں سے ثابت کرے۔ یہ تحریر انگریزی ترجمہ ہوکر عام طور پر اور بالخصوص مدارس انگریزی میں شائع کرائی جائیں۔

## سیرۃ نبویؐ پر ایک مبسوط، مستند اور جامع تصنیف

اس وقت تمام کاموں سے زیادہ اہم، زیادہ مقدم اور زیادہ مشکل کام یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک نہایت مستند، مفصل تاریخ اردو زبان میں تیار کی جائے۔عیسائی اور دیگر قوموں میں اسلام کے متعلق جو غلط فہمیاں ہیں زیادہ تر اسی وجہ سے ہیں کہ ان کے پیش نظر وہ انگریزی کتابیں ہیں جن میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری نہایت غلط واقعات اور اتہامات پر مشتمل ہے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حالات میں اردو زبان میں بھی کوئی کتاب پڑھنے کے قابل نہیں، جس قسم کی کتاب آج کل مطلوب ہے،اس کی تیاری میں حسب ذیل باتیں ضروری ہیں۔

۱۔عربی کی تمام مستند اور نادر کتابیں جو آں حضرتؐ کے حالات کے متعلق ہیں اور اکثر قلمی ہیں بہم پہنچائی جائیں۔

۲۔انگریزی میں آں حضرتؐ کی جو سوانح عمریاں لکھی گئی ہیں بہم پہنچائی جائیں۔

۳۔ایک مستقل اسٹاف (عملہ) رکھا جائے جن میں مصنف، مترجم اور کاتب ہوں اور ندوہ کی نگرانی میں مبسوط اور مفصل سیرت نبوی تیار کی جائے۔

۴۔اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ کرا کر شائع کیا جائے۔

اس کے لئے تمام قوم سے مجموعی اعانت کی ضرورت ہے اور اسلامی ریاستوں سے

اس میں اعانت کی درخواست کی جائے۔

## قومی کتب خانۂ اعظم

تمام ہندوستان میں کوئی عام قومی کتب خانہ نہیں ہے جس میں اسلامی زبانوں کی تمام ضروری اور نادر تصانیف مجتمع ہوں۔لوگوں کے ذاتی کتب خانے یا ریاستوں کے کتب خانے ہیں جن سے ہر شخص متمتع نہیں ہوسکتا۔اس لئے ضرورت ہے کہ ایک بڑا کتب خانۂ عام قائم کیا جائے جس میں تدقیقِ انتخاب کے ساتھ مخصوص طور پر وہ تمام کتابیں بہم پہنچائی جائیں جو ماہرین فن کی تصنیف ہیں اور جن سے مسلمانوں کے اجتہادات و اختراعات کا اندازہ ہوسکتا ہے،اس کی مفصل اسکیم جلسہ میں پیش ہوگی۔اوراس سے اندازہ ہو سکے گا کہ کام کس قدر ضروری ہے اوراس کے انجام پانے کے کیا وسائل ہیں۔

## انتظام تعلیم مذہبی مدارس سرکاری میں

یہ تجویز کانفرنس میں پیش ہوچکی ہے،لیکن صرف تجویز ہی تجویز ہے۔ندوہ کی طرف سے اس کی عملی کارروائی ہونی چاہئے۔

## دارالافتاء

ہندوستان میں پانچ کروڑ مسلمان ہیں اوران کے سیکڑوں مذہبی اور دنیوی معاملات مثلاً نکاح،طلاق،وراثت،ہبہ،وصیت وغیرہ فقہ سے متعلق ہیں،جن کے لئے ان کو علماء سے استفتا کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔علماء بجائے خود جو استفتاء ان کے پاس آتا ہے جواب دیتے ہیں،لیکن کوئی مستقل اور باقاعدہ تنظیم نہیں۔ہر شخص کو ان علماء کے نام اور پتہ معلوم نہیں،اس لئے ضرورت ہے کہ ایک عام دارالافتاء قائم کیا جائے۔اوراعلان عام کے

ذریعہ سے تمام ہندوستان میں مشتہر کیا جائے کہ جس شخص کو کچھ پوچھنا ہو بے تکلف وہاں سے دریافت کر سکے۔ یہ بھی اعلان میں ظاہر کر دیا جائے کہ دارالافتاء کو نزاعی اور سیاسی مسائل سے کچھ سروکار نہیں ہوگا۔

## الفاظ جدیدہ عربی کا لغت

عرب، مصر، شام میں سیکڑوں ہزاروں نئے الفاظ زبان میں داخل ہو گئے ہیں۔ جو عربی کی قدیم لغتوں میں نہیں ملتے۔ نہ اب تک خود مصر وشام میں ان کے لئے کوئی لغت تیار ہوا۔ عربی اخبارات اور حال کی تصنیفات میں یہ الفاظ کثرت سے آتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر لوگ ان کے سمجھنے سے قاصر رہتے ہیں۔ اس لئے ضرور ہے کہ خاص ان جدید اور معرب الفاظ کا ایک لغت تیار کیا جائے اور ندوہ میں یہ کام شروع کر دیا گیا ہے۔ اب مکمل اور وسیع طور پر انجام پانے کی ضرورت ہے۔

## مدارس عربیہ کی رپورٹ

مشہور مدارس کے سوا ہندوستان میں اس وقت سینکڑوں عربی مدارس ہیں جن کے نام اور حالات معلوم نہیں۔ اس لئے وہ قومی سلسلہ سے بالکل الگ پڑے ہوئے ہیں۔ نہ وہ کسی سے کوئی مشورہ اور اعانت لے سکتے ہیں۔ نہ ان سے کوئی اعانت کی جا سکتی ہے۔ اس لئے ضرور ہے کہ تمام مدارس کا ایک نقشہ حسب ذیل تیار کیا جائے:

۱۔ نام مقام، ۲۔ نام مدرسہ، ۳۔ سنہ قیام مدرسہ، ۴۔ نام مہتمم مدرسہ، ۵۔ تعداد مدرسین اور ان کے نام اور ان کی تنخواہیں، ۶۔ تعداد طلبہ، ۷۔ تعداد صفوف (کلاس)، ۸۔ آمدنی وخرچ۔

اگر ابھی سے حضرات مہتممین مدرسہ اس پر توجہ کریں گے اور نمونہ متذکرہ کے موافق

نقشے تیار کر کے ندوہ میں بھیج دیں تو جلسہ سالانہ میں پیش ہو سکیں گے اور آئندہ دیگر مدارس کے لئے تحریک ہوگی۔

یہ ایک مختصر خاکہ ان مذہبی اور علمی ضروریات کا ہے جو قوم کو درپیش ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ابھی سے ان تمام واقعات کی نسبت اخبارات میں بحث شروع کی جائے اور لوگ اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ اور جلسہ سالانہ میں تیار ہو کر آئیں تا کہ ان میں سے جس قدر کام شروع ہو سکے شروع کر دیا جائے۔

## علمی مضامین اور لکچر

ندوۃ العلماء تمام ہندوستان کے علماء کا مشترک مجمع ہے۔ ایسے عظیم الشان علمی جلسے سے ہم کو اور باتوں کے علاوہ یہ بھی توقع کرنی چاہئے کہ اس میں نادر اور مفید تحقیقات کے متعلق علمی مضامین پیش ہوں گے یا لیکچر دئے جائیں گے۔ لیکن اب تک جو کچھ ہوتا ہے وہ علماء ہمیشہ جس قسم کے وعظ کیا کرتے ہیں یہاں بھی کہتے ہیں۔ ندوہ میں آج تک کوئی علمی مضمون پیش نہیں ہوا، جس سے تحقیقات کا ایک قدم بھی آگے بڑھتا۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس سال ضرور علماء کسی خاص مضمون پر تیار ہو کر آئیں۔ جلسہ میں اس پر کوئی تحریر پیش کریں یا لیکچر دیں۔ جیسا کہ یورپ کی علمی انجمنوں میں ہمیشہ ہوتا ہے۔ (۱)

---

## مجلس شوریٰ

ندوہ جب قایم ہوا تو دوست دشمن سب نے تسلیم کیا تھا کہ ندوہ کے مقاصد ضروری بلکہ ضروریات سے بڑھ کر ہیں۔ لیکن شکایت یہ پیدا ہوتی گئی کہ ندوہ نے اپنے فرائض انجام نہیں دئے۔ اگر چہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان کام کے خواہش مند نہیں ہیں۔ اگر صرف ظاہری

دھوم دھام کردی جائے اور خالی رزولیوشن پاس کردیا جایا کریں تو ان کو کوئی شکایت نہیں ہوتی۔

ندوہ سے یہ غلطی ہوئی کہ اس نے ظاہری دھوم دھام، شوروغل، رزولیوشن اور تجاویز کا طریقہ چھوڑ دیا۔ لیکن ہم کو ردوقدح سے قطع نظر خود غور کرنا چاہئے کہ ندوہ کو کیا کرنا چاہئے؟ اور کیونکر کرنا چاہئے۔ ۲۰/برس کے تجربہ نے ثابت کردیا ہے کہ اصلی کام عام ہنگامہ اور فوری گفت وشنید میں انجام نہیں پاتا۔ بے شبہ گرمی محفل کے لئے ندوہ میں مختلف رزولیوشن پیش کرنے چاہئیں، لیکن کام کا اصل طریقہ یہ ہے کہ جس قدر ممبر اور وزیٹر جلسہ میں موجود ہوں، ان سے ہر صوبہ کے اہل الرائے اور قابل انتخاب کرلئے جائیں۔ یہ لوگ ایسے ہوں جن کو خود ان کے صوبہ کے لوگ انتخاب کریں۔ اور جن کو وہ لوگ اپنا صحیح اور جائز قائم مقام خیال کرتے ہوں۔ ان لوگوں کا ایک خاص مجمع ہو اور مجمع میں سوالات ذیل پیش کئے جائیں۔

۱۔ آیا مسلمانوں کی کچھ مذہبی ضرورتیں ہیں یا نہیں؟

۲۔ کیا یہ ضرورتیں انجام پارہی ہیں؟

۳۔ روز بروز لوگ مذہبی عقاید، مذہبی مسائل، مذہبی تاریخ سے بےخبر ہوتے جاتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ اگر ہوتے جاتے ہیں تو اس کا کیا علاج ہے۔

۵۔ اور کیا انگریزی خواں طلبہ مذہبی تعلیم پاتے ہیں؛ جس قدر پاتے ہیں کیا وہ کافی ہے؟ اگر کافی نہیں تو اس کا کیا چارۂ کار ہوسکتا ہے۔

۶۔ کیا آریہ لوگ دیہات اور قصبات کے نومسلموں کو جو مرتد بناتے جاتے ہیں۔ کیا اس کے روکنے کے لئے مناظرہ اور مباحثہ کافی ہے؟ اگر نہیں کافی ہے تو اس کی کیا تدبیر ہے۔؟

۷۔ آیا مسلمانوں کو کسی ایسے فرقہ کی ضرورت ہے یا نہیں؟ جو علوم مذہبی سے واقف اور مذہبی عقاید اور مذہبی مسائل کا صحیح مفسر اور شارح ہو، اگر ہے تو اس گروہ کی بقا کی

کیا تدبیر ہے۔؟

۸۔موجودہ علما جدید مذہبی ضرورتوں کے انجام دینے کے قابل ہیں یانہیں؟ اگر نہیں ہیں تو کیونکر اس قابل ہو سکتے ہیں؟

۹۔مسلمانوں کو ایک عام مذہبی مرکز کی ضرورت ہے یانہیں؟

۱۰۔بوہرہ قوم میں ایک علمائے اعظم ہوتا ہے۔تمام قوم اس کو پیشوائے کل مانتی ہے اور ہر شخص اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ اس کو دیتا ہے۔وہ نہایت ایمانداری سے اس آمدنی کو مذہب کی تعلیم و تلقین پر صرف کرتا ہے اور ہر شہر میں اس کی شاخیں موجود ہوتی ہیں۔کیا اس طریقہ کے موافق عام مسلمان بھی کوئی طریقہ اختیار کر سکتے ہیں؟

غرض اس قسم کے سوالات پر لوگوں کو ابھی سے غور کرنا چاہئے اور سالانہ جلسہ کی مجلس شوریٰ میں اس کے متعلق مختصر یادداشتیں اور تحریریں پیش ہونی چاہئیں۔ان پر بحث ومباحثہ ہوکر جو مسائل طے ہو جائیں۔صوبہ کے نامزد شدہ اشخاص اس کے ذمہ دار قرار پائیں اور اپنے شہروں میں جاکر ان کو انجام دیں۔ایک انسپکٹر تنخواہ دار مقرر کیا جائے جو تمام سال دورہ کر کے لوگوں کو ان کے فرائض کی طرف متوجہ کرتا رہے۔یہ ضرور نہیں کہ تمام سوالات اور یہ تمام مراتب ایک ہی سال کے اجلاس میں طے ہو جائیں۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ ندوہ کا یہ مستقل پروگرام قرار دے دیا جائے۔اور ہر سال اس کے متعلق استقلال کے ساتھ کارروائی جاری رہے۔ شبلی نعمانی (۲)

---

**تعلیقات و حواشی:**

(۱) روزنامہ پیسہ اخبار لاہور، ۷ار فروری ۱۹۱۰ء، ص ۵

(۲) روزانہ پیسہ اخبار لاہور، ۲۵ر فروری ۱۹۱۰ء، ص ۴



[۴]

## علامہ شبلی کی ایک نادر تقریر

# ابتدائی مفت لازمی تعلیم بل

''۱۶/مارچ ۱۹۱۱ء کو گوپال کرشن گوکھلے [۱۸۶۶ - ۱۹۱۵ء] نے ابتدائی مفت لازمی تعلیم کا بل امپیریل کونسل میں پیش کیا تھا۔ یہ ایک پرائیویٹ بل تھا، جو اگرچہ کونسل سے پاس نہیں ہوا، تاہم انگریزی حکومت نے بعد میں اس سلسلہ میں امداد کی۔ ۱۹۱۱ء کے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں جو دہلی میں منعقد ہوا تھا مولانا محمد علی جوہر نے اسے مسلمانوں میں رائج کرنے کے لئے ایک رزولیشن پیش کیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس پر غور وفکر اور بحث ومباحثہ ہو اور اسے منظور کیا جائے، نواب وقارالملک نے اس قرارداد کی مخالفت میں تقریر کی اور اسے نامنظور کرنے کی سفارش کی۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں متعدد دلائل بھی دئے۔ ان کے بعد علامہ شبلی نعمانی نے مولانا محمد علی کے رزولیشن کی تائید و حمایت میں تقریر کی اور نواب وقارالملک بہادر کی تقریر اوران کے دلائل کی کمزوری دکھائی۔ ان کے خلاف علامہ شبلی نے جو باتیں کہیں اس میں ان کا لب ولہجہ اگرچہ ترش تھا، تاہم بچوں کی ابتدائی جبری تعلیم کے

موضوع پر علامہ کی یہ تقریر بے حد اہمیت کی حامل ہے۔اس تقریر سے ابتدائی لازمی تعلیم کے بارے میں علامہ شبلی کا موقف سامنے آتا ہے۔ان کی یہ تقریر خطبات شبلی یا مقالات شبلی کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔ اس لئے یہ تقریر ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے۔''

حضرات!

بہت سے بولنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو بولنے کا مرض ہوتا ہے، لیکن اس مسئلہ سے چونکہ مسلمانوں کی حیات وممات کا تعلق ہے، لہٰذا میری رائے جو اس بل پر ہے اس کا اس وقت ظاہر کرنا ضروری اور مناسب سمجھتا ہوں۔

گورنمنٹ نے جب اس ملک میں تعلیم جاری کی تو سرکاری کالجوں اور مدرسوں کے دروازے یکساں طور پر ہر مذہب اور ملت کے لوگوں کے لئے کھول دئے۔لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ آپ کسی سال کی فہرست اٹھا کر دیکھئے اور اعداد کا مقابلہ کیجئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمان تعلیم کے ہر شعبہ میں اپنی ہم سایہ قوم سے کس قدر کم ہیں۔ ہمارے نواب وقار الملک صاحب نے فرمایا ہے کہ جبر اس وقت ہونا چاہئے جب اختیاری تدابیر سے کام نہ نکلے۔ لیکن میں دریافت کرتا ہوں کہ سو برس سے جو اختیاری تدابیر عمل میں لائی گئیں ہیں، ان سے مسلمانوں کی تعلیم کے لئے اب تک کیا فائدہ حاصل ہوا ہے۔؟ آبادی کے لحاظ سے اس وقت جو نسبت ہندو مسلمانوں کی ہے، یعنی ایک اور پانچ ،اس کے مقابلہ میں تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں کی نسبتی تعداد اور بھی کم نظر آئے گی۔

جبری تعلیم کے اجرا سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ مسلمانوں کی تعلیم کا اوسط ان کی مردم شماری کے اوسط کے برابر ہو جائے گا۔نواب وقار الملک بہادر نے جو احتمال اس تحریک کے متعلق ظاہر فرمایا ہے میری رائے میں وہ شاعرانہ احتمال سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔

اسلام کے لئے علم لازمی ہے۔ جہاں اسلام ہوگا وہاں علم ہوگا۔اسلام سے پیش تر

عرب میں جو جہالت طاری تھی اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تمام عرب میں صرف سترہ آدمی ایسے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔لیکن اگر کوئی شخص ان حالات سے نتیجہ اخذ کرے تو اس کو معلوم ہوگا کہ اسلام کے شروع ہوتے ہی خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں لاکھوں آدمی نہ صرف پڑھنا لکھنا جانتے تھے بلکہ مختلف علوم وفنون میں کئی ہزار علماء پیدا ہوگئے تھے۔ترکوں کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے۔اسلام قبول کرنے سے پیشتر جہالت ان میں عام طور پر پائی جاتی تھی۔لوٹ اور اران کا خاص پیشہ تھا،لیکن اسلام لانے کے بعد ان میں ابوالنصر جیسے لوگ پیدا ہوئے۔ فقہ حنفی کے بانی مبانی بھی ترک ہی ہیں۔

غرض اسلام ہی وہ مذہب ہے جس کے ساتھ علم وفضل ہونا لازمی ہے۔مسلمانوں پر قرآن مجید کا پڑھنا واجب ہے،لیکن صرف طوطوں کی طرح رٹ کر پڑھنا نہیں بلکہ سمجھ کر پڑھنا اور سمجھ کر پڑھنے کے لئے علم لازمی ہے۔اور یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں کے امراء اور غرباء میں عام تعلیم ہمیشہ جاری رہی ہے۔اور غرباء کے گروہوں میں سے ہمیشہ بڑے سے بڑے جید عالم پیدا ہوئے ہیں۔جس پر اسلام اور مسلمانوں کو ہمیشہ ناز رہے گا۔امام ابوحنیفہؒ اسی گروہ میں سے تھے۔امراء کے طبقہ میں بھی علم وفضل کا وہ عالم تھا کہ یورپ آج تک ایسے عالم بادشاہ نہیں دکھلا سکا،جیسے مسلمان بادشاہ ہوئے ہیں۔اور حقیقت میں کسی قوم کی حالت معلوم کرنے کے دو ہی طریقے ہوسکتے ہیں۔ایک یہ کہ قوم کے عوام کا علم،تہذیب اور شائستگی میں کیا درجہ ہے۔دوسرے ان کے امراء کی علمی حیثیت کیسی ہے۔خلیفہ معتصم باللہ،سیف الدولہ،محقق طوسی،عبداللہ ابن عباس، بوعلی سینا، عالم گیر وغیرہ یہ وہ لوگ ہیں جو خود بادشاہ ہیں۔یا بادشاہوں کے وزیر تھے اور یہ سب اس شان کے لوگ گذرے ہیں جن کے علم وفضل پر نہ صرف ہماری قوم بلکہ دنیا فخر کرتی ہے۔

قانون تعلیم جبریہ کا منشاء عوام میں تعلیم پھیلانا ہے اور یہ وہ اصول ہے جو سراسر

اسلام کے موافق ہے۔مسلمانوں کو جن کا گوشت پوست علم سے بنا ہے ،اس تحریک کی مخالفت کرنا بے حد تعجب انگیز ہے۔لیکن جہاں تک مسلمانوں کے خاص حقوق اور مقاصد کا تعلق ہے ،ان کے متعلق ہم چند شرطوں کے ساتھ اس بل کو منظور کرتے ہیں،لیکن اصول میں اختلاف ہم کو ہرگز نہیں کرنا چاہئے۔

[رپورٹ سالانہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۱ء،ص ۲۰۶-۲۰۷]



[۵]

## علامہ شبلیؒ کا ایک نادر خطبہ

# عورت اور اسلام

''علامہ شبلیؒ جس طرح ایک بڑے اہل قلم، ادیب وانشا پرداز اور مصنف ومحقق تھے، اسی طرح وہ ایک بڑے خطیب ومقرر بھی تھے۔ ان کے متعدد معاصرین اور تلامذہ نے فن خطابت میں بھی انہیں یگانہ روزگار قرار دیا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کے خطبات بہت پسند کئے جاتے تھے۔

علامہ شبلیؒ نعمانی نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں اور مختلف موضوعات پر خطبات دئے۔ ایجوکیشنل کانفرنس میں تقریباً ہر سال وہ شریک ہوتے اور کسی نہ کسی موضوع پر خطاب ضرور کرتے اور دوسرے اہل ذوق بھی ان کے خطبات کی خواہش کرتے۔

علامہ شبلیؒ نعمانی کے خطبات کا جو مجموعہ ان کے عزیز شاگرد مولانا عبدالسلام ندوی نے ''خطبات شبلیؒ'' کے نام سے مرتب کیا ہے اور جسے دارالمصنّفین اعظم گڑھ بڑے اہتمام سے شائع کر رہا ہے۔ وہ اس لحاظ سے ایک نامکمل مجموعہ خطبات ہے کہ اس میں علامہ کے تمام خطبات

شامل نہیں۔ گذشتہ سال معارف میں تصوف کے عنوان سے ایک خطبہ ناچیز نے شائع کرایا تھا، وہ بھی ایک نادر خطبہ تھا۔ زیرنظر خطبہ بھی ان کے مجموعہ خطبات میں شامل نہیں ہے۔ راقم کو یہ خطبہ ایک مقالہ کے سلسلہ میں ایجوکیشنل کانفرنس کی روداد ۱۹۱۱ء کی ورق گردانی کرتے ہوئے اتفاقیہ ہاتھ آ گیا۔ اسے قدردانان شبلی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بیحد مسرت ہورہی ہے۔''

(محمد الیاس الاعظمی)

---

حضرات!

بعض محاورات زبانوں پر اس قسم کے چڑھ جاتے ہیں جو محض بطور رسم کے استعمال ہوتے ہیں اوران سے کوئی حقیقی معنی مراد نہیں ہوتا۔ ازاں جملہ ایک ''عزت'' کا لفظ ہے جو اکثر مقرر استعمال کیا کرتے ہیں، لیکن اس وقت کے جلسہ میں جب کہ ایک ایسی والیہ ملک جو نہ صرف جان و مال پر حکومت کررہی ہیں بلکہ دلوں کی مالک ہیں، یہاں تشریف فرما ہیں تو اس موقع پر تقریر کرنا درحقیقت ایک عزت ہوگی۔

اسلام تفرقے مٹانے کے لئے دنیا میں آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ صاف کہہ دینے کا حکم ہوا کہ ''انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی ''(یعنی میں تمہاری ہی طرح ایک انسان ہوں۔ فرق صرف یہ ہے مجھ پر وحی آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین من حیث الانسان اپنے آپ میں اور دوسرے انسانوں میں کوئی امتیاز نہیں کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مرعوب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ سے کیوں ڈرتے ہو؟ بحالیکہ میں ایک بیوہ قریشی عورت کا بیٹا ہوں۔ حضرت عمرؓ کو دیکھا جاتا تھا کہ کبھی آپ خارشتی اونٹوں کے جسم پر اپنے ہاتھ سے تیل مل

رہے ہیں۔کبھی کچی اینٹ سر کے نیچے رکھے ہوئے زمین پر پڑے سو رہے ہیں۔حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک یہودی کے مقابلہ میں عدالت جا کر ایک معمولی فریق کی حیثیت سے شہادت دی تھی مگر بعد میں تفرقے پڑ گئے۔ہم اس مساوات کے لئے ترس رہے ہیں جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے۔اور آج جو سماں پیش نظر ہے وہ صدیوں بعد دیکھنے میں آیا ہے۔جب کہ ایک والیہ ریاست ان لوگوں کے درمیان تشریف فرما ہیں جو ان کی رعایا اور خادم کے طور پر ہیں۔یہی تفرقہ وجہ ہے عورتوں میں تعلیم کے سوال کے پیدا ہونے کی۔ورنہ مردوں کو کیا حق ہے کہ وہ عورتوں کی نسبت یہ طے کریں کہ ان کی اس قسم کی تعلیم ہونی چاہئے اور اس قسم کی تعلیم نہیں ہونی چاہئے۔دنیا کے ہر حصہ میں اور ہر زمانہ میں عورتوں کا درجہ نہایت پست رہا ہے۔ہندوستان میں دختر کشی کی نالائق رسم اب تک رہی ہے۔فلاطون کا قول تھا کہ رسم ورواج ازدواج پر مجبور کرتے ہیں، ورنہ عورتیں ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کو مردوں کے ہم پایہ رکھا جائے اور برابر جگہ دی جائے۔انگلستان میں انیسویں صدی تک یہ قاعدہ تھا کہ شادی کے بعد عورت کو اپنے مال پر کچھ اختیار نہیں رہتا تھا۔عرب میں عورت کے ساتھ یہ سلوک ہوتا تھا کہ ''اذابشر احدھم بالانثیٰ ظل وجه مسودا وھو کظیم.'' (جس وقت ان میں سے کسی کو لڑکی پیدا ہونے کی خبر دی جاتی تھی تو اس کا چہرہ ''بوجہ غم کے'' سیاہ پڑ جاتا تھا اور وہ دل میں پیچ وتاب کھاتا تھا۔) لیکن اسلام نے مرد وعورت کے درمیان مساوات قائم کی اور حکم دیا کہ ''ولھن مثل الذی علیھم '' (ان کے وہی حقوق ہیں جو ان پر ہیں۔) اور ''للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبین.' (یعنی جو مرد کمائیں وہ ان (مردوں) کا ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ ان (عورتوں) کا ہے اور یہ کہ ''وجعل بینکم مودۃ ورحمة.'' (تمہارے درمیان محبت اور رحم کا سلسلہ قائم کیا۔) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ''خیرکم خیرکم نساء کم '' (تم میں اچھے وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے اچھے ہیں۔) آپؐ نے یہ بھی فرمایا

ہے ”فقاًبالقواریر“(ان آبگینوں کوٹھیس نہ لگ جائے۔) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پہ سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایمان لائی تھیں۔سب سے پہلے شہید ایک صحابیہ عورت تھیں جو ابوجہل کے ساتھ لڑائی میں شہید ہوئیں تھیں۔غزوۂ احد میں ایک صحابیہؓ کو اپنے بیٹے اورشوہر کے قتل کے پیاپے خبریں ملنے کے باوجود جب ان کو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سلامتی کی اطلاع ملی (جس کا ان کو سخت انتظار تھا) تو ان کی زبان سے بے ساختہ یہی نکلا کہ ”لاھم رویتک یامحمد “(اے محمدؐ! آپ کے دیدار کے بعد بیٹے اورشوہر کے قتل کا کیا غم ہوسکتا ہے۔) اس سے عورت کی قوت ایمانیہ کا پتہ چلتا ہے۔تین سو سال تک عورتوں کی مردوں کے ساتھ مساوات قائم رہی۔ہندوستان کے زریں عہد میں گلبدن بیگم [دختر بابر] نور جہاں بیگم، جہاں آرا بیگم [دختر شاہ جہاں]اورزیب النساء بیگم [دختر اورنگزیب]ایسی فاضلہ عورتیں تھیں کہ بیان سے باہر ہے۔

گلبدن بیگم کا ہمایوں نامہ[سوانح بادشاہ ہمایوں] اور جہاں آرا بیگم کی مونس الارواح[سوانح حضرت معین الدین چشتیؒ] بے نظیر کتابیں ہیں۔پردہ مانع تعلیم نہیں ہے اورنہ پردہ کوئی خارج ازاسلام شے ہے۔کوئی زمانہ ایسا نہیں ہوا کہ مسلمان عورتیں بے پردہ دربار وغیرہ میں شریک ہوتی رہی ہوں۔اس کے خلاف کہنا اسلام پر سخت اتہام لگانا ہے۔ فرض کیجئے کہ عورتوں کو تعلیم دلانے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن آپ مردوں کی تعلیم ہی کے لئے عورتوں کو تعلیم دلائیں؟ کیوں کہ بچہ کی تعلیم اس کے وجود میں آنے کے وقت ہی سے شروع ہوجانی چاہیے اور یہ بغیر عورتوں کے تعلیم یافتہ ہونے کے ممکن نہیں ہے۔

[رپورٹ سالانہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۱ء ص۱۶۶-۱۶۹]



[۲]

# علامہ شبلی کے تین نادر عربی خطوط

علامہ شبلی نعمانی[۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کے متعدد عرب اہل علم وقلم بالخصوص عربی مجلّات کے مدیروں سے گہرے روابط مدۃ العمر قائم رہے اوران سے خط وکتابت کا سلسلہ بھی قائم رہا۔ان میں ڈاکٹر محمود لبیب [۱۸۸۲-۱۹۵۱ء] ،شیخ رشید رضا [۱۸۶۵-۱۹۳۵ء] مدیر مجلّہ المناراور عیسائی ناول نگار جرجی زیدان[۱۸۶۱-۱۹۱۴ء] مدیر مجلّہ الہلال مصر سے روابط کے شواہد موجود ہیں۔ان کے رسائل میں علامہ شبلی مراسلے بھی لکھا کرتے تھے۔چنانچہ ان میں شائع شدہ دومراسلے ناچیز کی مرتبہ کتاب ''مراسلات شبلی''میں شامل ہیں۔علامہ شبلی کے نام ڈاکٹر محمود لبیب کا ایک طویل خط ہم اپنے مجموعہ مضامین ''بیان شبلی'' حصہ اول میں نقل کر چکے ہیں،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سے علامہ شبلی کی خط کتابت تھی۔

عیسائی مورخ جرجی زیدان کی کتاب ''تاریخ التمدن الاسلامی''میں اس کی غلط بیانیوں اور ہرزہ سرائیوں کے جواب میں علامہ شبلی نے ''الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی'' لکھی جومجلّہ ''المنار''میں بالاقساط شائع ہوئی۔اس کے علاوہ ندوہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت اوراس کی صدارت کے لئے مصر کے نامور عالم ومفسر شیخ رشید رضا سے مراسلت کی۔ ان سے مراسلت کا ایک سبب یہ بھی تھا جیسا کہ خط سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان جہاں بیگم والی بھوپال نے سفر مصر میں معاونت اوراپنے بچوں کی اتالیق کے انتظام کے لئے علامہ شبلی سے کہا تھا۔چنانچہ انہوں نے مدیر''المنار'' مصر سے رابطہ قائم کیا۔زیرنظر دونوں خطوط اسی

سلسلہ کے ہیں۔ اور شیخ رشید رضا کے ایک مضمون جو انہوں نے علامہ شبلی کی وفات [۱۸/ نومبر۱۹۱۴ء] کے بعد المنار میں لکھا تھا، جسے ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی صاحب نے 'الانتقاد' کے محقق ایڈیشن میں بطور ضمیمہ شائع کیا ہے۔ یہ خطوط وہیں سے نقل کئے گئے ہیں۔

[ا]

الی حضرةالسیدالمحترم متع الله المسلمین بطول بقائة

بعدالتحیة و السلام

انی لم ازل اقرا فی الجرائد ماتبذلون من السعی فی تاسیس دارالعلم و الارشاد،وهذه هی بغیتنا التی کنا نشدها نحن اهل الندوه ،فجعل الله سعیکم مشکوراً،وتوج عملکم بالنجاح طالما تاقت نفسی الی زیارة مصر للقائکم ولکن هیهات ! فانی قد قطعت احدی رجلی لرصاصة اصابتها، فبقیت جلیساً للبیت غیر قادر علی تحمل اعباء الرحلة والسفر والامر الذی دعانی الآن الی ارسال النمیقة ان الامیرة سلطان جهان (بیگم) صاحبة ایالة "بوفال" خرجت راحلة الی لنذرة للحضور فی حفلة تتویج الملک "جرج" وهی ترید زیارة البلاد الاسلامیة، مصر فی شهر رمضان.

وهی من عظماء بلادنا ، اعطت مائة الف روبیة لتکمیل کلیة علی کده، وعینت ثلاثة مائة روبیة جرایة شهریة لندوتنا، وکم لها من امثال ذالک!

ولها شدة عنایة بتربیة عائلتها، ولذالک ارادت ان تجلب احدی المعلمات المسلمات من مصر المحروسة ، وقد

**کتبت الی ان اکون مساعداً لها فی انجاح هذا الامر . فالمرجو من حضرتکم انها لما تصل الی قاهرة، وتستدعی من حضرتکم الاستشارة والاستعانة فافعلو مایلیق بکم من اکرم مثل هذا الضیف الکریم العدیل المثل ،والفضل لکم.**

**شبلی نعمانی**

**ندوه لکھنو**

**فی ۷ مایو سنة ۱۹۱۱ء**

[ماخذ: بحوالہ الانتقاد مرتبہ ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی، ص۲۲۴-۲۲۶]

(ترجمہ)

محترم المقام! سلام وتحیہ

بعد سلام عرض ہے کہ آپ دارالاسلام والارشاد کے قیام کے سلسلہ میں جس طرح کوشش کر رہے ہیں اس کے بارے میں میں برابر اخبارات میں پڑھتا رہتا ہوں، ہم ذمہ داران ندوہ بھی ایسے ہی مقصد کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ آپ لوگوں کی کوششوں کو قبول فرمائے اور آپ کو اس مقصد میں کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔ میں بہت دنوں سے آپ سے ملاقات کرنے کی غرض سے مصر آنے کا خواہش مند تھا لیکن افسوس گولی لگنے کی وجہ سے میری ایک ٹانگ کاٹ دی گئی ہے اور میں خانہ نشیں ہو کر رہ گیا ہوں۔ کہیں بھی آنے جانے یا سفر کے قابل نہیں رہا۔ آپ کی خدمت میں یہ خط اس غرض سے بھیج رہا ہوں کہ ریاست بھوپال کی حکمراں محترمہ سلطان جہاں (بیگم) کنگ جارج کے جشن تاج پوشی میں شرکت کی غرض سے لندن جا رہی ہیں۔ وہ ممالک اسلامیہ بھی

جانے کی خواہش مند ہیں۔ ماہ رمضان میں وہ مصر پہنچیں گی۔

محترمہ کا شمار ہمارے ملک کی عظیم ہستیوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے علی گڑھ کالج کی تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ کی خطیر رقم عطا کی اور ہمارے ندوہ کے لئے انہوں نے تین سو روپیہ ماہانہ کی رقم مختص کر رکھی ہے۔

وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حد درجہ فکر مند ہیں۔ اس کے لئے وہ کسی مصری مسلم استانی کی خدمات حاصل کرنے کی خواہش مند ہیں۔ انہوں نے اس سلسلہ میں لکھا ہے کہ میں اس کام میں ان کی مدد کروں۔ آں جناب سے التماس ہے کہ موصوفہ جب قاہرہ پہنچیں اور آپ سے اس سلسلہ میں مدد اور مشورہ چاہیں تو آپ اس بے مثال شریف مہمان کی شایان شان عزت و تکریم کریں۔ امید ہے کہ آپ کا کرم شامل حال رہے گا۔

شبلی نعمانی

ندوہ لکھنو، ۷ مئی ۱۹۱۱ء

---

(۲)

بسم الله الرحمن الرحيم

الى حضرة الفاضل الاستاذ مولانا رشيدرضا اطال الله بقائه

لايخفى على امثالكم ان اغارات جرجی زيدان على اعراض العرب فى كتابه "تاريخ التمدن الاسلامى" اكثر من تحصى، وان كل مادسه وموه به لااصل له اصيلاً. وحين اطلعت على ذالک کاد قلبى ان يتمنز من الغيظ، غير انى

صبـرت وامنعت النظر فيما له نظر، ولما عيل عنى الصبروناى، قـمـت على ساق، والفت رسالة اكشف فيها دساسه، وهى الآن تطبع. واريدارسال مافرغ من طبعه منها اليكم لكى تدرجوه فى جريدتكم، وكذالک الى الفراغ منها باسرها.

ومـمـاانهيـه اليـكـم ان "نـدوةالعلماء" فى كل عام تعقد مـحفلاً عاماً يحضر فيه الخاص والعام، والامراء والنواب واهل الـحـل والـعـقـد. ويـكـون انـعـقـاده عـامنـاهذا فى اول اپريل سنة١٩١٣. فنحن معشر المعتمدين والاراكين تهوى ونود من صميم قلوبناان يكون صدر هذاالمحفل العظيم، وواسطة عقده النظيم حضرتكم الشريفة،فان تشرفونابالقدوم علينا فى الهند، تهرع اهل البلاد الشاسعة الى هذا المحفل الاسلامى على كل ضـامر من كل فج عميق لمقدمكم المبارک ان شاء الله تعالى. ويـحـصل بعون الله لكم ماانتم بصدد الاجتهـاد بذلک محفل نـدوتـنـا ويـقدر قدره. وفى طى رقيمى هذا، ارسل اليكم خطبة والـى الهـنـد، وعـميـدهـا، فيظهر لكم منهاان الدولة البريطانية لهـاعـنـاية تـامة بـنـدوةالعلماء، ولولاذالک لم تعين لهافى كل شهـر خـمـس مـائة روبية مـن خـزائـنها. فان عزم جنابكم على تشريفنابما اقترحناه فلاح عليه ان يلاقى سفير الدولة البريطانية فـى مـصـر الـمحمية، وينهى اليه خطبة والى الهند وعميدهافى حـق نـدوـةالـعـلـمـاء، وعريضتهاعندقدوم الملک المعظم مع مـلـكتـه الـمـعـظـمة قـاعـدة الهند دهلى،لكى يكون على علم،

**ویستحسن قدومکم علینا. وان امکن منکم طلب الاجازۃ بذلک مرقومۃ فیھافنعم ذالک. ودمتم افندم.**

**شبلی نعمانی**

**۵/جنوری (ینایر)سنۃ ۱۹۱۲ء**

[ماخذ: بحوالہ الانتقاد مرتبہ ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی، ص۲۲۶-۲۲۸]

(ترجمہ)

بخدمت جناب حضرت مولانا رشید رضا دامت برکاتہم

آپ جیسے لوگوں پہ یہ حقیقت مخفی نہیں ہوگی کہ جرجی زیدان نے اپنی کتاب تاریخ تمدن اسلامی میں حد درجہ عربوں کی عزت و ناموس پر حملہ اور کردار کشی کی ہے۔ اس کی اس دسیسہ کاری اور افترا پردازی کی کوئی اصل اور بنیاد نہیں۔ جب مجھے اس کا پتہ چلا تو غصہ سے میرا دل پھٹنے لگا، لیکن میں نے صبر سے کام لیا اور اس اہم مسئلہ پر کافی غور خوض کیا۔ جب مجھے صبر کا یارا نہیں رہا تو اس سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے میں کمر بستہ ہوگیا اور میں نے ایک کتاب لکھی جس میں میں نے اس کی در پردہ سازش کا پردہ چاک کیا ہے۔ یہ کتاب طباعت کے مراحل سے گذر رہی ہے۔ اب تک جو حصہ چھپ چکا ہے۔ اسے میں اس غرض سے آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں کہ آپ اسے اپنے اخبار میں شائع کردیں۔ اس طرح پر آیندہ قسطوں میں پوری کتاب آپ کے اخبار میں چھپ جائے گی۔

میں آپ تک یہ پیغام بھی پہنچانا چاہتا ہوں کہ ندوۃ العلماء ہر سال ایک عام جلسہ منعقد کرتا ہے، جس میں عوام وخواص، امراء ونوابین

اورارباب حل وعقد، ہرطبقہ کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔اس سال جلسے کا انعقاد یکم اپریل ۱۹۱۳ء کو ہوگا۔ ہماری یہ دلی خواہش ہے کہ یہ عظیم جلسہ آپ کی زیرصدارت منعقد ہو۔اگرآپ ہندوستان تشریف لائیں تو آپ کی بابرکت تشریف آوری کی وجہ سے لوگ جوق درجوق ہرطرف سے اس جلسہ میں شرکت کریں گے اورآپ کو اپنی مجلس تعلیم وارشاد کے اغراض و مقاصد کے اظہار کا اچھا موقع مل جائے گا اور ہمارے ادارے کے اس جلسے کی رونق میں اضافہ ہوجائے گا۔ میں اس خط کے ساتھ ہندوستان کے والی وحکمراں کا لکچر ارسال کررہا ہوں جس سے آپ کو اچھی طرح اندازہ ہوجائے گا کہ برٹش گورنمنٹ کی نگاہ میں ندوے کو کیا مقام حاصل ہے۔اگرایسا نہ ہوتا تو یہ حکومت اپنے خزانے سے ندوہ کے لئے ماہانہ پانچ سوروپیہ کی رقم مختص نہ کرتی۔

اگرآنجناب کا ہماری درخواست کوشرف قبولیت بخش کرتشریف لانے کا ارادہ ہوتو آپ مصرمیں موجود برطانوی حکومت کے سفیر سے ملاقات کرکے ندوہ کے بارے میں ہندوستانی حکمراں کی تحریرپیش کردیں اورملکہ معظّمہ کے ساتھ جب بادشاہ سلامت دہلی تشریف لائے تھے اس کی سرگذشت سے بھی انہیں آگاہ کردیں تاکہ اس کا علم بھی انہیں ہوجائے۔ اس طرح ہمارے یہاں آپ کی تشریف آوری بہتر طور پر ہوسکے گی۔اگراس سلسلہ میں آپ کوتحریری اجازت نامہ مل جائے تو مزید بہتر ہوگا۔اللہ آپ کوسلامت رکھے۔

شبلی نعمانی

ندوۃ العلماء لکھنو، ۵؍جنوری ۱۹۱۲ء

[۳]

# جرجی زیدان کے نام

خط کا یہ اقتباس عیسائی مورخ جرجی زیدان مدیر الہلال کے نام مکتوب کا ہے۔اور اس کی معروف کتاب تاریخ التمدن الاسلامی کے حصہ دوم کے مقدمہ سے لیا گیا ہے۔ یہ اقتباس بے حد اہم ہے۔اس سے جہاں جرجی زیدان کی کتاب ''تاریخ التمدن الاسلامی'' کے نقائص اور مصنف مذکور کی دسیسہ کاری کا اندازہ ہوتا ہے وہیں اس سے اس بات سے بھی آگاہی ہوتی ہے کہ علامہ شبلی کی تصنیفی بصیرت اور مورخانہ شعور کس درجہ بلند تھا۔اقتباس درج ذیل ہے:

(عربی متن)

''استلمت کتاب تاریخ التمدن الاسلامی بغایة الشوق، لان موضوع الکتاب یھمنی بنوع خاص.ولم اعرضه علی احدالااعجب به غایة الاعجاب . وظنی ان تالیفکم ھذا یترجم الی لساننا الاردو( الھندستانی). ولاشک انه یقع موقع القبول فی البلاد الاسلامیة کلھا. ولکننی انتقد علیکم امراً لایسعنی کتمانه، وھو ان دابکم غیر التزام الاستشھادفی کل محل و موضوع ، وفیه مفاسد کثیرة:

منھا:اننا راینا کثیرین من مستشرقی اوربا یذکرون اموراً مھمه من المسائل العلمیه او الاختراعات وینسبونھا الی العرب، فنغتر بذلک، ویذھب بناالفخر کل مذھب، ثم اذاراجعناالاصل وحققناالامر یظھرانھم استنوقوا الجمل،

وماكان هناك شيء يذكر ولا مائرةتنقل. لانقول: انهم يتعمدون الكذب،ولكنهم يغلطون في الاستنباط. فلو كانوا يذكرون مصادرالرواية ومآخذهالكان يسهل لنا المراجعة اذامست الحاجة.

ومنها: ان كتب التواريخ لها مدارج ومراتب. فمالكم تذكر اسماء الكتب بالخصوص لايتميز جيد الرواية من رديئها، ولا اقواهامن اضعفها" ۱.۵.

[ماخذ: تاریخ التمدن الاسلامی ج۲ص ۷-۸،طبع سوم]

(ترجمہ)

میں نے تاریخ تمدن اسلامی نامی کتاب کو بڑے شوق سے ہاتھ لگایا کیونکہ مجھے اس کتاب کے موضوع سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ میں نے جسے بھی یہ کتاب پیش کی اس نے اسے کافی پسند کیا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کی اس کتاب کا ترجمہ اردو زبان میں ہونا چاہئے۔ بلاشبہ تمام اسلامی ملکوں میں قبول عام حاصل ہوگا، لیکن اس کتاب کے بارے میں مجھے ایک شکایت ہے، جسے زبان پر نہ لانا میرے لئے ممکن نہیں۔ وہ شکایت یہ ہے کہ اس کتاب میں آپ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ آپ نے کتاب کے شروع میں کتاب کے ماخذ کا اجمالی طور پر تذکرہ کر دیا ہے۔ موقع ومحل پر ان ماخذ کا حوالہ دینا ضروری نہیں سمجھا ہے۔ اس طرح حوالوں کو درج کرنے میں کافی خرابیاں ہیں۔

ان میں سے ایک نقص یہ بھی ہے کہ بیشتر مغربی مستشرقین بہت سے علمی مسائل اور ایجادات کا تذکرہ کرتے ہیں اور انہیں عربوں کی

طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ ہم اس سے دھوکہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور ہمیں بے پناہ فخر وغرور کا احساس ہوتا ہے، لیکن جب ہم اصل ماخذ پر نظر ڈالتے ہیں اور اس بات کی تحقیق کرتے ہیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ کوئی قابل ذکر کارنامہ سرے سے ہے ہی نہیں۔ ہمارا یہ کہنا نہیں ہے کہ انہوں نے دانستہ طور پر جھوٹ کا طومار باندھا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے نتائج اخذ کرنے میں غلطی کی ہے۔ اگر وہ ہر موقع پر روایت کے مصادر و مآخذ کو نقل کرتے تو ضرورت محسوس ہونے پر ان کی طرف رجوع کرنے میں آسانی ہوتی۔ ایک اشکال یہ بھی ہے کہ (صحت وعدم صحت کے اعتبار سے) تاریخ کی کتابوں کے مختلف مدارج ہوتے ہیں تو جب تک کتابوں کا نام خصوصیت کے ساتھ مذکور نہیں ہوگا تو صحیح اور غلط اور قوی روایات کے درمیان امتیاز کرنا ممکن نہیں ہوگا۔ ———— (شبلی نعمانی)

ان عربی خطوط سے پہلے علامہ شبلی کے تین عربی خطوط شائع ہوئے تھے۔ ایک مکاتیب شبلی میں نواب سید علی حسن [۱۸۶۶-۱۹۳۶ء] کے نام جو سرسید کی وفات پر لکھا تھا۔ دو مراسلات جو جرجی زیدان کے مجلّہ الہلال مصر میں شائع ہوئے تھے اور جنہیں ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی صاحب نے دریافت کیا تھا۔ یہ دونوں مراسلے مراسلات شبلی میں شامل ہیں۔

ان نو دریافت عربی خطوط سے علامہ شبلی نعمانی کے عربی خطوط کی تعداد چھ ہوگئی ہے۔ ان کا ترجمہ استاذ گرامی ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے قلم سے ہے۔



[۷]

# علامہ شبلی بنام امیر مینائی

(ایک غیر مطبوعہ خط)

منشی امیر احمد امیر مینائی [۱۸۲۹-۱۹۰۰ء] اردو شاعری کے اخیر دور کے ایک تاجدار تھے۔ ان کا تعلق مخدوم شاہ مینا کے خانوادے سے تھا۔ ۲۱ر فروری ۱۸۲۹ء کو لکھنو میں پیدا ہوئے۔ یہیں ان کی تعلیم وتربیت بھی ہوئی۔ شعر وادب سے دلچسپی بچپن سے تھی اور تاحیات قائم رہی۔ مختلف علوم وفنون، شعر وادب کے ساتھ طب، علم جفر اور علم نجوم سے بھی واقف تھے۔ شاعری میں اپنے معاصرین سے اعلانیہ ممتاز تھے۔

۱۸۵۲ء میں واجد علی شاہ [۱۸۲۲-۱۸۸۷ء] کے دربار سے وابستہ ہوئے، پھر رامپور چلے گئے اور ۴۳ر برس وہاں شعر وشاعری اور تصنیف وتالیف میں زندگی بسر کی۔ آخر میں نواب مرزا داغ [۱۸۳۱-۱۹۰۵ء] کے کہنے پر حیدرآباد چلے گئے اور پھر وہیں ۱۲را کتوبر ۱۹۰۰ء کو شعر وادب کا یہ نیر تاباں غروب ہوگیا۔

متعدد دواوین اور نثری تصنیفات وتالیفات ان کی یادگار ہیں، لیکن ان کا ایک بڑا اور قابل ذکر کارنامہ امیر اللغات کی تدوین وتصنیف ہے۔ جو اگرچہ نامکمل رہی، تاہم اس کی دونوں جلدوں کو دیکھنے سے صاف محسوس ہوتا ہے کہ انتہائی بلند معیار پر یہ کام ہو رہا تھا۔ افسوس منشی امیر مینائی اس کی ناتمامی کا داغ اپنے ساتھ لے گئے۔

علامہ شبلی نعمانی سے ان کے کسی مراسم کی تفصیل کہیں دستیاب نہیں ہوئی۔ علامہ شبلی کا

زیرنظر غیر مطبوعہ مکتوب حال ہی میں امیر مینائی کے پوتے جناب اسرائیل مینائی صاحب مقیم کراچی جن کی عمر اس وقت ۹۴ رسال ہے۔اللہ ان کی عمر میں برکت دے۔ان سے ہمارے لائق دوست اور ممتاز مصنف و محقق جناب محمد راشد شیخ کو ملا ہے۔ جسے قدر دانان شبلی و امیر کی نذر کیا جاتا ہے۔

جناب من! تسلیم۔

نامہ مبارک ورود فرما کر میری عزت افزائی کا باعث ہوا۔ میں ابتک ضعف میں مبتلا ہوں۔گرچہ ممکن ہے کہ امیر اللغات کے متعلق اپنے خیالات منفرداً عرض کروں، لیکن سید صاحب سے کچھ مشورت اور مباحثہ کے بعد کچھ لکھنا زیادہ مناسب نہ ہوگا۔ جو عظیم الشان قومی کام آپ نے شروع کیا ہے، ملک کو عموماً اس کی نسبت ہمدردی ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ عام طور پر لوگوں کو اس ابدی احسان کا اعتراف ہے۔ امیر اللغات کا نمونہ مطبوعہ مجھ کو عنایت ہو کہ اس وقت غور سے دیکھنے کا موقع حاصل ہے۔

اگر آپ معاف فرمائیں تو میں یہ عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ ٹکٹ جو نامہ مبارک پر چسپاں ہوتا ہے اس عقیدت اور نیازمندی میں کمی کا باعث ہوتا ہے جو مجھ کو آپ کے ساتھ ہے۔امید ہے کہ آئندہ اس عطیہ سے محروم رہوں۔ میں تعطیل کی وجہ سے مکان پر ہوں۔لیکن مصمم قصد ہے کہ اس تعطیل کے چندروز رام پور میں بسر کروں۔اس طرح پر شرف قدم بوسی کا موقع بھی حاصل ہوگا۔غالباً اکتوبر کے مہینہ میں رامپور پہنچوں۔

شبلی نعمانی

۳۰ راگست ۱۸۹۱ء

علامہ شبلی نعمانی نے یہ خط منشی امیر احمد مینائی کے خط کے جواب میں لکھا ہے۔ جو

انہوں نے ''امیر اللغات'' جلداول کی اشاعت کے بعد غالباً تقریظ کے لئے لکھا تھا۔ اور جیسا کہ مکتوب شبلی سے واضح ہے کہ وہ سرسید احمد خاں سے بھی تقریظ کے خواہش مند تھے۔ ''امیر اللغات'' جلد دوم میں متعدد اہل علم وکمال کے آرا وخیالات اور تقریظات شامل ہیں۔ (۱) ان میں سرفہرست سرسید احمد خاں کی تحریر ہے اور انہوں نے جلد اول کی اشاعت پر امیر مینائی کی بھرپور ستائش کی ہے۔ البتہ اس میں علامہ شبلی کی کوئی تحریر شامل نہیں ہے۔

امیر مینائی کی وفات کے برسوں بعد ان کے ایک لائق شاگرد مولوی احسن اللہ خاں ثاقب [۱۸۶۳-۱۹۳۵ء] نے ''مکاتیب امیر مینائی'' کو ۱۹۱۱ء میں شائع کیا تو اس پر مولانا حالی اور مولانا شبلی نے اپنے آراء وخیالات کا اظہار کیا جو کتاب کے اخیر میں درج ہیں اور جس میں علامہ شبلی نے امیر وداغ کو اردو شاعری کے اخیر دور کا تاجدار بتایا ہے اور فاضل مرتب کی تحسین وستائش تو کی ہے اور اس بات کے لئے خاص طور پر داد دی ہے کہ انہوں نے امیر مینائی کی شاعری کے تجزئے میں حقوق استاذی بھی نظرانداز کر دئے ہیں۔ (۲)

بہرحال امیر مینائی کے نام علامہ شبلی کا یہ خط ان کے ذخیرہ مکتوبات میں ایک اہم اور قابل قدر اضافہ ہے۔ راقم نے ۲۰۱۳ء میں ۲۱۰ر خطوط شبلی کا مجموعہ ''مکتوبات شبلی'' شائع کیا تھا۔ اس کے بعد سے ابتک مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ۷۹ر خطوط شبلی مزید دریافت ہو چکے ہیں، جس میں متعدد مکتوب الیہ بھی نئے ہیں۔ اس مکتوب کی اشاعت سے نو دریافت مکاتیب کی تعداد ۸۰ ہوگئی ہے۔ اب ''مکتوبات شبلی'' کا نیا ایڈیشن ۲۹۰ر مکتوبات سے بھی زاید کا مجموعہ ہوگا۔

---

**تعلیقات وحواشی:**

(۱) امیر اللغات، حصہ دوم ص ۸۱

(۲) مکاتیب امیر مینائی ص ۲۶۸



[۸]

# علامہ شبلی کے تیرہ نو دریافت

# غیر مدون خطوط

ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اگست ۲۰۱۹ء میں علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کے ۳۶/نو دریافت غیر مطبوعہ خطوط راقم نے تعلیقات وحواشی کے ساتھ قارئین معارف کی نذر کیے تھے جو اس لحاظ سے بے حد اہم تھے کہ وہ علامہ کے اکلوتے صاحبزادے حامد حسن نعمانی [۱۸۸۰-۱۹۴۲ء] کے نام تھے اور ان میں بیشتر خطوط خانگی احوال ومعاملات پر مبنی ہیں۔ان کی اشاعت کے بعد سے اب تک تیرہ [۱۳] نئے اور غیر مدون خطوط شبلی مختلف کتب ورسائل سے ہاتھ آ گئے ہیں۔اس کی تفصیل اس طرح ہے:

| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | قاضی سراج الدین احمد کے نام | ۲/خط |
| ۲۔ | نواب غلام احمد کلامی کے نام | ۱/خط |
| ۳۔ | مولانا رحمٰن علی کے نام | ۱/خط |
| ۴۔ | مولانا مفتی شیر علی کے نام | ۹/خط |

قاضی سراج الدین احمد [۱۸۶۶-۱۹۲۵ء] ابن قاضی کریم الدین بار ایٹ لا، ایڈیٹر ہفتہ روزہ سرمور گزٹ ناہن، سرسید احمد خاں کے دوست اور تحریک علی گڑھ کے خاص اشخاص میں سے تھے۔وہ راولپنڈی میں مختلف عہدوں پر فائز رہے اور متعدد اہم علمی وصحافتی

کام انجام دئے۔ راولپنڈی مسلم لیگ کے صدر رہے۔انجمن اسلامیہ راولپنڈی کے سکریٹری اور راجہ ریاست پونچھ اور چیف جج پونچھ کے پی اے بھی رہے۔۱۹۰۷ء میں کچھ دنوں تک وکالت بھی کی۔اسلامیہ ہائی اسکول راولپنڈی کے بانی بھی وہی ہیں۔وہ ایک مصنف، صحافی اور قانون داں کی حیثیت سے اپنے عہد میں ممتاز تھے۔حیات سلطان صلاح الدین [م: ۱۸۹۷ء] ، جنگ ترکی و یونان، تعلیم [م:۱۸۹۲ء]، تہذیب، فصاحت [م: ۱۹۰۹ء]، فضیلت، حقیقت خلافت [طبع دوم: ۱۹۲۰ء] سرسید کے لکچروں کا مجموعہ مع سوانح عمری [م: ۱۸۹۰ء]، داستان پاستان اور سیرۃ الفاروق[م: ۱۸۹۳ء] وغیرہ ان کی تصنیفات و تالیفات اور کتب ورسائل ہیں۔ انہوں نے کئی اخبار و رسائل مثلاً ہفتہ وار ''سرمور گزٹ'' ناہن [۹۳-۱۸۹۱ء]، ہفتہ وار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی [۱۸۹۹ء] اور پندرہ روزہ ''محمڈن نیشنل میگزین'' سیال کوٹ [۱۸۹۳ء] کی مختلف وقتوں میں ادارت کے فرائض انجام دئے اور اپنی محنت وصلاحیت سے انہیں مقبول عام بنایا۔

۱۸۹۳ء میں قاضی سراج الدین نے علامہ شبلی کی تصنیف ''الفاروق'' پر سبقت کی غرض سے بعجلت تمام ''سیرۃ الفاروق'' لکھ کر شائع کی۔اس کوشش وسبقت کو علاوہ اور لوگوں کے خود سرسید احمد خاں نے بھی ناپسندیدہ فعل قرار دیا اور اس کے خلاف اپنے اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں ایک تحریر شائع کی (۱)۔

محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ میں قاضی سراج الدین نے اپنے ایک علمی اور تصنیفی منصوبے کا اعلان شائع کیا ہے۔ ان کا منصوبہ یہ تھا کہ اہل علم بالخصوص ہندوستان کے مشاہیر کا تذکرہ قلم بند کیا جائے۔اس کے لئے انہوں نے علامہ شبلی سے مشورہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے نہ صرف مفید مشورے دئے بلکہ مشاہیر اہل علم اور ارباب کمال کی ایک فہرست بھی تیار کر کے دی (۲) مگر اس وقت بوجوہ اس کام کا آغاز نہ ہوسکا۔اگست ۱۸۹۳ء میں انہوں نے دوبارہ اس کام کا تہیہ کیا اور پرعزم ہوکر اہل علم اور بزرگوں سے ملاقات کی۔لیکن

اس بات سے مایوس ہوئے کہ جن بزرگوں کے نام ان کی فہرست میں شامل تھے انہوں نے ان کا جیسا چاہیئے تھا تعاون نہیں کیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے نواب محسن الملک [۱۸۳۷-۱۹۰۷ء] کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہی معاملہ محسن قوم سرسید احمد خاں کا بھی تھا (۳) دراصل بات یہ تھی کہ اس عہد میں اپنے بارے میں کچھ لکھنا لکھانا معیوب خیال کیا جاتا تھا۔ اس وقت کیا آج بھی سنجیدہ اشخاص اور اہل علم اسے ناپسند کرتے ہیں۔ اس بار پھر قاضی سراج الدین احمد نے علامہ شبلیؒ سے خط و کتابت کی۔ چنانچہ علامہ شبلی نے پھر تعاون کا وعدہ کر کے قاضی صاحب کا حوصلہ بڑھایا۔ مگر جب ان کی مرسلہ فہرست مشاہیر پر نظر پڑی تو انہوں نے قاضی سراج الدین کو لکھا کہ

> ''مشاہیر کا تذکرہ معقول تجویز ہے، لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ آپ نے ہماری قدیم تعلیم وعلوم کی کچھ قدر نہ کی۔ اس سے زیادہ کیا ظلم ہوگا کہ مجھ سے ہیچ میرز کا نام فہرست میں ہو اور جناب مولوی نذیر حسین صاحب محدث دہلوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، شمس العلماء مولوی عبدالحق صاحب خیرآباد، مولوی عنایت رسول صاحب چریا کوٹی وغیرہ بزرگوں کو پوچھا تک نہ جائے اور حقیقت یہ ہے کہ ان بزرگوں کو ہم جیسوں کے شمار میں داخل ہونا بھی عار ہے۔ چنانچہ سنا ہے کہ مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی نے اول شمس العلما کا خطاب لینے سے منع کر دیا ہے۔
>
> اجمالاً آپ کا یہ لکھنا کہ اور علماء اور شعرا کا تذکرہ لکھنا بھی منظور ہے، اس غلطی کا کفارہ نہیں ہوسکتا۔ ان بزرگوں کی اس لحاظ سے بھی قدر کرنی چاہیئے کہ آپ کی فہرست والے لوگ نئی تعلیم کے ذریعہ سے پیدا ہوسکتے ہیں، لیکن ان بزرگوں کے خاتمہ پر ہماری تعلیم قدیم کا خاتمہ ہے۔ آپ ضرور اس فہرست کو وسیع کیجئے۔ اس بات کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ داغ،

امیر،عزیزلکھنوی (شاعرفارسی) وغیرہ نظرانداز کئے جائیں۔والسلام
شبلی (۴)

ا۔اس خط کے بعدعلامہ شبلی کو یادآیا کہ قاضی سراج الدین احمد نے اپنی فہرست مشاہیر میں خدائے سخن شمس العلماء محمد حسین آزاد [۱۸۳۰-۱۹۱۰ء] کا نام بھی شامل نہیں کیا ہےتوانہوں نےمنشی جی کو دوسرا مکتوب روانہ کیااور لکھا کہ

آپ کی فہرست میں آزاد کا نام نہیں ہے۔ مشاہیرقوم اور بالخصوص مصنّفین اردو کی جوفہرست آزاد کے نام سے خالی ہووہ ناتمام اورمحض ناتمام ہے۔اردواگرایک جداگانہ دنیاہے اوراس کےمختلف اقالیم میں الگ الگ سلطنتیں ہیں تو آزادسلطنت تمسعہ کامالک اور صاحب تاج و تخت ہے۔اس قسم کی فروگذاشتیں معذوری کے قابل نہیں۔والسلام
شبلی (۵)

علامہ شبلی کی ان معروضات کومنشی سراج الدین احمدایڈیٹر ماہنامہ ''چودھویں صدی'' راولپنڈی نے مثبت انداز میں لیااوراعتراف کیا کہ

''درحقیقت مولانامولوی محمد حسین صاحب آزاد کا نام بھول جانے کی تو ہم سے غلطی ہوئی تھی لیکن اس سے زیادہ ناموں کوچھوڑ دینے اوردوسرے بزرگوں کے اسمائے گرامی داخل فہرست نہ کرنا ہماری واقفیت اورعلم کا قصور تھا۔ہم اپنے مولانا کے نہایت شکرگذار ہیں کہ انہوں نے بعض بزرگوں کے ناموں سے ہم کواطلاع فرما کرایسی بدنما غلطی سے بہت جلد بچالیااور ہم ان تمام بزرگوں کے ناموں کو جومولانا ممدوح نے اپنے گرامی نامہ میں لکھے ہیں اپنی فہرست میں مع اپنے مخدوم مولانا مولوی سیداحمد صاحب دہلوی مصنف فرہنگ آصفیہ کے نام کے اپنی فہرست

میں داخل کرتے ہیں۔''(۶)

شاید قاضی سراج الدین احمد کا یہ علمی منصوبہ منصوبہ ہی رہ گیا۔ہمیں نہیں معلوم کہ آیا وہ یہ تذکرہ لکھنے میں کامیاب ہوئے یا نہیں۔لیکن ان کی جن چند تصانیف اور کتب ورسائل کا ذکر ملتا ہے۔ان میں کسی ایسے تذکرے کا نام شامل نہیں ہے۔قاضی صاحب نے ۲۵ر جولائی ۱۹۲۵ءکوراولپنڈی میں وفات پائی۔

۲۔دوسرے مکتوب الیہ قائدالملک نواب غلام احمد کلامی [م: دسمبر ۱۹۴۷ء] سابق صدرسینٹرل محمڈن ایسوسی ایشن بنگلور ہیں۔وہ اصلاً ریاست راجن گڑھ ترچناپلی تامل ناڈو کے چشم و چراغ تھے۔سقوط سری رنگاپٹن کے بعدنواب آرکاٹ کی ایماپرراجن گڑھ پر قبضہ کرلیا گیا اوران کے جدامجد کوپنشن دیدی گئی۔یہی پنشن وراثتاً نواب غلام احمد کلامی کے حصہ میں آئی جوان کے عہد میں بائیس روپیہ آٹھ آنہ تھی۔چنانچہ نواب صاحب ذاتی اور خانگی مسائل کی بناپر راجن گڑھ کو خیر باد کہہ کر پہلے ترچناپلی پھرویلورکی راہ لی۔مختلف مقامات پرمختلف ملازمت اورمصائب سے گذرکرایک انگریز کےتعاون سےتجارت کا آغاز کیا،جس میں اللہ تعالی نے بڑی برکت عطا کی اوروہ ایک بڑےتاجرکہلائے۔

نواب غلام احمد کلامی نے اپنے علاقہ کے مسلمانوں کی علمی وتعلیمی ترقی کے لئے تقریباً چالیس برس جدوجہد کی۔انہیں سرسیداحمد خاں،ایم،اے،او،کالج اورعلی گڑھ تحریک سے بڑالگاؤ تھااوروہ سرسیداحمد خاں کی کتابیں اورمضامین کا پابندی سے مطالعہ کرتے تھے اوربقول نواب صاحب انہی کےمطالعہ سےان کےاندراسلامیت پیداہوئی۔(۷)

سرسیداورنواب صاحب کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ بھی قائم رہا۔نواب صاحب نےعلی گڑھ کالج کی طرح وانم باڑی میں بھی ایک کالج قائم کرنے کا خواب دیکھا، مگروہاں کے باشندوں نےاس سے دلچسپی نہیں لی اوروہ پورانہ ہوسکا۔البتہ انہوں نےایک ہائی اسکول،ایک کتب خانہ اورایک مسلم بورڈنگ ہاؤس وغیرہ قائم کرنے میں ضرورکامیابی

حاصل کی۔(۸)

وہ مسلمانان پریسیڈنسی مدراس اورمیسور کے ہرطرح کے معاملات ومسائل سے دلچسپی لیتے۔یہی وجہ ہے کہ وہاں ان کا بڑاادب واحترام اور بڑی قدرومنزلت تھی۔میسور کے راجہ اور پرجہ سب لوگوں کوان سے بڑاتعلق خاطر تھا۔یہی سبب ہے کہ میسور کے راجہ نے انہیں قائدالملک کا خطاب اورخلعت عطا کی۔۱۲/اپریل۱۹۴۲ءکومیسور میں میسور کےعوام و خواص کی طرف سے ایک تقریب میں انہیں سپاس نامہ پیش کیا گیا،جس میں دس ہزار کی ایک بڑی رقم بھی نذر کی گئی۔ جسے انہوں نے اپنے ڈھائی ہزارروپئے کے ساتھ انجمن کو ہدیہ کردیا۔یہی نہیں اس موقع پرانہوں نے اپنا انتہائی قیمتی کتب خانہ بھی قوم کی نذرکردیا۔ سپاس نامہ کے جواب میں انہوں نے بڑی شاندارتقریر کی،جس سے ان کی ملی حمیت وغیرت اور مسلمانوں کے مسائل سے واقفیت کااندازہ ہوتا ہے۔سپاس نامہ اوراس کا جواب دونوں شائع ہوئے ہیں اورمطالعہ کے لائق ہیں۔

نواب صاحب علی گڑھ کالج کےاخبارات ورسائل کےخریدار بھی تھے۔اس سلسلہ میں سرسیدسے ان کی خط وکتابت بھی ہوئی۔پروفیسر مظفرعلی شہ میری وائس چانسلر ڈاکٹر عبدالحق اردو یونیورسٹی کرنول آندھرا پردیش نے اپنی کتاب ’’نقش ونظر‘‘میں ان کے نام سرسیداحمد خاں کے خطوط کوجمع کر کے ان پرسیر حاصل تبصرہ کیا ہے(۹)۔اسی سلسلہ میں نواب غلام احمد کلامی نے علامہ شبلی کوبھی ایک خط لکھا تھا۔اس خط میں کوئی قابل ذکر بات تو نہیں ہے،سوائے اس کے کہ یہ علامہ شبلی کے قلم سے ہے۔تاہم اسے یہاں درج کرنا ضروری ہے۔نواب غلام احمد کلامی کے پاس علی گڑھ سے جو رسائل آتے تھے ان میں سے کوئی رسالہ نہیں پہنچا تو اس کے لئے انہوں نے سرسید کے ساتھ علامہ شبلی کوبھی خط لکھا۔اس کے جواب میں علامہ شبلی نے لکھا ہے کہ

جناب من!

میں نے میگزین کے ایک پرچہ میں اشتہار دیدیا ہے کہ مجھ کو
پرچوں کے بھیجنے اور بھجوانے سے تعلق نہیں۔ آپ منشی نیاز محمد خاں منیجر کالج
میگزین کو تحریر فرمائیں ممکن تھا کہ میں آپ کا والا نامہ ان کو دیدیتا، مگر براہ
راست خط و کتابت کا اثر زیادہ ہوگا۔

شبلی

۵ر مئی ۱۸۹۶ء (۱۰)

نواب غلام احمد کلامی کی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ شبلی نے ان کا نام ندوہ کی مجلس شوریٰ کے ارکان میں داخل کرنے کے لئے پیش کیا اور وہ رکن منتخب ہوئے۔ ندوہ، علی گڑھ کالج، انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض دوسرے اداروں کے بھی وہ رکن اور سرپرست رہے۔ علی گڑھ کالج کے نہ صرف رکن بلکہ فیلو بھی تھے۔ ایجوکیشنل کانفرنس کے بھی وہ رکن تھے اور اس کے اجلاسوں میں شریک ہوتے۔ تحریک خلافت سے بھی انہیں گہرا لگاؤ تھا۔ اس کے اجلاسوں میں وہ شریک رہتے۔ علی برادران اور بی اماں تحریک خلافت کے سلسلہ میں ویلور آئیں تو انہی کے یہاں قیام وطعام رہا۔

۳۔ مشہور عالم ومصنف اور ''تذکرہ علمائے ہند'' کے مصنف محمد عبدالشکور بن حکیم شیر علی صدیقی معروف بہ مولانا رحمٰن علی [۱۸۲۸-۱۹۰۷ء] اور علامہ شبلی ایک دوسرے سے واقف تھے۔ اپنی کتاب تذکرہ علمائے ہند میں ان کے بارے میں لکھا ہے کہ

**(۵۰۶) مولوی محمد شبلی اعظم گڑھی**

مولوی محمد شبلی اعظم گڑھ، اسکات المعتدی علی انصات المقتدی
اور ظل الغمام وغیرہ کے مصنف ہیں۔ مروجہ درسی کتابیں مولوی محمد فاروق
چریا کوٹی سے پڑھیں، اب مدرسہ علی گڑھ میں مدرس اول ہیں۔

تصانیف: المامون (تاریخ زمانہ مامون الرشید خلیفہ عباسیہ،

بغداد) الجزیہ (جزیہ کی حقیقت کا بیان) گذشتہ تعلیم (مسلمانان سلف کے علوم کی تدوین اور قدیم مدارس کے نام) صبح امید (اسلام کی موجودہ حالت) سیرت النعمان (امام ابوحنیفہؒ کی سوانح عمری) عربی وفارسی قصائدوغزلیات۔(۱۱)

ان دونوں کے درمیان خط وکتابت بھی رہی۔مولانا رحمٰن علی ایک ہندوریاست ریواں [مدھیہ پردیش] میں ایک معزز عہدہ پر فائز تھے۔اس ریاست کا ہندوراجہ نہایت شریف اور معزز شخص تھا۔ان کا نام ان کے بھائی کے نام امان علی کے وزن پر رحمٰن علی اسی راجہ کا تجویز کردہ ہے۔اخراجات کے لئے راجہ نے اپنی ریاست کے کئی گاؤں مولانا رحمٰن علی کی نذر کئے تھے۔جس کی آمدنی انہوں نے مساجد کے اخراجات کے لئے وقف کردی تھی۔ ان کا تذکرہ کتاب کے مترجم محمد ایوب قادری نے ''تذکرہ علمائے ہند'' میں کیا ہے۔(۱۲)

خان بہادر مولوی رحمٰن علی جس وقت ''تذکرہ علمائے ہند'' قلم بند کررہے تھے، علامہ شبلی سے ''جامہ'' کے رواج کے سلسلہ میں معلومات دریافت کی تھیں۔اس کے جواب میں علامہ شبلی نعمانی نے لکھا کہ

جناب مکرم مولوی رحمٰن علی خاں صاحب دام مجدہ
ممبر کونسل ریاست ریواں تسلیم!

جہاں تک مجھ کو معلوم ہے جامہ (۱۳) کا رواج ہندوستان کے سوا اور کہیں نہ تھا۔دولت عباسیہ اندلس، اتاترک کے لباس کا حال کتابوں میں ملتا ہے۔وہ جامہ سے بالکل الگ ہے۔ یہاں اس کا رواج غالباً اکبر کے عہد سے ہوا۔لیکن کسی خاص حوالہ کا مجھ کو علم نہیں۔آپ کی کتاب تذکرۃ العلماء کب تک تیار ہوگی۔المامون چھپ رہی ہے۔ والسلام

شبلی

۲۶رنومبر۱۸۹۰ء(۱۴)

یہ خط پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں[۱۹۱۲-۲۰۰۵ء] کومولانا رحمٰن علی مرحوم کے کتب خانہ ریواں میں ملا تھا۔انہوں نے اس کی نقل مولانا سید سلیمان ندوی[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] کو بھیجی اور اپنے مضامین کے مجموعہ ''علمی نقوش'' کے ایک حاشیہ میں بھی درج کر دیا تھا، میں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔

ریواں مدھیہ پردیش میں مولانا رحمٰن علی کا ایک بڑا قیمتی کتب خانہ تھا۔جوان کی وفات کے بعد برباد ہورہا تھا۔ چنانچہ پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں نے کوشش کی کہ یہ قیمتی کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ منتقل ہوجائے ۔مولانا سید سلیمان ندوی کوبھی انہوں نے متوجہ کیا۔انہوں نے بھی کوشش کی اور ان کے صاحبزادے سے خط وکتابت کی،مگر کامیابی نہیں مل سکی۔(۱۵)

۴۔مولانا مفتی شیر علی[م:۱۵رفروری۱۹۳۶ء] بڑے عالم وفاضل اورعلوم دینیہ پر کمال دسترس رکھنے والے بزرگ تھے۔ان کا اصل وطن گڑگاؤں تھا۔اسی ضلع کے ایک موضع ترکیا داس میں پیدا ہوئے۔دہلی،رنگون اور ریاست جھجر کے ثقہ علماء سے تحصیل علم کیا، مفتی ہدایت اللہ رام پوریؒ اورمولانا مفتی عبداللہ ٹونکیؒ ان کے خاص اساتذہ میں ہیں۔درسیات پر بے پناہ دسترس تھی۔علامہ شبلیؒ کی خواہش پروہ ندوہ تشریف لائے اورصدر مدرس مقرر ہوئے، ان کی تقرری سے تعلیم وتعلم کا ندوہ میں ایک نیا دور شروع ہوامگر وہ جلد ہی واپس حیدرآباد چلے گئے اور وہاں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔آخر میں جامعہ عثمانیہ حیدرآباد میں علم کلام کے پروفیسر ہوگئے تھےاور یہیں سے قبل از وقت خرابی صحت کی بناپر وظیفہ لیا۔۱۵رفروری۱۹۳۶ءکو حیدرآباد میں وفات پائی۔

ندوہ کوترقی دینے اوراس کے تعلیمی معیارکو بلند رکھنے کے لئے علامہ شبلی نے بڑی جدوجہد کی ۔مولانا مفتی شیر علی صاحب سے خط وکتابت اور پھران کا تقرر اسی سلسلہ کی ایک

کڑی ہے۔ ان کے نام علامہ شبلی کے ۱۴؍خطوط نقوش لاہور کے مکاتیب نمبر میں شائع ہوئے تھے۔جنہیں راقم نے اپنی کتاب ''مکتوبات شبلی'' میں شامل کر چکا ہے۔اب ان کے مزید ۹؍خطوط دستیاب ہوئے ہیں۔ جو مذکورہ ۱۴؍خطوط کے ساتھ حیدرآباد سٹی کالج کے ترجمان الموسی [ج ۵ ش ۱ تا ۲] میں شائع ہوئے ہیں۔ان کے نواسے سید عبدالجلیل نے بڑے اہتمام شائع کرایا ہے۔(۱۶) وہ خطوط درج ذیل ہیں۔

[۱]

یہ فقط رسید ہے جواب ایک ہفتہ میں عرض کروں گا۔

شبلی، لکھنو

۳؍ستمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد ج ا ش ا-۲، ص ۵۸]

---

[۲]

مولانا!

رمضان میں مدرسہ بند ہو جاتا ہے۔اس کے علاوہ ایک خاص وجہ تھی، یعنی ارکان ندوہ نے ایک اور صاحب کا نام پیش کیا تھا۔اور مجھ کو ان پر اتمام حجت کرنا تھا۔میں ان شاءاللہ دو ہفتہ میں قطعی خط لکھ سکوں گا۔

شبلی۔۴؍نومبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ:، مجلّہ الموسی، حیدرآباد، ج ا ش ا-۲، ص ۵۸-۵۹]

---

[۳]

جناب مولانا مہتمم صاحب

ان دو بچوں کو دارالعلوم میں پڑھنا مقصود ہے۔امتحان لے کر تعین کر دیا جائے کہ کس کلاس کے قابل ہیں۔چونکہ بورڈنگ میں جگہ نہیں اس لئے یہ دونوں باہر رہیں گے۔

شبلی۔ا ر دسمبر ۱۹۰۹ء

[ماخذ: مجلّہ الموسیٰ، حیدرآباد، ج ا ش ا-۲، ص ۵۹]

---

[۴]

جناب من!

عبدالرحمٰن رنگونی (۱۷) سے دریافت فرمایئے کہ وہ دس بجے آغا خاں صاحب (۱۸) کے پاس گئے تھے یا نہیں؟ اور کیا جواب ملا۔ آغا خاں صاحب کے ہاں سے شاید خود کوئی جواب آیا ہو، دریافت فرما کر لکھئے۔

شبلی۔ا ر فروری ۱۹۱۰ء

[ماخذ: مجلّہ الموسیٰ، حیدرآباد، ج ا ش ا-۲، ص ۵۹]

---

[۵]

مولانا!

مجھ کو افسوس ہوا کہ آپ کو بے فائدہ دوادوش ہوئی، تعطیل مزید کی آپ کو خبر نہیں دی گئی، ورنہ آپ اہل وعیال میں کچھ دنوں اور بسر کر سکتے۔

افسوس برآورد بن؟ کر نہیں آئی۔مارچ کا مہینہ گذر گیا تو سرکاری رقم متعلق مولوی طیب صاحب (۱۹) نہ مل سکے گی۔

شبلی۔۱۸/مارچ ۱۹۱۰ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد، ج اش ا-۲، ص۵۹]

---

[۶]

جناب مولانا!

درخواست رخصت پہنچی، منظور ہوکر درج رجسٹر کی گئی۔لیکن اب مژدۂ تشریف آوری سے اطلاع دیجئے، ورنہ بہت انتشار ہے۔

شبلی

۷/جنوری ۱۹۱۱ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد، ج اش ا-۲، ص۶۰]

---

[۷]

جناب من!

بذریعہ تار مطلع فرمایئے کہ آپ واپس آئیں گے یا نہیں۔

شبلی

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد، ج اش ا-۲، ص۶۰]

---

[۸]

تسلیم!

وہ کام ہوگیا، آپ کو تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں۔

شبلی۔۱۴/اگست ۱۹۱۳ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی، حیدرآباد ج اش ۱-۲، ص ۶۳]

---

[۹]

مولانا!

میرا ان معاملات میں پڑنا مصلحت نہیں۔

شبلی۔۱۳؍ستمبر ۱۹۱۳ء

[ماخذ: مجلّہ الموسی حیدرآباد ج اش ۱-۲، ص ۶۳]

یہ خطوط اگرچہ بہت مختصر ہیں اور ان سے بہت کچھ واضح نہیں ہوتا۔ تاہم یہ سوانح شبلی کی مستقل کڑی نہ ہونے کے باوجود گم شدہ کڑیوں کے ملانے میں ان سے ضرور مدد مل سکتی ہے۔ مفتی شیر علی کے نام جو ۱۴؍خطوط ''مکتوبات شبلی'' میں شامل ہیں، ان کے ساتھ تسلسل سے ان کا مطالعہ کیا جائے تو ان خطوط کی اہمیت زیادہ واضح طور پر سامنے آتی ہے۔

مفتی شیر علی کے نام علامہ شبلی کے متعدد خطوط ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ ہیں۔ ان کا ذکر ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اپنی کتاب ''تذکرہ نوادر'' میں کیا ہے اور ان کی جو تفصیل لکھی ہے، اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس میں چندوہ خطوط بھی شامل ہیں جو اس فہرست میں شامل نہیں۔(۲۰)

اس طرح کے متفرق خطوط کا مجموعہ ''مکتوبات شبلی''، جو دسمبر ۲۰۱۲ء میں شائع ہوا تھا اس کا نیا اضافہ شدہ ایڈیشن دارالمصنّفین سے شائع ہوگیا ہے اور اس میں مکاتیب شبلی اور خطوط شبلی کے علاوہ اب تک کے دریافت کل ۳۱۷؍خطوط شامل ہیں۔

---

**تعلیقات وحواشی:**

(۱) علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ ۱۰؍مارچ ۱۸۹۳ء۔ وحیات شبلی طبع جدید ص ۲۶۴-۲۶۶

(۲) محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء، ص ۷-۸

(۳) ایضاً ص ۱۰

(۴) ماخذ: محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء ص ۹-۱۰

(۵) ماخذ: محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ، یکم اگست ۱۸۹۳ء ص ۱۰

(۶) ایضاً

(۷) سپاس نامہ کا جواب ص ۵-۶

(۸) سپاس نامہ ص ۱۰-۱۶

(۹) نقش و نظر ص ۲۹ تا ۵۷، پروفیسر مظفر علی شہ میری، معراج پبلی کیشن، تروپتی، ۱۹۹۸ء

(۱۰) ایضاً ص ۵۷

(۱۱) تذکرہ علمائے ہند، مترجمہ محمد ایوب قادری، مقدمہ ڈاکٹر سید معین الحق، پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۴۳۶-۴۳۷

(۱۲) تذکرہ علمائے ہند ص ۲۳-۲۹

(۱۳) ''جامہ'' کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔

(۱۴) پروفیسر غلام مصطفی خاں، علمی نقوش ص ۲۴۴، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۸۲ء

(۱۵) ایضاً ص ۲۴۴-۲۴۵

(۱۶) مجلّہ الموسی، حیدرآباد ج اش ۱-۲، ص ۵۸

(۱۷) تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۱۸) ہز ہائنس آغا خان، مشہور قومی و سیاسی لیڈر

(۱۹) تفصیل معلوم نہ ہوسکی۔

(۲۰) تذکرہ نوادر ص ۲۲۶-۲۲۸، مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ادارہ ادبیات اردو، حیدرآباد

•••

[۹]

# علامہ شبلی کا ذوق خطابت

# اور نو دریافت خطبات

رئیس المصنّفین علامہ شبلی نعمانی ایک بڑے مقرر اور خطیب بھی تھے۔ان کا شمار ایسے کمیاب اہل علم وکمال اور مصنّفین میں ہوتا ہے جنہیں تحریر وتقریر میں یکساں عبور حاصل تھا۔ بلاشبہ علامہ شبلی ایسے ہی کم یاب اور یگانہ روزگار اشخاص میں سے ایک تھے۔ان کے ادب و انشا اور اس کی سحر انگیزی کا ایک زمانہ معترف ہے۔البتہ ان کے جوہر خطابت سے نسبتاً کم لوگوں کو واقفیت ہے اور اس کا ذکر بھی کم کیا جاتا ہے۔حالانکہ اس میدان میں بھی وہ کم رتبہ نہ تھے۔اور معاصرین میں تو انہیں بلاشبہ تفوق حاصل تھا۔

مشرقی یوپی کا مردم خیز اور اہل علم اور صاحب کمالات کا ضلع اعظم گڑھ تو علامہ کا وطن ہی تھا۔علی گڑھ، حیدرآباد، دہلی، کلکتہ، بھوپال، لکھنو، رام پور اور بمبئی وغیرہ مقامات کے متعدد اجلاسوں اور کانفرنسوں کو انہوں نے خطاب کیا۔ایجوکیشنل کانفرنس سے وہ ۲۷۔سال وابستہ رہے۔اور اس کے سالانہ اجلاسوں میں وہ شریک ہوتے اور کسی منتخب موضوع پر تقریر کرتے یا تعلیم کے موضوع پر قرار دادیں پیش کرتے اور اس کے مباحثوں میں بھی حصہ لیتے۔

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے جلسوں سے علامہ شبلی کی خطابت کے جس سلسلہ کا آغاز ہوا وہ دراز تر ہوتا گیا۔حیدرآباد کے جلسوں، انجمن حمایت اسلام لاہور کے

اجلاسوں اوراخیر میں مسلسل نو برس تک ندوہ کے سالانہ اجلاسوں میں وہ بڑے اہتمام سے شریک ہوتے اور خطاب کرتے۔اور واقعہ یہ ہے کہ سامعین کومسحور کر دیتے تھے۔

ندوۃ العلماء کی سالانہ رودادوں میں علامہ شبلی نعمانی کے کئی خطبات درج ہیں، جنہیں مولانا عبدالسلام ندوی[۱۸۸۳-۱۹۵۶ء] نے ''خطبات شبلی'' میں شامل کیا ہے۔ اس سلسلہ کا ایک خطبہ جو شامل ہونے سے رہ گیا تھا۔راقم نے اسے اس حصہ میں شامل کر دیا ہے۔مولانا عبدالسلام ندوی نے ان کی خطابت کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''مولانا شبلی نعمانی جن اوصاف وخصوصیات کا مجموعہ تھے ان میں ایک خاص خصوصیت یہ تھی کہ ان میں زورتحریر کے ساتھ قوت تقریر کا ملکہ بھی پایا جاتا تھا۔............ علی گڑھ جانے کے بعد جب ان کی پبلک زندگی کا آغاز ہوا تو اس ملکہ خداداد نے پوری نشو ونما حاصل کی اور وہ علی گڑھ کالج کی سوسائٹیوں اور کانفرنس کے جلسوں میں تقریریں کرنے لگے۔ اس کے بعد ندوۃ العلماء قائم ہوا تو اس کے جلسوں میں بھی ان کی تقریروں نے خاص طور پر اہمیت حاصل کی اور وہ ہندوستان کے بے مثل اور بےنظیر خطیب اور مقرر تسلیم کئے جانے لگے۔'' (خطبات شبلی ص ۵)

علامہ شبلی نعمانی ابتدا میں مناظر تھے۔بالخصوص اہل حدیث علماء سے ان کے بڑے معرکے رہے۔اس میں بھی انہوں نے اپنے حریف مقابل کو زیر کرنے کے لئے تحریر وتقریر دونوں سے کام لیا۔اس سلسلہ کی تقریروں کا کوئی نمونہ تو نہیں ملتا،البتہ دو مطبوعہ رسالے (**ظل الغمام اور اسکات المعتدی علی انصات المقتدی**) موجود ہیں۔ان مناظروں نے ان میں منطقی انداز اور حسن استدلال کے جوہر پیدا کئے، جو بعد میں خطابت میں بہت کام آئے۔مولانا عبدالسلام ندوی نے لکھا ہے کہ

> ''خوش قسمتی سے تقریر وزور بیان کے لئے جس قدر لوازم واوصاف

ضروری ہیں وہ سب ان میں قدرتی طور پر موجود تھے۔ قد نہایت بلند بالا
تھا، اس لئے جب اسٹیج پر تقریر کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تھے تو
ہر شخص کے سامنے ظاہری حیثیت سے بھی ایک نمایاں شخصیت آجاتی تھی،
آواز بلند اور گونجنے والی تھی۔ اور اول سے آخر تک یکساں حالت میں قائم
رہتی تھی۔ مزاج میں نہایت اشتعال اور جوش وخروش پایا جاتا تھا، اس لئے
ان کی تقریروں میں قدرتی طور پر زور اور جوش بیان پیدا ہوجاتا تھا۔''
(خطبات شبلی ص۵-۶)

فنی اعتبار سے بھی ان کے خطبات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ جامعیت کے ساتھ ان کے خطبات کی ایک خوبی ایسی ہے کہ اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی۔ اور وہ ہے ان کی علمیت۔ ان کے خطبات، خطبات سے زیادہ علمی مقالات معلوم ہوتے ہیں۔ وہ جس موضوع پر خطبہ دیتے گویا اپنے سامعین کو ایک علمی مقالہ سنا دیتے تھے۔ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] نے علامہ شبلی کے اس جوہر خطابت کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ

''یہ قدرت آج صرف انہیں (شبلی) حاصل ہے کہ جس موضوع پر چاہتے
ہیں ایک مرتب اور مدون تصنیف حاضرین کو سنا دیتے ہیں۔ ان کا لکچر
بلحاظ ترتیب مطالب اور حسن استدلال ایک مکمل رسالہ ہوتا ہے جس کو اگر
قلم بند کر دیا جائے تو نظر ثانی کی بھی ضرورت نہ ہو اور بلا تامل رسائل شبلی
میں ایک اضافہ ہوجائے۔'' (ماہنامہ الندوہ اپریل ۱۹۱۰ء، ص۱۱)

علامہ شبلی کے ذوق خطابت کا یہ طرۂ امتیاز بھی تھا کہ ہر موضوع پر تقریر نہ کرتے بلکہ وہ منتخب موضوعات پر خطبات دیتے تھے۔ اس خوبی کا بھی مولانا عبدالسلام ندوی نے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ

''عام واعظوں اور پیشہ ور مقرروں کی طرح ہر موضوع پر محض تقریر کرنے
کے لئے تقریر نہیں کرتے تھے، بلکہ صرف اسی موضوع کا انتخاب کرتے
تھے، جس کو وہ خود محسوس کرتے تھے۔ اور ملک وقوم کے لئے اس کو ضروری
سمجھتے تھے، اس لئے ان کے طبعی احساس اور ملک وقوم کی عام ضرورت
کے لحاظ سے ان کی تقریروں میں خود بخود زور واثر پیدا ہو جاتا تھا۔''
(خطبات شبلی ص ٦)

ادیب شہیر مولانا عبدالسلام ندوی نے اپنے استاذ علامہ شبلی کے مختلف موضوعات پر پندرہ خطبات یکجا کر کے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ سے ۱۹۴۱ء میں شائع کیا تھا۔ گذشتہ ۸۰۔ برس سے یہی مجموعہ خطبات شبلی اہل ذوق کی علمی تشنگی بجھا رہا ہے۔

''خطبات شبلی'' کی اشاعت کے بعد پھر علامہ شبلی نعمانی کے دیگر خطبات کی طرف توجہ نہیں دی جاسکی۔ راقم کے مطالعہ شبلی میں علامہ شبلی نعمانی کی جہاں اور بہت سی تحریریں دریافت ہوئیں وہیں چند مختصر اور بعض طویل خطبات بھی ہاتھ آئے۔ یہ خطبات مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، روداد ندوہ، روداد انجمن حمایت اسلام لاہور اور بعض دیگر رسائل وجرائد سے دریافت ہوئے ہیں۔ افادیت کے پیش نظر بعض کو ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اور دوسرے رسائل میں شائع بھی کیا گیا ہے۔ لیکن عام استفادہ کے خیال سے کسی کو کتابی صورت میں شائع کرنے کا خیال نہیں آیا۔ یہ میری خوش نصیبی ہے کہ یہ سعادت میرے مقدر میں آئی۔ چنانچہ راقم نے انہیں یکجا کیا اور اولاً علامہ شبلی کی نادر تحریروں کے مجموعہ ''نوادرات شبلی'' میں شائع کیا۔ اس کے بعد جب چند اور خطبات ہاتھ آ گئے تو انہیں کتابی صورت میں عام استفادہ کے لئے شائع کیا جارہا ہے۔ یکجا شائع کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان نو دریافت خطبات شبلی کے موضوعات میں بھی بڑا تنوع، طرفگی اور جامعیت پائی جاتی ہے۔ مثلاً ان میں تعلیم اور اعلیٰ تعلیم وتربیت اور جبری تعلیم پر بھی خطبات شامل ہیں۔ مغربی علوم

وفنون کے ساتھ تصوف وسلوک پر بھی خطبات ہیں۔ایک بڑا عالمانہ خطبہ ختم نبوت کے موضوع پر بھی شامل ہے۔بحیثیت مجموعی علامہ شبلی کے گذشتہ مجموعہ خطبات سے اس مجموعہ خطبات کی حیثیت اورافادیت کسی نوع سے کم نہیں ہے۔

راقم کو یہ خطبات جن کتب ورسائل سے ملے، ہر خطبہ کے اختتام پر ان کا حوالہ دیدیا گیا ہے۔یہی نہیں اس میں ضرورت کے مطابق وضاحتی نوٹس بھی لکھے گئے ہیں۔آیات و احادیث کی تخریج بھی کی گئی ہے۔ان شخصیات وواقعات کا ذکر حواشی میں کیا گیا ہے، جن کا ذکر خطبات میں آیا ہے اور جہاں جہاں وضاحت کی ضرورت محسوس ہوئی ہے، وہاں وہاں وضاحت بھی کی گئی ہے۔یہ سب دقتیں اس لئے اٹھائی گئی ہیں کہ ''خطبات شبلی'' کے اس نئے مجموعہ کی تفہیم سہل اور آسان ہوسکے۔ان نو دریافت خطبات کی تفصیل اوران کا پس منظر یہاں درج کیا جاتا ہے:

## پہلا خطبہ: تہنیت

پہلا خطبہ جس کا عنوان ''تہنیت'' ہے، یہ علامہ شبلی کی پہلی تقریر ہے۔مئی ۱۸۸۲ء میں الہ آباد ہائی کورٹ کے جسٹس اولڈ فیلڈ کی جگہ سرسید احمد خاں [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] کے صاحبزادے سید محمود [۱۸۵۰-۱۹۰۳ء] کا تقرر ہوا۔سید صاحب ہائی کورٹ کے پہلے ہندوستانی جج تھے۔اس خوشی میں ضلع اعظم گڑھ میں ۳۱/ جولائی ۱۸۸۲ء کو ایک تہنیتی جلسہ منعقد ہوا۔جلسہ کی صدارت ضلع اعظم گڑھ کے راجہ، راجہ سلامت شاہ [۱۸۳۵-۱۹۱۲ء] نے کی تھی۔اس جلسہ کے سکریٹری علامہ شبلی تھے۔اس میں اعظم گڑھ اور قرب و جوار کے عمائدین اور رؤسا نے شرکت کی۔اعظم گڑھ کے ان ممتاز اشخاص کے جو تحریک علی گڑھ کے اولین حامی تھے ان کے نام یہ ہیں۔

راجہ سلامت شاہ، مرزا قمر الدین منصف، مولوی انعام اللہ خاں، منشی محمد اکرام وکیل

سرکاری، اسد اللہ وکیل عدالت، شاہ عبدالعلیم وکیل، شاہ عبدالقدیر وکیل، مولوی توجہ حسین وکیل، منشی چھیدی لال سررشتہ دار، شاہ زادہ عالی قدر مرزا احسن بخت پیش کار، شیخ حبیب اللہ وکیل، بابو محمد اصغر خاں رئیس سدھاری، خواجہ مولوی ولی اللہ خاں رئیس شہر، خواجہ احسن اللہ خاں رئیس شہر، سید محمد قائم رئیس محمد آباد گہنہ، شاہ شجاعت عالم رئیس مئو، مولوی محمد شبلی نعمانی۔

اس موقع پر متعدد مقررین نے تقریریں کیں اور سید محمود کو اس کامیابی پر مبارکباد دی اور حکومت کا بھی شکریہ ادا کیا۔ اس موقع پر علامہ شبلی نے بھی تقریر کی تھی جو مورخہ ۱۵/اگست ۱۸۸۲ء کے علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوئی ہے۔ اور ''خطبات شبلی'' مرتبہ مولانا عبدالسلام ندوی میں شامل نہیں ہوسکی ہے۔

اس تقریر کی دریافت کا سہرا ممتاز مصنف اور ماہر سرسید پروفیسر اصغر عباس صاحب سابق صدر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے سر ہے۔ انہوں نے ایک نوٹ کے ساتھ اسے ماہنامہ کانفرنس گزٹ علی گڑھ اکتوبر ۲۰۱۱ء میں شائع کرایا ہے۔ ہم نے اس تقریر کو ان کے اور مدیر ماہنامہ کانفرنس گزٹ کے شکریہ کے ساتھ اس کتاب میں شامل کیا ہے۔

## دوسرا خطبہ: اعلیٰ تعلیم کی ضرورت

سرسید احمد خاں نے مسلمانوں کی تعلیمی پس ماندگی دور کرنے کے لئے علی گڑھ کالج کے علاوہ ایک تعلیمی تنظیم آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل کانفرنس قائم کی تھی جو آج بھی قائم ہے۔ اس کا پہلا اجلاس ۲۷/دسمبر ۱۸۸۶ء کو علی گڑھ میں مولوی سمیع اللہ خاں کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ خاص بات یہ ہے کہ اس کے پہلے اجلاس کا پہلا رزولیشن سرسید احمد خاں نے پیش کیا اور دوسرا رزولیشن علامہ شبلی نے پیش کیا تھا۔

(خلاصہ کارروائی یازدہ سالہ ص ۳۳، مرتبہ نواب محسن الملک ۱۸۹۶ء)

علامہ شبلی نعمانی کا یہ خطبہ دراصل اسی رزولیشن کی تائیدی تقریر ہے۔ علامہ کے اس

رزولیشن کی سرسید نے زبردست حمایت کی۔اس سلسلہ میں انہوں نے جو تقریر کی تھی،مولوی ریاض الدین صاحب نے اس رزولیشن کی سخت مخالفت کی تھی۔ان کا خیال تھا کہ

''گورنمنٹ کو خاص مشرقی علوم کی نسبت بھی توجہ کرنی چاہئے۔اور مشرقی علوم کے جو عالم ہیں ان کی قدرومنزلت کرنی اوران کواعزاز دینااور درباروں میں کرسیوں کی نشست عطا کرنالازم ہے۔اور بغیر گورنمنٹ کی توجہ کے مشرقی علوم کا قائم رہناممکن نہیں ہے۔

(محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا پہلا جلسہ ص۳۲)

مولوی مرزافتح محمد بیگ نے مولوی ریاض الدین کے موقف پر سخت تنقید کی اور مضبوط دلائل سے ان کی تردید کی اور شبلی وسرسید کے موقف کی تائید کی۔یہ مباحث ہم نے اس لئے نقل کئے ہیں کہ اس سے اندازہ لگایا جاسکے کہ علامہ شبلی نعمانی کی یہ قرارداد اور تقریر کس قدر اہم ہیں۔

## تیسرا خطبہ:مغربی علوم وفنون

مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے پہلے ہی اجلاس میں علامہ شبلی نے مندرجہ بالا موضوع پر پہلے ایک قرارداد پیش کی،پھر اپنے موقف کی تائید میں مختصر سی تقریر بھی کی۔یہ قرارداد اور تقریر کا خلاصہ کارروائی یازدہ سالہ من ابتدائے ۱۸۸۶ء لغایت ۱۸۹۶ء محمڈن اینگلو اورینٹل کانفرنس مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ ۱۸۹۷ء میں شامل ہے۔ہم نے اسے مجلّہ صحیفہ لاہور اکتوبر ۱۹۷۱ء سے نقل کیا ہے۔اس کا عنوان 'مغربی علوم وفنون' ہمارا ہی طے کیا ہوا ہے۔

## چوتھا خطبہ:اعلیٰ تعلیم یا ادنیٰ تعلیم

یہ تقریر بھی علامہ شبلی نے دراصل ایجوکیشنل کانفرنس کے ۱۸۸۶ء ہی کے اجلاس

میں بطور رزولیشن پیش کرتے ہوئے کی تھی۔ تقریر سے پہلے انہوں نے کہا کہ

اے معزز صاحبان جلسہ!

مجھے اس بات کی عزت دی گئی ہے کہ اس قومی تعلیمی کانگریس میں جو ہماری عام تعلیمی ضرورتوں پر غور کرنے کے لئے قائم ہوئی ہے، دوسرا رزولیشن پیش کروں جو مندرجہ ذیل ہے:

''اس جلسہ کی رائے میں مسلمانوں کو مغربی علوم اور انگریزی زبان دانی میں نہایت اعلی درجہ کی تعلیم کی شدید ضرورت ہے۔ قوم اور گورنمنٹ دونوں کو اس پر توجہ دینا چاہئے۔ انگریزی کالجوں میں مشرقی تعلیم کا بطور سکنڈ لینگوج یعنی دوسری زبان کے رہنا کافی ہے۔ خاص مشرقی علوم کی نسبت ہم کو گورنمنٹ کی توجہ درکار نہیں ہے۔ وہ جس طرح کہ ہمارے قدیم طریقہ پر ہماری قوم کے عالموں کے ذریعہ سے ہوتی ہے، اس کو اسی طرح پر رہنا چاہئے اور خود ہماری قوم کو اس کے باقی اور قائم رہنے پر ایسے لوگوں میں جو اس کی خواہش رکھتے ہوں، توجہ رکھنی لازم ہے۔ مشرقی علوم جو مسلمانوں میں قدیم سے اب تک رائج ہیں وہ مذہبی تعلیم اور مذہبی مسائل سے ایسے مخلوط ہیں کہ جدا نہیں ہو سکتے اور اس لئے گورنمنٹ کو اس کا اختیار کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور اگر مذہبی مسائل کو اس سے خارج رکھا جاوے تو کوئی شخص جو مشرقی علوم کا خواہاں ہے اس کو پسند نہیں کرے گا اور اگر کسی وجہ سے اس کو اختیار کرے گا تو مسلمان کمیونٹی یعنی اسلامی گروہ میں اس کی کچھ وقعت نہ ہوگی۔'' (باقیات شبلی ص ۲۹-۳۰)

اس کے بعد علامہ شبلی نعمانی نے اپنے رزولیشن کی تائید میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس سے خطاب کیا۔ یہ اپنے موضوع کی مناسبت سے بے حد اہم تقریر ہے، بلکہ علامہ شبلی کی اہم

تقریروں میں سے ایک ہے۔

## پانچواں خطبہ: الاسلام

علامہ شبلی نعمانی انجمن حمایت اسلام لاہور کے متعدد اجلاسوں میں شریک ہوئے۔ صدارت کی اور خطاب کیا۔

۱۸۹۵ء میں اس کا پہلا اجلاس ہوا تھا، جس میں سرسید احمد خاں اور ڈپٹی نذیر احمد دہلوی کے ساتھ علامہ شبلی نعمانی نے بھی شرکت کی تھی اور ایک جلسہ سے خطاب بھی کیا تھا، مگر اس خطبہ کا اب کہیں سراغ نہیں ملتا۔ جناب حنیف شاہد نے علامہ شبلی کے حوالہ سے انجمن حمایت اسلام کی رودادوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا تھا۔ انہیں ۱۹۰۳ء کے اجلاس کا خطبہ شبلی کسی روداد میں ملا تو اسے انہوں نے مجلّہ صحیفہ لاہور جنوری ۱۹۷۱ء میں اپنے مقالہ میں شائع کیا ہے۔ ہم نے وہیں سے اسے نقل کیا ہے اور اسی سے ہمیں یہ اطلاع بھی ملی کہ علامہ شبلی نے انجمن حمایت اسلام کے ۱۹۰۳ء کے اجلاس میں بھی شرکت کی تھی۔

یہ خطبہ تحریری تھا، مگر علامہ شبلی نعمانی نے تحریری خطبے کے بعد کچھ دیر تک زبانی خطبہ بھی دیا۔ نقل نویسوں نے یہ خیال کر کے کہ تحریری خطبہ موجود ہے اس لئے آخر کا زبانی خطبہ نقل نہیں کیا جو بقول مرتب روداد انجمن حمایت اسلام لاہور اصل خطبے کی جان تھا۔ البتہ انہوں نے اس کا خلاصہ روداد میں درج کیا ہے۔ جسے راقم حروف نے اصل خطبہ کے آخر میں نقل کر دیا ہے۔ اس سے خطبہ بڑی حد تک مکمل ہو جاتا ہے۔

## چھٹا خطبہ: فارسی زبان و ادب

عہد شبلی میں انگریزی حکومت نے بی.اے. کے نصاب سے فارسی کو خارج کر دیا تھا۔ علامہ شبلی نے اس کے خلاف آواز بلند کی اور اپنے موقف کی تائید میں محمڈن اینگلو

اورینٹل کانفرنس کے تیرہویں سالانہ اجلاس میں جو ۱۹۰۱ء میں کلکتہ میں منعقد ہوا تھا، نہایت پرزور تقریر کی۔ خود گورنر بنگال سر جان ووڈبرن نے بڑے غور سے ان کی تقریر سنی۔ مسٹر محمد شفیع، مسٹر عبدالرحمٰن اور نواب محسن الملک نے بھی علامہ شبلی کی تائید کی اور بالاتفاق یہ قرارداد منظور ہوئی کہ نصاب سے فارسی زبان خارج نہ کی جائے اور بقول مولانا سید سلیمان ندوی:

> ''مولانا نے اس تجویز کی تائید میں ایک نہایت پرزور تقریر کی، جس میں انہوں نے مخالفین کے اس اعتراض کا کہ فارسی کلاسیکل زبان نہیں اور دوسری زبانوں کی طرح اس میں قوت متخیلہ کو ترتیب دینے کی قابلیت نہیں اور نہ اس کے لٹریچر میں علوم وفنون اور حقیقی شاعری ہے، ایسی خوبی سے جواب دیا کہ لوگ حیران وششدر رہ گئے۔ انہوں نے بتایا کہ علوم وفنون کی وہ تمام شاخیں جو عربی میں ہیں وہ فارسی میں بھی موجود ہیں۔ فلسفہ، منطق اور علم وادب کی مکمل تصانیف اس میں ہیں اور مسلمانوں کے پچھلے عہد زریں کی تاریخ کی وہی تنہا سرمایہ دار رہی۔ پھر انہوں نے مسلمان بادشاہوں کی فارسی میں خودنوشت سوانح عمریوں کا تذکرہ کیا، جس کا جواب کسی زبان میں موجود نہیں۔ اس کے بعد انہوں نے فارسی کی فلسفیانہ شاعری کو بڑی خوبی سے بیان کیا۔ ساتھ ہی ساتھ مثال کے طور پر فارسی کے بیسیوں اشعار پڑھ کر سنائے۔ سامعین کا یہ حال تھا کہ ہر طرف سناٹا چھا گیا۔''

(حیات شبلی ص ۲۱۱، طبع جدید)

علامہ شبلی کی یہ تقریر ''خطبات شبلی'' میں شامل نہیں ہوسکی تھی۔ اسے پروفیسر اقبال احمد مجددی نے ماہنامہ معارف جنوری ۱۹۶۸ء میں شائع کرایا ہے۔ یہ نادر خطبہ بھی اس کتاب میں شامل ہے۔

## ساتواں خطبہ: علم کلام

۱۹۰۱ء میں علامہ شبلی نے حیدر آباد کا سفر کیا۔ اس موقع پر وہاں کے اہل علم اور بعض امرا کی خواہش پر ۱۵۔ مارچ ۱۹۰۱ء کو باغ عامہ حیدر آباد میں ایک جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس میں علامہ شبلی نے علم کلام کے موضوع پر لکچر دیا۔ جسے بے حد پسند کیا گیا۔ محمد ابراہیم خاں اکبر آبادی مہتمم مطبع شمسی حیدر آباد دکن نے اسے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا ہے۔ اس کی تمہید میں وہ لکھتے ہیں:

> ''جن معدودے چند بزرگوں نے نئے علم کلام کی ضرورت کو محسوس کیا ہے ان میں سے ایک اسلامی پرانی تاریخ میں تازی روح پھونکنے کے شیدائی جناب مولانا شمس العلماء مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی بھی ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خوشی کی بات یہ ہے کہ ان کا احساس دانش مندانہ و ہمدردانہ ہے۔ انہوں نے نہ صرف خود سمجھ لینے یا زیادہ سے زیادہ چند دوسرے لوگوں کو سمجھا دینے پر ہی اکتفا نہیں کی ہے بلکہ احساس سے قول اور قول سے گذر کر عمل و فعل میں اس کو جلوہ دیا ہے۔ مولانائے ممدوح شکر اللہ سعیہ کا وہ لکچر جو انہوں نے ۱۵۔ مارچ ۱۹۰۱ء کو باغ عامہ میں دیا تھا چونکہ نئے علم کلام کی واقعی ضرورت کو بتاتا اور اس کا عمدہ نمونہ بھی پیش کرتا ہے، اس لئے نہایت مناسب معلوم ہوا کہ ایک رسالہ کی شکل میں چھاپ کر شائع کیا جائے تاکہ مسلمان صاحب ہوش و ذی فہم عموماً اور طبقہ علماء جو حامی دین و مذہب ہے خصوصاً اپنی توجہ اس طرف مبذول فرمائیں۔''
>
> (لکچر ص ۳-۴۔ حیدر آباد)

یہ کتابچہ راقم کی نظر سے گذرا ہے، بلکہ اس کی پی ڈی ایف بھی میرے پاس محفوظ

ہے۔اسے وہیں سے نقل کیا گیا ہے۔

## آٹھواں خطبہ: ندوۃ العلماء کی ضرورت

علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء کے اجلاسوں سے عموماً خطاب کیا کرتے تھے۔ندوہ کی ضرورت، قیام ندوہ کے اسباب ومحرکات، مقاصد، اورندوۃ العلماء کانصاب تعلیم وغیرہ ان کے مستقل اورمحبوب موضوعات تقریروتحریر تھے۔اس سلسلہ کی ان کی بعض تقریریں مولانا عبدالسلام ندوی نے ''خطبات شبلی'' میں شامل کی ہیں۔اتفاقاًاسی موضوع پرایک اورتقریر روداد ندوہ میں نظر آ گئی جوخطبات شبلی میں کسی وجہ سے شامل نہیں ہوسکی ہے۔اس میں قیام ندوہ کی ضرورت پر بہت اہم دلائل وبراہین سے کام لیا گیا ہے۔

## نواں خطبہ:ختم نبوت

دارالعلوم ندوۃ العلماء کا نواں سالانہ اجلاس امرت سر میں منعقد ہوا تھا۔علامہ شبلی اس میں شریک ہوئے تھےاور''ختم نبوت'' کےعنوان سے ایک تفصیلی خطبہ دیا تھا۔اس جلسہ کی روداداورعلامہ شبلی نعمانی کے خطبہ کی تلخیص ہفت روزہ اخبار''وکیل'' امرت سر کے ۱۷/ اکتوبر۱۹۰۲ء و ۲۷/اکتوبر۱۹۰۲ء کے شماروں میں شائع ہوئی ہے۔زیرنظر کتاب میں وہی رپورٹ بطورایک خطبہ شامل ہے۔

## دسواں خطبہ:تعلیم وتربیت

انجمن حمایت اسلام لاہور کے ۱۹۰۹ء کے سالانہ جلسے میں بھی علامہ شبلی نعمانی نے شرکت کی تھی۔یہ سالانہ جلسہ ۹/ سے ۱۱/اپریل ۱۹۰۹ءیعنی تین دن تک جاری رہا۔علامہ شبلی نے پہلے اجلاس کی صدارت کی اور بعد کے ایک اجلاس سے خطاب بھی کیا۔یہ خطبہ جناب

محمد حنیف شاہد نے مجلّہ ''صحیفہ'' لاہور جنوری ۱۹۷۱ء میں روداد انجمن حمایت اسلام لاہور سے نقل کیا ہے۔ یہ تقریر ماہنامہ معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۶۷ء میں بھی شائع ہوئی ہے۔ تعلیم وتربیت کے موضوع پر یہ بے حد اہم خطبہ ہے۔

## گیارہواں خطبہ: تصوف

علامہ شبلی نے ملک کے مختلف حصوں میں خطبات دئے۔اسی طرح کا ایک خطبہ انہوں نے دہلی میں بھی دیا تھا۔ جو ''خطبات شبلی'' میں شامل نہیں ہے۔

۲۰۱۸ء میں راقم نے علامہ شبلی کی نادر تحریروں کا مجموعہ ''نوادرات شبلی'' شائع کیا تو اس میں سات نو دریافت خطبات شبلی شامل کئے تھے۔ یہ آٹھواں خطبہ ''تصوف'' بالکل تازہ دریافت ہے۔

پندرہ برس پہلے راقم نے علامہ شبلی کی نادر ونایاب اور منتشر تحریروں کی شیرازہ بندی کے جس منصوبے کا آغاز کیا تھا اور جو کئی جلدوں پر محیط ہوا۔ سخت تعجب ہے کہ وہ سلسلہ ابتک جاری ہے۔ زیر نظر خطبہ کی دریافت اس سلسلہ کی تازہ مثال ہے۔

علامہ شبلی نعمانی ۱۷رستمبر ۱۹۰۹ء کو دہلی پہنچے۔(باقیات شبلی ص ۱۳۸) اور اپنے دوست خواجہ حسن نظامی [۱۸۷۶-۱۹۵۵ء] کی خواہش کو متعدد احباب کی خواہشوں پر ترجیح دی اوران کے یہاں قیام کیا۔ یہ قیام نواب غلام نصیر الدین عرف نواب بڈھن میاں رئیس شیخو پورہ کی محل سرا واقع چتلی قبر دہلی میں تھا۔ یہ محل سرا اس وقت خواجہ صاحب کے تصرف میں تھی۔ ماہنامہ ''نظام المشائخ'' کا دفتر بھی اسی میں تھا۔ یہاں علامہ شبلی کا قیام ایک ماہ رہا۔ وہ اپنا باورچی ساتھ لے کر آئے تھے۔ سالن خود بناتے بقیہ کام باورچی نپٹاتا۔ اس مدت میں انہوں نے سوائے لالہ چندولال چانول والے کے جو دہلی کے ایک رئیس اور شاعر تھے کسی کی دعوت قبول نہیں کی اور یہ دعوت بھی انہوں نے خواجہ صاحب کی

خواہش پر قبول کی تھی۔(باقیات شبلی ص ۱۳۸)

اس قیام دہلی میں بقول علامہ شبلی دوتین لکچر ہوئے۔(عظمت رفتہ ص ۲۶۶-۲۶۷)مگران کے اس سفر کے واقعہ نگاروں نے ان کی دوتقریروں کا ذکر کیا ہے۔ایک تقریر انہوں نے جامع مسجد میں حوض کے پاس چاندنی رات میں کی تھی اور دوسری تقریر کا اہتمام خواجہ حسن نظامی نے اسی نواب بڈھن میاں کی محل سرا میں کیا تھا۔حالانکہ اس زمانہ میں خواجہ صاحب کی اہلیہ سخت علیل تھیں اور پھر اسی علالت میں وہ انتقال بھی کر گئیں لیکن خواجہ صاحب کے معمولات میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔(ایضاً ص ۲۶۶)علامہ شبلی نے ان سے کہا کہ

> ''خواجہ صاحب میری بیوی کا جب انتقال ہوا تھا میں پاگل سا ہوگیا تھا لیکن آپ ہیں کہ برابر اپنے مشاغل میں مصروف ہیں، گویا کچھ ہوا ہی نہیں۔آپ واقعی بہت مضبوط طبیعت کے انسان ہیں۔''
>
> (عظمت رفتہ ص ۲۶۶)

اسی حال میں خواجہ حسن نظامی نے روسا اور عمائدین دہلی کو مدعو کیا اور تعجب ہوتا ہے کہ تصوف جیسے خشک موضوع کے باوجود تقریباً دو ہزار افراد اس جلسے میں شریک ہوئے۔ اس کی تفصیل خواجہ صاحب نے ماہنامہ ''نظام المشائخ'' دہلی میں لکھی ہے۔انہی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

> ''مرحومہ کی نازک علالت کے زمانہ میں شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی دہلی تشریف لائے اور باوجود تمام عمائدین دہلی کے اصرار کے انہوں نے میری عرض قبول فرمائی اور حلقہ کی منزل گاہ میں قیام فرمایا۔اراکین وخدام حلقہ نے خواہش کی کہ اگرچہ مولانا کے علمی کارناموں کا تمام اسلامی دنیا میں غلغلہ ہے اور مشائخ تصوف کے حالات سے بھی مولانا نے دلچسپی ظاہر فرمائی ہے، جس کا ثبوت سوانح مولانا روم ہے، مگر آج تک مولانا کی

زبان سے تصوف کی حقیقت کے بارہ میں کچھ نہیں سنا۔ کیا اچھا ہو کہ حلقہ میں مولانا کا ایک بیان تصوف پر ہو جائے۔ مولانا نے اس خواہش کو قبول فرمایا، مگر ساتھ ہی از راہ انکسار اس کوچہ سے نابلد ہونے کا عذر کیا۔ القصہ اس روحانی جلسہ کا عام طور سے اشتہار تقسیم کیا گیا۔ اور دو ہزار کے قریب عمائدین و عوام ہندو مسلمانوں کا مجمع منزل گاہ حلقہ میں ہو گیا۔ جامع مسجد کے امام صاحب صدر بنائے گئے۔ شفاء الملک حکیم رضی الدین احمد خاں صاحب کی طرف سے حاضرین کو مولانا کی تعریف سنائی گئی۔ اور جناب قاری سرفراز حسین صاحب چشتی نظامی سیاح جاپان نے اول اغراض حلقہ کے متعلق نہایت مشرح و مدلل تقریر کی۔ اس کے بعد کامل دو گھنٹہ مولانا شبلی نے اپنا عارفانہ لکچر دیا۔ یہ بیان علاحدہ چھاپا جا رہا ہے۔ مولانا نے تصوف کو تین حصوں میں تقسیم کر کے دکھایا۔ اول فلسفہ، دوم اخلاق، سوم حال۔ ان تینوں کی تشریح میں اس قدر واقفیت اور معلومات ظاہر کی کہ لوگ حیرت زدہ ہو گئے۔ وحدت وجود کو وحدت شہود پر ترجیح دینے میں کمال دکھا دیا۔ الغرض بیان ہمہ وجوہ مکمل اور پسندیدہ تھا اور بقول مولانا شبلی یہ پہلا دن تھا جو انہوں نے تصوف کے متعلق تقریر کی۔''

(ماہنامہ نظام المشائخ دہلی، رمضان المبارک ۱۳۲۷ء، ص ۶۱-۶۲)

ملا واحدی نے اپنی کتاب ''تاثرات'' میں لکھا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی کے دہلی آنے کا سنہ ۱۹۰۸ء ہے۔ (تاثرات، ص ۴۶)

اس تسامح اور ماہنامہ نظام المشائخ کی کمیابی کی وجہ سے ہمیں اس خطبہ کو تلاش کرنے میں سالوں لگ گئے۔ یہ خطبہ نظام المشائخ دہلی جنوری ۱۹۱۰ء میں شائع ہوا ہے۔ نائب مدیر سید محمد ارتضی معروف بہ ملا واحدی [۱۸۸۸ء-۱۹۷۶ء] نے اس پر ایک نوٹ لکھا ہے کہ

''جب حلقہ میں تصوف کے مضمون پر مولانا شبلی نے تقریر کرنی منظور کر لی تو دہلی میں اس کا اشتہار تقسیم کیا گیا۔ جس میں مولانا کے اس موضوع تقریر کو عارفانہ لکچر کے لفظ سے ظاہر کیا گیا تھا۔ مولانا نے تقریر کی تمہید میں اس لفظ کو بے جوڑ بتایا کہ عارفانہ کے ساتھ لکچر موزوں نہیں۔ جب مولانا بیان ختم کر چکے تو حضرت مدیر اعلیٰ مولانا خواجہ حسن نظامی نے تقریر پر اظہار رائے کرتے ہوئے مولانا کو چودہویں صدی کے شبلی سے یاد کیا۔ گویا عارفانہ لکچر کے لفظ کو اس لطیف طریقہ سے درست کر دیا، یعنی نام اور کلام کے اعتبار سے یہ بیان عارفانہ بیان تھا، مگر چودہویں صدی کے طرز ادا کے سبب اس کا موزوں نام لکچر ہی ہوسکتا تھا۔

ہم نے بھی اس تقریر کا عنوان عارفانہ لکچر مذکورہ وجہ سے رکھ دیا ہے۔ خدا تعالیٰ وہ دن جلد لائے کہ ہمارے نامور اور مایہ ناز علامہ شبلی نعمانی اسم با مسمی شبلی وقت مانے جائیں اور قال کے ساتھ حال کا صیغہ بھی ان کے ارشاد میں پیدا ہو جائے۔ اس وقت عارفانہ لکچر کی بجائے عارفانہ خطبہ کے لفظ کو استعمال کرنا ضروری سمجھیں گے۔''

(ماہنامہ نظام المشائخ دہلی، ذی الحجہ ۱۳۲۷ء، مطابق جنوری ۱۹۱۰ء، ص ۲)

یہاں یہ واضح کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دو گھنٹے کا یہ طویل خطبہ مکمل نقل نہیں کیا جا سکا ہے جیسا کہ ملا واحدی نے اپنے تمہیدی نوٹ میں بھی لکھا ہے۔ (ایضاً ص ۱)

جن اشخاص کو اس خطبہ کے نقل کرنے پر معمور کیا گیا تھا، اس میں ایک ضیاء الدین برنی [۱۸۹۰-۱۹۶۹ء] بھی تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب ''عظمت رفتہ'' میں علامہ شبلی کے اس خطاب کی روداد لکھی ہے۔ (عظمت رفتہ ص ۲۶۶-۲۷۵)

بہر حال تصوف کے موضوع پر علامہ شبلی کا یہ ایک انتہائی اہم اور منفرد خطبہ ہے۔ جو

اس کتاب کی وقعت میں بے حد اضافہ کا باعث ہے۔

## بارہواں خطبہ: جبری تعلیم بل

۱۶/مارچ ۱۹۱۱ء کو گوپال کرشن گوکھلے [۱۸۶۶-۱۹۱۵ء] نے ابتدائی مفت لازمی تعلیم کا بل امپیریل کونسل میں پیش کیا تھا۔ یہ ایک پرائیویٹ بل تھا جو اگرچہ کونسل سے پاس نہیں ہوا، تاہم انگریزی حکومت نے بعد میں اس سلسلہ میں ان کی امداد کی۔ ۱۹۱۱ء کے آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں جو دہلی میں منعقد ہوا تھا مولانا محمد علی جوہر نے جبری تعلیم کو مسلمانوں میں رائج کرنے کے لئے ایک رزولیشن پیش کیا۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ اس پر غور وخوض اور بحث ومباحثہ ہو اور اسے منظور کیا جائے۔ چنانچہ نواب وقارالملک سکریٹری مدرسۃ العلوم علی گڑھ نے اس قرارداد کی مخالفت میں تقریر کی اور اسے نامنظور کرنے کی سفارش کی۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں متعدد دلائل دئے۔

ان کے بعد علامہ شبلی نے مولانا محمد علی جوہر کے رزولیشن کی تائید میں تقریر کی اور نواب وقارالملک بہادر کی تقریر اوران کے دلائل کی کمزوری دکھائی۔ ان کے خلاف علامہ شبلی نے جو باتیں کہیں اس میں ان کا لب ولہجہ اگرچہ ترش تھا، تاہم بچوں کی ابتدائی جبری تعلیم کے موضوع پر علامہ شبلی کی یہ تقریر اور مولانا محمد علی جوہر کی حمایت بے حد اہمیت کی حامل ہے۔ اس تقریر سے ابتدائی لازمی تعلیم کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی کا موقف سامنے آتا ہے۔ ان کی یہ تقریر بھی خطبات شبلی نو دریافت میں شامل نہیں ہے۔

## تیرہواں خطبہ: عورت اور اسلام

یہ خطبہ بھی ان کے مجموعہ خطبات میں شامل نہیں ہے۔ راقم کو یہ خطبہ ایک مقالہ کے سلسلہ میں ایجوکیشنل کانفرنس کی روداد ۱۹۱۱ء کی ورق گردانی کرتے ہوئے اتفاقیہ ہاتھ

آ گیا تھا۔اسے قدر دانان شبلی کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے بے حد مسرت ہو رہی ہے۔

(رپورٹ ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۱۱ء ص ۱۶۶-۱۶۹)

علامہ شبلی نے اسلام اور عورت کے متعلق ایک مضمون ماہنامہ الندوہ میں بھی لکھا ہے۔یہ خطبہ اس کے علاوہ ہے۔اور اپنے مشمولات کے لحاظ سے منفرد بھی ہے۔

## چودہواں خطبہ: مدرسہ انوارالعلوم حیدرآباد

حیدرآباد سے علامہ شبلی نعمانی کا بڑا گہرا تعلق تھا۔وہیں کے وظیفہ پر علمی زندگی بسر کرتے رہے۔تقریباً چار برس ریاست حیدرآباد کے سررشتہ علوم وفنون کے ناظم کے عہدہ پر فائز رہے۔دارالعلوم حیدرآباد کے نصاب تعلیم کے لئے انہیں کئی بار ۱۹۰۷ء، ۱۹۰۹ء میں بلایا گیا۔آخری بار وہ ۱۹۱۳ء میں حیدرآباد میں مشرقی علوم کی یونیورسٹی کے قیام کے متعلق ان کی بیش بہا رائے لینے کے مدعو کیا گیا تھا۔اس موقع پر مدرسہ انوارالعلوم محلّہ نامپلی کے بانی مولوی محمد عبدالرزاق صاحب اور صدر مدرس مولوی عبدالرزاق راشد نے مدرسہ کے معائنہ اور طلبہ سے خطاب کے لئے علامہ شبلی کو مدعو کیا۔چنانچہ علامہ شبلی وقت مقررہ پر تشریف لے گئے۔مدرسہ کا معائنہ کیا اور طلبہ و اساتذہ اور حاضرین سے خطاب بھی کیا۔اس خطبہ کا خلاصہ اور جلسہ کی مختصر روداد مولانا عبدالرزاق راشد نے ''اصلاحات غالب'' کے دیباچہ میں درج کی ہے۔ہم نے چودہواں خطبہ وہیں سے نقل کیا ہے۔

## پندرہواں خطبہ: تہنیت

یہ خطبہ علامہ شبلی نے بمبئی میں سلیمانی بوہروں کے ایک جلسہ میں دیا تھا جو حاجی غلام حسین کی تقریب منصوبیت کے سلسلہ میں مورخہ ۶ ؍ستمبر ۱۸۹۳ء کو بدر باغ بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔اور جس میں بوہروں کے عمائدین دور دور سے آ کر شریک ہوئے تھے۔

یہ خطبہ رسالہ ''تہنیت نامہ بگرامی خدمت مولانا سیدی المعصوب حضری حاجی غلام حسین صاحب''، مرتبہ خورشید حسن مطبوعہ ۱۳۳۱ھ میں شامل ہے۔

## سولھواں خطبہ: اصلاح تمدن

علامہ شبلی ۱۹۰۱ء میں ریاست حیدرآباد میں سررشتہ علوم وفنون کے ناظم مقرر ہوئے۔ غالباً فروری ۱۹۰۱ء میں انجمن اصلاح تمدن حیدرآباد جس کے سکریٹری ان کے ایک شاگرد بابائے اردو مولوی عبدالحق [۱۸۷۰-۱۹۶۱ء] تھے، کا جلسہ منعقد ہوا۔ جس میں ممبران انجمن اور معززین شہر حیدرآباد شریک ہوئے۔ اس میں علامہ شبلی انجمن کے مقاصد کے متعلق کچھ تقریر کی اور ایک جلسہ کی صدارت بھی فرمائی۔

(ماہنامہ افسر، حیدرآباد، مارچ ۱۹۰۱ء، ص ۱۳۷)

اس خطبہ میں اصلاح تہذیب وتمدن کے ایک گوشہ شادی کے مواقع پر ہونے والی رسوم کی اصلاح کے موضوع پر علامہ شبلی نے اظہار خیال کیا ہے۔

''خطبات شبلی''، مرتبہ مولانا عبدالسلام ندوی کی طرح اسے بھی دارالمصنّفین شائع کررہا ہے۔ اوراسی لئے اسے حصہ دوم کا نام دیا گیا ہے۔

ان خطبات سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی کے دائرہ عظمت وجامعیت میں ان کی خطابت ایک اہم عنصر کی حیثیت سے شامل ہے۔ زیرنظر مجموعہ خطبات میں ان کے چند بہترین خطبات شامل ہیں۔ مطالعہ شبلی کے ایک طالب علم کو یہ خطبات خاصا متاثر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسے منظرعام پر لایا جارہا ہے۔ یوں بھی علامہ شبلی کی ہر تحریر و تقریر ہمارے جذبہ شوق کا سامان ہے۔



[۱۰]

# علامہ شبلی کی دو نایاب تقریریں

''خطبات شبلی'' کے دو مجموعے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا مجموعہ ان کے شاگرد عزیز مولانا عبدالسلام ندوی [۱۸۸۳-۱۹۵۶ء] نے مرتب کیا ہے جو ۱۹۴۱ء میں دارالمصنّفین سے شائع ہوا اور اب تک برابر شائع ہو رہا ہے۔ دوسرے مجموعے ''خطبات شبلی نو دریافت'' کی ترتیب کی سعادت ناچیز کے حصہ میں آئی۔ اسے بھی دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ ہی نے گذشتہ سال شائع کیا ہے۔ ان مجموعہ ہائے خطبات میں علامہ شبلی کے متنوع خطبات شامل ہیں اور ان کے ایک بڑے خطیب ہونے کا پتہ دیتے ہیں۔

## اصلاح نصاب تعلیم

گذشتہ دنوں روداد ندوہ کے مطالعہ کے دوران دو اور مختصر تقریریں نظر سے گذریں۔ یہ دونوں دراصل اجلاس ندوہ میں رزولیوشن پر بحث کے دوران کی جانے والی تقریریں ہیں۔ ۱۸۹۴ء میں مدرسہ فیض عام کان پور میں جو اجلاس ندوہ منعقد ہوا تھا اس کا سب سے اہم رزولیوشن اصلاح نصاب تعلیم تھا۔ یہ رزولیوشن مولانا شاہ محمد حسین الہ آبادی نے پیش کیا تھا۔ علامہ شبلی نے اولاً اس کی تائید کی۔ (۱) بعد ازاں اس کی حمایت میں مختصر تقریر کی۔ وہ تقریر حسب ذیل ہے۔

''جو بحث اس وقت پیش ہے میں اس پر مفصل بیان کرنا چاہتا تھا، مگر کام

زیادہ ہے لہٰذا مختصر طور پر بیان کرتا ہوں۔ موجودہ طرز تعلیم کی اصلاح بین العلماء مسلم ہے۔ علم سے ہمارا مذہبی تعلق ہے، کیونکہ مسلمانوں میں کوئی خصوصیت نہیں ہے اسلام کی تقسیم باعتبار ملک کے ہے، جس کو کلمۂ توحید پر اعتقاد ہے وہ مسلمان ہے۔ پس قوم اسلام کے یہ معنی ہیں کہ جو مذہب اسلام رکھتا ہو۔ ہمارا مذہب دراصل علم مجسم ہے، جس قدر علم موجود ہیں جس کے سبب سے مسلمانوں کو اور قوموں پر ترجیح ہے۔ وہ سب مذہب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوئے تھے جس کو اب لوگ ایک سمجھتے ہیں۔ علم بلاغت، علم فلسفہ، یہ بھی مذہبی ضرورت ہی سے پیدا ہوئے تھے۔ وہ قومیں جن میں زمانۂ حضرت آدم سے علم نہیں آیا جب وہاں اسلام گیا، علم النبی ساتھ لے گیا۔

موجودہ طرز تعلیم میں ایک یہ نقص ہے کہ ہر علم کی ایک غرض خاص ہوتی ہے، وہ اغراض آج کل کی تعلیم سے کم حاصل ہوتے ہیں، یعنی منطق جو ابتدا سے پڑھائی جاتی ہے اور آئندہ تک ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ مگر جو منطق کی تعریف کی گئی ہے اس کی مشق بہت کم ہوتی ہے۔ ایسے طلبہ کم ہیں کہ جو ۵ر فیصدی مسائل کو حل کر سکیں۔ دوسری کمی یہ ہے کہ جو علم پڑھایا جاتا ہے، وہ اسی کتاب تک محدود رہتا ہے۔ مثلاً مختصر معانی۔ مطول درس میں ہے اگر کوئی آیت قرآنی فارغ التحصیل طلبہ کے سامنے پیش کی جائے کہ اس کو اصول بلاغت سے سمجھایئے تو وہ اس کو نہیں بتلا سکتے ہیں علم بلاغت کا مقصد یہ ہے تمام مسائل کو اصول بلاغت پر منطبق کر سکیں۔ میری رائے میں کتابی خصوصیت کم کی جائے اور علم سے زیادہ اعتنا ہونا چاہیے۔ کافیہ۔ شرح جامی۔ نحو میں پڑھائی جاتی ہے، لیکن اس کے پڑھنے والوں

کوکوئی زائد مسئلہ نحو کا معلوم نہ ہوگا، نہ ان میں نحو کے مسائل زائد ہیں طلبہ کو کتاب سے زیادہ اعتنا ہے۔علم القرآن اور علم ادب جس کی بہت ضرورت ہے بہت کم ہے۔علم تفسیر میں جلالین ہے جس کے حروف قرآن سے بھی کم ہیں علم تفسیر کو زیادہ وسعت دینا چاہیے کیونکہ قرآن مجید، علم مواعظ، علم کلام، مسائل فقہیہ پر حاوی ہے۔ اجمالی طور سے ایسی کتابیں ہوں جس سے معلوم ہو کہ خاص کر یہ علوم قرآن میں ہیں۔ دوسرا حصہ علم بلاغت کا ہے اس نہایت کمی ہے قرآن مجید کی بلاغت اس طرح ثابت کرنا چاہیے کہ اس کے الفاظ شیریں ہیں تنافر حروف سے بری ہے، مثلاً قرآن شریف میں ہے لاریب فیھا بجائے اس کے لا شک فیھا نہیں ہے۔علی ہٰذاالقیاس بلاغت کی جو اعلیٰ درجہ کی نظمیں ہیں وہ منتخب کی جائیں۔عرب کی شاعری کے چار ارکان ہیں مدح، عشق، ہجو، فخر، اس میں اثالیب کلام کو معین کرنا چاہیے، کیونکہ یہی اسلوب تمام شاعری میں ہیں۔

ہر زبان کا ایک اثر خاص طور پر ہوتا ہے۔مثلاً انگریزی اس میں یہ نہیں پڑھایا جاتا ہے کہ تم آزادی سیکھو زندقہ پر مائل ہو۔مگر اس کا آپ اثر ہوتا ہے۔ یہی حال فارسی کا ہے۔ ہندو جو فارسی پڑھتے تھے اس کا اثر تربیت، طرز معاشرت، وضع وغیرہ پر ہوا۔ اگر یہ سوال کیا جائے کہ زبان عربی کی روح کیا ہے؟ اور مثل سلف صالح کے اس زمانہ میں لوگ کیوں نہیں پیدا ہوتے۔ اس کا کیا جواب ہے؟ اب وہ استقلال نہیں ہے جو پہلے تھا۔علامہ بشاری نے علم نباتات وجغرافیہ کی تحقیقات میں اٹھائیس برس سفر کیا۔ ایک ایک نبات کی تصویر، اس کے پھل اور اس کے خواص کو ثابت کیا۔ دو ہزار نباتات وہ تحقیق کیں جو دنیا کو کم معلوم ہیں جو ایجادیں

مسلمانوں کی ہیں وہ طلبہ کو پڑھانا چاہئے۔ میں نہایت زور سے اس تحریک کی تائید کرتا ہوں کہ اس مجلس سے علماء منتخب کیے جائیں کہ نصاب تعلیم پر غور کر کے سال آئندہ کی مجلس پیش کریں۔'' (۲)

---

## رعایا کی وفاداری

۱۹۱۰ء کے ندوہ کے سالانہ اجلاس میں علامہ شبلی نے ندوہ کی ضرورت پر مفصل تقریر کی تھی جو خطبات شبلی نو دریافت میں شامل ہے۔ اسی اجلاس میں انگریزی حکومت نے ندوہ کے لئے جو سالانہ رقم مختص کی تھی، اس کے شکریہ کی شیخ عبدالقادر بیرسٹر نے تحریک پیش کی جو باتفاق منظور ہوئی۔ بعدازاں علامہ شبلی نے تقریر کی اور اسلام نے بادشاہ وقت کی اطاعت و فرماں برداری کے متعلق جو تعلیم دی ہے اس کی تصریح کی۔ یہ مختصر تحریر بھی ''روداد ندوۃ العلماء'' میں تو درج ہے مگر خطبات شبلی میں نقل ہونے سے رہ گئی ہے۔ وہ تقریر درج ذیل ہے۔

''حضرات! یہ رزولیوشن ایک پولٹیکل حیثیت رکھتا ہے اور اس حیثیت سے وہ ندوہ کے دائرہ سے الگ ہے کیونکہ ندوہ کا اول اصول یہ ہے کہ وہ کسی سیاسی معاملہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا، لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے یعنی مذہبی، اور میں اسی پہلو سے اس کو آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔

حضرات! آپ کو معلوم ہے کہ مسلمانوں کا ہمیشہ سے یہ شعار رہا ہے کہ وہ اپنے فرمانروائے وقت کے گو وہ کسی مذہب کا ہو، مطیع اور مخلص رہے ہیں اور چونکہ خود آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے طرز عمل سے اس کی شہادت ملتی ہے، اس لیے وہ درحقیقت ایک مذہبی مسئلہ کہا جا سکتا ہے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ابتدائے بعثت میں جبکہ مکہ کے

لوگوں نے آنحضرتؐ کے پیروؤں کا رہنا مکہ میں مشکل کر دیا تھا، اور طرح طرح سے ان کو تکلیفیں دیتے تھے۔ آنحضرت نے اپنے جاں نثاروں کو ہدایت فرمائی کہ وہ حبشہ کو چلے جائیں، جہاں کا بادشاہ ایک عادل نصرانی بادشاہ تھا۔ اس ہدایت کے موافق صحابہ کا ایک گروہ کثیر حبش کو چلا گیا اور بادشاہ حبش نے ان کو اپنے سایہ عاطفت میں رہنے کی اجازت دی۔ اتفاق یہ ہے کہ اسی زمانہ میں حبش پر کسی دشمن نے چڑھائی کی اور بادشاہ کو ان مقابلہ کے لیے فوجیں بھیجنی پڑیں۔ صحابہ نے خبر سن کر خاص اپنا ایک قاصد بھیجا اور کہا کہ ہم کو وہاں سے جا کر اطلاع دو، اگر اعانت اور مدد کی ضرورت ہو تو ہم بھی آ کر بادشاہ کی طرف سے دشمنوں سے لڑیں گے۔

صحابہؓ ہر نماز کے بعد بادشاہ حبش کی فتح کی بھی دعا مانگتے تھے۔

تاتاریوں کے زمانے میں ملک کا بڑا حصہ تاتاریوں کے قبضے میں آ گیا، اس وقت مسلمانوں نے ان کے زیر حکومت نہایت وفاداری ظاہر کی۔ یہاں تک کہ پایۂ تخت کے بڑے بڑے عہدے مسلمانوں ہی کو ملتے تھے، چنانچہ محقق طوسی ہلاکو کے وزیر اعظم تھے اور خواجہ شمس الدین کو تاتاریوں کے دربار میں وہ رسوخ حاصل تھا کہ سیاہ و سفید انہی کے ہاتھ میں تھا۔

سسلی کا جزیرہ جب راجر نے فتح کر لیا تو اس وقت بھی مسلمان اسی اصول پر قائم رہے، اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جب علامہ ابن جبیر نے سسلی کا سفر کیا تو دیکھا کہ یہ عیسائی بادشاہ سب زیادہ مسلمانوں ہی پر اعتبار رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس کے کھانے کے مہتمم اور میر خوان مسلمان ہی تھے۔

ان واقعات سے آپ کو معلوم ہوگا کہ بادشاہ وقت کا وفادار ہونا مسلمانوں کا ایک مذہبی شعار ہے، جس پر ابتدا سے آج تک عمل ہوتا آیا

ہے،اس لئے میں تحریک کرتا ہوں کہ یہ رزولیوشن منظور کیا جاوے۔‘‘(۳)

---

**حواشی:**

(۱) روئداد جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام مع کیفیت ندوۃ العلماء،۱۸۹۴ء،ص۹۹

(۲) ایضاً ص۹۹-۱۰۱

(۳) روداد اجلاس دوازدہم ندوۃ العلماء ۱۹۱۰ء ص۸۱-۸۲

◆◆◆

[۱۱]

# رپورٹ سالانہ انجمن ترقی اردو

## شاخ ایجوکیشنل کانفرنس بابت سال ۱۹۰۳ء

جنوری ۱۹۰۳ء میں انجمن ترقی اردو قائم ہوئی اور علامہ شبلی نعمانی اس کے سکریٹری منتخب ہوئے۔ایک سال بعد دسمبر ۱۹۰۳ء اور جنوری ۱۹۰۴ء میں ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔علامہ شبلی نے بحیثیت سکریٹری انجمن اس کی سالانہ رپورٹ پیش کی۔یہ رپورٹ اختصار کے ساتھ ماہنامہ لسان الصدق کلکتہ،فروری ۱۹۰۴ء میں اور بعض دوسرے رسائل میں انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ وغیرہ میں شائع ہوئی۔مفصل رپورٹ کتابچہ کی شکل میں علامہ شبلی نے شائع کی تھی۔تلاش بسیار کے باوجود وہ دستیاب نہیں ہوئی۔

گذشتہ سال جب راقم اپنی کتاب'انجمن ترقی اردو میں علامہ شبلی کا حصہ'مکمل کیا،اس وقت تک بھی یہ رپورٹ کہیں دستیاب نہیں تھی۔اب یکا یک انٹرنیٹ سے ہاتھ آ گئی ہے۔

علامہ شبلی کی ۱۱۸ ربرس پہلے کی اس نایاب تحریر سے انجمن ترقی اردو سے متعلق ان کی ایک سال کی خدمت کا مرقع سامنے آتا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ ان کے منصوبے اور عزائم کیا تھے۔اور وہ کون سے کام تھے جن کی بنیاد وہ ڈال چکے تھے۔علامہ شبلی کی یہ ایک بے حد اہم تحریر ہے۔تحفظ کے خیال سے اس کی اشاعت بے حد ضروری ہے۔اس لئے راقم نے اس مجموعہ میں اس کی شمولیت اور اشاعت کو ترجیح دی ہے۔اس سے راقم کے اس مجموعہ کی بھی وقعت میں اضافہ ہوگا۔

# سالانہ رپورٹ

## انجمن ترقی اردو شاخ ایجوکیشنل کانفرنس

بابت ۱۹۰۳ء

مرتبہ

شبلی نعمانی

(ناظم علوم وفنون ریاست حیدرآباد)

مطبع شمسی حیدرآباد دکن میں محمد ابراہیم خاں اکبرآبادی

کے اہتمام سے چھپی

(مجید حسین جلال اکبرآبادی نوشت)

# سالانہ رپورٹ

## انجمن ترقی اردو

## شاخ ایجوکیشنل کانفرنس بابت ۱۹۰۳ء

جو سالانہ اجلاس ایجوکیشنل منعقدہ بمبئی میں پیش کی گئی۔

جناب صدر انجمن!

میں انجمن اردو کی سالانہ رپورٹ جناب والا کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس سے ظاہر ہوگا کہ انجمن نے اس مدت میں کہاں تک کامیابی حاصل کی۔

لیکن چونکہ انجمن کی کارروائی کے سلسلے میں ملک کے اکثر اہل الرائے کے خیالات معلوم ہو چکے ہیں اور اس مدت تک ملک کے تمام اہل قلم سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں رپورٹ پیش کرنے سے پہلے یہ ظاہر کروں کہ انجمن اردو کی کیوں ضرورت ہے؟ اور اس میں کامیابی کی امید ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اور ہوسکتی ہے تو کن وسائل اور اسباب سے؟

اول وہلہ میں آپ کو خیال ہوگا کہ انجمن اردو کی ضرورت ایک مسئلہ مسلمہ ہے اور کم از کم یہ کہ اس مسئلہ پر اگر گفتگو کی ضرورت تھی تو سال بھر پہلے تھی نہ اب، جب کہ تمام ملک میں انجمن کی عملی کارروائی کا سلسلہ پھیل گیا ہے۔

لیکن مجھے انجمن کی ضرورت کے متعلق عام خیال سے کچھ الگ کہنا ہے، اس لئے آپ معاف فرمائیں اگر میں اس داستان کو ایک دفعہ آپ کے سامنے دہراؤں۔

میں اس پہلو پر بحث نہیں کرتا کہ چونکہ ہر قوم کی ترقی اس پر موقوف ہے کہ علوم و فنون اس کی زبان میں آ جائیں، اس لئے اردو میں علوم وفنونِ جدیدہ کے ترجمہ کی ضرورت ہے، بلکہ میں ایک دوسرے پہلو سے انجمن کی ضرورت پر بحث کرتا ہوں۔

یہ بات علانیہ نظر آتی ہے کہ قوم کا ممتاز حصہ جدید تعلیم میں مصروف ہے اور ہوتا جاتا ہے۔ یہ بدیہی ہے کہ جدید تعلیم خود اس قدر مشکل، دیر طلب اور طویل الذیل ہے کہ اس کے ساتھ کوئی دوسری تعلیم جمع نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں ہماری قومی، مذہبی اور تاریخی معلومات کے بقا کا کیا ذریعہ ہے۔؟ کیا یہ پسندیدہ ہے کہ ہم صرف انگریزی تعلیم حاصل کریں اور اپنی قوم کی تعلیم سے، مذہب سے، علوم سے بالکل بے پروا ہو جائیں؟۔ اچھا پھر ان کے بقا کی کیا تدبیر ہے؟ صرف یہ کہ ان چیزوں کو ترجمہ کے ذریعہ سے اردو زبان میں منتقل کیا جائے یا ان مضامین پر اردو میں مستقل تصنیفات لکھی جائیں۔

خوب یاد رکھنا چاہئے کہ جدید تعلیم یافتہ فرقہ کے لئے اپنے قومی علوم وفنون اور مذہب سے واقف ہونے کا صرف یہ طریقہ ہے کہ یہ علوم اصلی زبانوں سے ملکی زبان میں لائے جائیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دونوں کام یعنی ایشیائی اور مغربی علوم وفنون کا ترجمہ اور تالیف خود ہو رہے ہیں اور اس کے لئے کسی انجمن کے قائم کرنے کی ضرورت نہیں۔ عربی، سنسکرت اور فارسی کی سیکڑوں کتابیں ترجمہ ہوچکیں اور ہوتی جاتی ہیں۔ انگریزی تصنیفات کا بھی ایک معتدبہ حصہ ملکی زبان میں آ گیا ہے اور آتا جاتا ہے۔ ملک میں سیکڑوں ہزاروں مترجم پیدا ہو گئے ہیں جن کا مشغلۂ زندگی یہی ہے۔ یہ سوال واقعی لحاظ کے قابل ہے اور اس سوال کا جواب دینا ایک بہت بڑے عقدہ کو حل کرنا ہے۔

بے شبہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ بہت سی ایشیائی اور مغربی تصنیفات ملکی زبان میں منتقل ہوگئی ہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کتابیں کس درجہ کی ہیں۔؟

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ملک میں اس مسئلہ کی طرف لوگوں کو علم نے نہیں بلکہ ضرورت معاش نے متوجہ کیا ہے۔ اس لئے کام کرنے والے اسی اصلی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ وہ یہ دیکھتے ہیں کہ کن چیزوں کے ترجمے یا کس قسم کی تصنیفات مذاق عام کے موافق ہیں اور جلب زر کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس علمی پیداوار کا بڑا حصہ (جو کل کے قریب قریب ہے) ناول، ادنیٰ درجہ کی تاریخیں اور سوانح عمریاں ہیں۔ کسی اشتہاری کتب فروش کی فہرست کو پڑھو تو معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کا کوئی آدمی سوانح عمری کے انعام سے محروم نہیں رہا، لیکن یہ سوانح عمریاں کس درجہ کی ہیں؟ اس کا آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں۔ علوم وفنون کی بعض کتابیں ترجمہ ہوئی ہیں۔ وہ کتابیں فی نفسہ اچھی بھی تھیں، لیکن قابل لحاظ یہ ہے کہ ترجمہ کیسا ہوا؟۔ کیا مترجمین واقعی کامل استعداد رکھتے تھے؟ کیا ترجمہ کی دنیا میں ان لوگوں کی کچھ شہرت تھی؟ کیا ان ترجموں کو شائع ہونے سے پہلے کسی مبصر جماعت نے تنقید کی نظر سے دیکھ لیا تھا؟۔ بے شبہ ان خزف ریزوں میں ایک آدھ جواہر بھی نکل آتے ہیں، لیکن وہ کالعدم ہیں۔

ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ ایک ایسی مستقل انجمن کی ضرورت ہے جس کو اس کی پروانہ ہو کہ ملک کا اور عوام کا مذاق کیا ہے؟ بلکہ اس کو صرف یہ مطمح نظر ہو کہ ملک میں کس قسم کا مذاق پیدا کرنا چاہئے اور ملک کی علمی زندگی کی ترقی کے لئے کس قسم کی تصنیفات اور تراجم کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ یہ انجمن ایسے افراد سے مرکب ہو جو ایشیائی اور مغربی علوم کے ماہر ہوں اور تصنیفات وتراجم پر ناقدانہ اور آزادانہ رائے دے سکتے ہوں۔

ملک کے اور حصوں میں اس قسم کی انجمنیں قائم ہوگئی ہیں اور علمی زبانوں سے علوم و فنون کا ذخیرہ ملکی زبان میں آ گیا ہے۔ بنگالی زبان اب ایک کامل علمی زبان بن گئی ہے جس میں ہر قسم کی علوم وفنون جدیدہ کی کتابیں مہیا ہوگئی ہیں۔ ہندی زبان میں ابھی حال ہی میں

سائنٹفک ڈکشنری سات جلدوں میں تیار ہوئی ہے۔جس کی تفصیلی کیفیت پانیر (Pioneer) میں شائع ہوچکی ہے۔مرہٹی زبان کی ترقیاں محتاج بیان نہیں۔صرف ایک اردو زبان ہے جو باوجود عام زبان ہونے کے علمی تصنیفات اور خصوصاً علوم وفنونِ جدیدہ سے بالکل محروم ہے۔

اکثر یہ شبہ کیا جاتا ہے کہ علم وفنون جدیدہ کی تصنیفات اس کثرت سے ہیں کہ ان کے ترجے کا قصد کرنا گویا آب دریا بہ گز پیمودن ہے،لیکن یہ شبہ ایک وہم باطل ہے۔ ہرفن میں گو بہت سے تصنیفات ہوتی ہیں،لیکن امہات الکتب دو چار سے زیادہ نہیں ہوتیں۔اس لئے ان کتابوں کا ترجمہ ہونا کافی ہوسکتا ہے۔

اس موقع پر اس امر کا اظہار بھی ضرور ہے کہ گو ملک میں علوم وفنون کے مترجم یا مصنف بہت کم نظر آتے ہیں اور اس سے یہ بد دلی پیدا ہوتی ہے کہ انجمن اگر قائم بھی ہوئی تو قابل مصنف اور مترجم کہاں سے ہاتھ آئیں گے؟ لیکن اس مدت کے تجربے نے ثابت کر دیا کہ ملک ایسے قابل اشخاص سے خالی نہیں،لیکن چونکہ ملک کا عام مذاق ان کی قابلیت کی قیمت نہیں ادا کرسکتا،اس لئے وہ گوشۂ گمنامی میں پڑے ہیں۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جن کے پاس تصنیف وتالیف کا سرمایہ نہیں۔بعض ایسے ہیں جو سرمایہ رکھتے ہیں لیکن ملک کے مذاق کے لحاظ سے ان کو یہ توقع نہیں کہ ان کی تصنیف یا تالیف رواج حاصل کر سکے گی۔

انجمن کا بڑا کام ان ہی قابل جوہروں کا پتہ لگانا اور ان کی قابلیت سے کام لینا ہے۔

اس تمہید کے بعد اب میں انجمن کی رپورٹ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

یہ انجمن ۴رجنوری ۱۹۰۳ء کو بمقام دہلی ایجوکیشنل کانفرنس کے غیر معمولی اجلاس میں قائم ہوئی اور بزرگان ذیل اس کے عہدہ دار اور کارکن قرار پائے:

صدر انجمن : ٹی ڈبلیو آرنلڈ،اسکوپر پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور

نائب صدر : شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد خان صاحب ایل.ایل.ڈی

نائب صدر : مولانا الطاف حسین صاحب حالؔی

نائب صدر : شمس العلماء خان بہادر مولوی ذکاء اللہ صاحب

سکریٹری : شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی

اسسٹنٹ سکریٹری : مولوی حامد علی صاحب صدیقی سہارن پوری

۵/جنوری ۱۹۰۳ء کو کانفرنس ہی کے ایک پرائیویٹ اجلاس میں انجمن کے لئے ایک مختصر دستور العمل کا مسودہ طیار کیا گیا، لیکن چونکہ یہ مسودہ محض سرسری طور پر طیار ہوا تھا۔ اور اجلاس کانفرنس کے ختم ہونے کے ساتھ تمام ارکان دور دراز مقامات پر چلے گئے تھے۔ مسودہ کی درستی اور اصلاح میں خط وکتابت کے ذریعہ سے ایک مدت صرف ہوگئی۔ یہاں تک کہ ۸/اپریل ۱۹۰۳ء کو دستور العمل مذکور چھپ کر شائع ہوا اور دراصل انجمن کے قیام کی تاریخ اسی دن سے شمار کرنی چاہیئے۔ اس لحاظ سے یہ رپورٹ سالانہ نہیں بلکہ ہشت ماہہ رپورٹ ہے۔

ا۔ انجمن کا سب سے پہلا کام ملک کو اپنے مقاصد کی طرف متوجہ کرنا اور یہ دریافت کرنا تھا کہ جو مقاصد انجمن کو پیش نظر ہیں ملک اس کے لئے طیار ہے یا نہیں۔ چنانچہ نہایت کثرت سے خطوط چھپوا کر شائع کئے گئے، اخبارات وغیرہ سے مدد لی گئی، ممتاز بزرگوں کی خدمت میں خاص طرح پر تحریک کی گئی۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ ہر طرف سے لبیک کی صدائیں آئیں۔ ملک کے ہر فرقہ نے بلاتخصیص مقاصد انجمن کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی۔

ابتداء میں ہندو صاحبوں کو بطور خود یہ غلط خیال پیدا ہوا کہ ان کو انجمن کی شرکت سے علاحدہ رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ایک ہندو اخبار [ہندوستانی، لکھنو] نے اس کا اظہار بھی کیا، لیکن جب اس کے جواب میں سکریٹری کی ایک تحریر اسی اخبار میں شائع ہوئی تو ہندو صاحبوں کے دل سے یہ شبہہ جاتا رہا اور سب سے پہلے جناب آنریبل رائے نہال چند

صاحب رئیس مظفر نگر نے انجمن کی ممبری قبول کرنے کی اطلاع دی۔

ملک میں جس قدر ممتاز اور نام آور بزرگ ہیں مثلاً آنریبل نواب عماد الملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی، نواب محسن الملک، بدر الدین طیب جی صاحب جج ہائی کورٹ بمبئی، مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین صاحب، سید کرامت حسین صاحب بیرسٹر ایٹ لا، خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج عدالت خفیہ، خان بہادر مولوی عبدالغفور صاحب وزیر ریاست رام پور(۶۱)

(پوری فہرست ضمیمہ میں شامل ہے) ان تمام بزرگوں نے خوشی کے ساتھ ممبری قبول کی۔ انگلش جنٹل مینوں نے بھی انجمن کی طرف توجہ ظاہر کی۔ چنانچہ ڈبلیو بیل صاحب ڈائرکٹر سررشتۂ تعلیم پنجاب نے انجمن کا رکن اعزازی ہونا منظور کیا۔

انجمن کے ابتدائی دستور العمل میں یہ قرار دیا گیا تھا کہ ایسے بہت سے مستقل خریدار پیدا کئے جائیں جو انجمن کی تیار کردہ کتابوں کی نسبت عام اجازت دیں کہ ان کے نام بذریعہ ویلو پی ایبل پارسل بھیج دئے جایا کریں۔ چنانچہ اس وقت تک ایسے بزرگوں کی تعداد (۲۳۰) تک پہنچ گئی ہے۔ (ارکان انتظامی کی کثرت آراء سے اب ان لوگوں کو ارکان اعانت میں داخل کر لیا گیا ہے۔)

۲۔ انجمن کا دوسرا کام جدید تصانیف اور تراجم کا طیار کرنا تھا۔ چنانچہ جون ۱۹۰۳ء میں عنوانات ذیل اخبارات کے ذریعہ مشتہر کئے گئے اور ملک کے اہل قلم سے درخواست کی گی کہ اگر ان مضامین پر وہ تصنیف کے لئے ہوں تو ان کو انجمن سے ہر قسم کی ہدایتیں اور اطلاعیں مہیا کی جائیں گی۔

## تاریخ التاریخ

یعنی یہ کہ مسلمانوں میں تاریخ کا فن کب پیدا ہوا؟ کیوں کر بڑھا؟ کتنے دور قائم

ہوئے؟ ہر دور کے کیا خصوصیات ہیں؟ وغیرہ وغیرہ

## امرائے ہنود تیموریہ

یعنی ان ہندو امرا کی سوانح عمری جو سلطنت تیموریہ کے عہد میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔

## قاموس النساء

یعنی یہ کہ اسلام سے پہلے تمام دنیا میں عورتوں کی کیا حالت تھی؟ اسلام نے کیا اصلاحیں کیں؟ اور ان کو کیا حقوق دئے؟ اسلام میں عورتوں کے تمدن تعلیم، آزادی، معاشرت وغیرہ کی مفصل تاریخ۔

یہ عنوان اگرچہ کثرت سے مشتہر کئے گئے لیکن افسوس ہے کہ اس وقت تک ان کے متعلق کہیں سے کوئی آواز نہیں آئی۔ ایک صاحب نے امرائے ہنود کے لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا اور ان کو اس کے ماخذ کا پتہ بھی دیا گیا لیکن آخر وہ بھی خاموش ہو گئے۔ غرض اس صیغہ میں بالکل ناکامی ہوئی اور شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ ان مضامین کے لئے نہایت وسیع معلومات کی ضرورت تھی، تاہم رپورٹ میں اس کا تذکرہ اس لحاظ سے کیا گیا ہے کہ آیندہ کوئی صاحب ان مضامین پر متوجہ ہوں۔

ترجمہ کے متعلق سب سے پہلے علوم جدیدہ کی انگریزی کتابوں کے ترجمہ کا اشتہار دیا گیا ان میں سے کتاب النبات اور طبقات الارض کو کسی نے ہات نہیں لگایا۔ کتاب النفس کا صرف ایک ترجمہ اور علم ہیئت کے تین ترجمے آئے۔ ان میں صرف ایک ترجمہ پسند کے قابل تھا۔ اس ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ فنون جدیدہ کے اصطلاحات کے لئے ابھی تک اردو میں الفاظ موجود نہیں۔ اس کے ساتھ انگریزی خواں زیادہ تر عربی زبان سے ناآشنا ہوتے

ہیں،اس لئے ان کو اصطلاحات کے ترجمہ میں سخت دشواری پیش آئی ۔اکثروں نے اسی دشواری کی وجہ سے ترجمہ کا ارادہ ہی چھوڑ دیا اور بعضوں نے ترجمہ تو کیا تو اس قدر بے معنی کہ سمجھ میں نہیں آسکتا تھا۔

اس سے خیال پیدا ہوا کہ علوم وفنون کی کتابوں کے ترجمہ سے پہلے ضرور ہے کہ اردو زبان میں سائنٹیفک لغت طیار کرایا جائے جس میں ان تمام اصطلاحات کے لئے الفاظ وضع کئے جائیں جو علوم وفنون میں مستعمل ہیں،اسی اثنا میں نواب عمادالملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی ،مولانا الطاف حسین صاحب حالی ،مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے اول تعلقہ دار سرکا نظام کے خطوط آئے کہ انجمن اردو کا سب سے پہلا کام یہ ہے کہ سائنٹیفک لغت طیار کرائے ۔لوگوں کا خیال تھا کہ اس قسم کے لغت مصر اور شام میں طیار ہو گئے ہیں، اس بنا پر میں نے مصر کے مشہور رسالہ الہلال کے اڈیٹر سے خط وکتابت کی ،لیکن اس نے صاف جواب دیا کہ اس قسم کی کوئی کتاب اب تک تیار نہیں ہوئی ہے۔انگلش عربک ڈکشنریاں جو لکھی گئی ہے ان میں الفاظ کے ساتھ فنون کے اصطلاحات بھی جستہ جستہ مذکور ہیں،لیکن وہ بالکل ناکافی ہیں۔البتہ فن طب کے متعلق مستقل لغت طیار ہو گئے ہیں۔

اس خط وکتابت کے بعد ستمبر ۱۹۰۳ء میں انجمن نے ایک اجلاس کیا اور یہ قرار پایا کہ اصطلاحات کے ترجمہ کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی جائے ،چنانچہ اس کام کے لئے بزرگان ذیل منتخب ہوئے۔

نواب عمادالملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی۔

شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور۔

خان بہادر مولوی ذکاءاللہ صاحب۔

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب جج عدالت خفیہ الہ آباد

مولوی عزیز مرزا صاحب بی اے صدر تعلقہ دار ریاست نظام

سلطان احمد خاں صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب
مولوی عبدالغفور خان صاحب شہباز پروفیسر اورنگ آباد کالج
مولوی مرزا ہادی صاحب پروفیسر کرسچین کالج لکھنو
مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عہدہ دار سرکار نظام
شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی۔

کارروائی کا یہ طریقہ قرار پایا کہ سائنس کی ہر شاخ کی کتابوں کو لے کر ان سے مصطلحات چھانٹ لئے جائیں اور ان کو اس طرح چھپوایا جائے کہ ہر اصطلاح کو انگریزی میں لکھ کر اس کے آگے سادہ جگہ چوڑ دی جائے اور ان سادہ کتابوں کو ارکان کمیٹی وضع اصطلاحات اور دیگر ارباب علم کی خدمت میں بھیج دیا جائے۔

مسٹر آرنلڈ (صدر انجمن) کو اس کے متعلق لکھا گیا تو انہوں نے لکھا کہ انجمن کو اس زحمت کے اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ ناگرنی پرچار سبھا اس کام کو انجام دے چکی ہے اس کی طیار کردہ فہرست مصطلحات کو منگوایا جائے۔ چنانچہ سکریٹری ناگری سبھا سے وہ کتابیں طلب کی گئیں، لیکن ان کے ملاحظہ سے معلوم ہوا کہ وہ ہمارے مقاصد کے لئے پورے طور سے کافی نہیں۔ اس بنا پر انجمن کی ہدایت کے مطابق مولوی معشوق حسین صاحب بی اے نے فہرست ہائے مذکورہ اور سائنس کی کتابوں کی مدد سے سائنس کی مصطلحات انتخاب کئے۔ یہ الگ الگ کتابوں کی صورت میں چھاپی جارہی ہیں۔ ان میں سے کمسٹری کی مصطلحات چھپ چکی ہے اور ارکان کی خدمت میں روانہ کر دی گئی ہے۔

اس سلسلہ سے الگ مولوی عبدالغنی صاحب نے جو انجمن کے رکن انتظامی اور عربی اور انگریزی دونوں زبانوں کے ماہرین میں خاص فن نباتات کی مصطلحات کو جدا قلم بند کیا اور پروفیسر فان ڈیک امریکانی کی کتاب النبات کی مدد سے ان کے لئے الفاظ وضع کئے، اس طرح جب ایک لغت طیار ہو جائے گا تو علوم وفنون کی کتابوں کا ترجمہ زیادہ آسانی اور

صحت کے ساتھ ہونے لگے گا۔ دوسرے مضامین کی کتابیں جو انجمن کی طرف سے ترجمہ ہو رہی ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

## ایجوکیشن از ہربرٹ اسپنسر

یہ کتاب مشہور فلاسفر ہربرٹ اسپنسر کی تصنیف ہے، جس کا موضوع ''تعلیم'' ہے۔ یہ کتاب اس رتبہ کی ہے کہ اگر انجمن اردو کی طرف سے صرف یہی ایک کتاب ترجمہ ہو کر شائع ہوتی تو انجمن مبارک باد کی مستحق تھی، چونکہ یہ کتاب ایک معرکۃ الآراء کتاب تھی اس لئے اس کے ترجمہ میں نہایت احتیاط سے کام لیا گیا۔ ترجمہ کا عام اشتہار دیا گیا اور ہندوستان کے مختلف حصوں سے سے پانچ ترجمے آئے۔ یہ تمام ترجمے شمس العلماء مولوی نذیر احمد صاحب، شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ صاحب، شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے، مسٹر آرنلڈ پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور دیگر ممبران کے پاس اظہار رائے کے لئے بھیجے گئے۔ باتفاق آرا مولوی غلام الحسنین صاحب پانی پتی کا ترجمہ پسند کیا گیا۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف انجمن کے حکم سے بقیہ کتاب کا کر رہے ہیں۔ نصف کے قریب مسودہ چھپنے کے لئے مطبع رفاہ عام لاہور میں بھیج دیا گیا ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ کا معاوضہ انجمن نے تین سو روپیہ قرار دیا جو ختم کتاب کے بعد مولوی صاحب کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

## کان فلکٹ بٹوین رلی جن اینڈ سائنس

یہ کتاب ڈریپر کی مشہور کتاب ہے جو اس نے علم اور مذہب کی باہمی معرکہ آرائی پر لکھی ہے۔ اس کتاب کے متعدد ترجمے آئے اور مولوی ظفر علی خاں صاحب بی اے کا ترجمہ منتخب ہو کر ان کو ترجمہ کی اجازت دی گئی۔ چنانچہ ترجمہ کے ابتدائی اجزا مطبع رفاہ عام لاہور

میں بھیج دئے گئے ہیں۔

## ہیروورشپ از کارلائل

اس کتاب کے بھی تین ترجمے آئے ،لیکن قابل پسند نہ تھے،اس لئے مجلس انتظامی نے فیصلہ کیا کہ مولوی عبدالغفور صاحب شہباز اس کام کے لئے منتخب کئے جائیں ۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اس کام کوشروع کر دیا ہے۔

## ہبرٹ لکچرز از پروفیسر میکس مولر

مولوی عبدالقادر صاحب ایم اے پروفیسر علی گڑھ کالج نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس کتاب کا ترجمہ کررہے ہیں۔

سائنس کی جن کتابوں کا پہلے اشتہار دیا گیا تھا ان میں سے کتاب النبات (سٹوری آف پلانٹ) کا ترجمہ مولوی محمد اکبر صاحب بی اے نے کرنا شروع کر دیا ہے۔مولوی صاحب کو اس فن میں عمدہ دستگاہ حاصل ہے۔اور امید ہے کہ بہت اچھا ترجمہ کریں گے۔

## نامہ دانشوراں

چونکہ انجمن کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ اردو میں مشاہیر حال کا ایک مکمل سلسلہ قائم کیا جائے ،اس لئے اس کتاب سے ابتدا کی گئی ۔ یہ کتاب ناصرالدین شاہ مرحوم کے حکم سے ایران کے بڑے بڑے نامور علماء کی ایک مشترک مجلس نے لکھنی شروع کی تھی ،جس کی دو جلدیں چھپ کر شائع ہوئیں ۔اس کتاب کا ترجمہ انجمن کی ہدایت سے مولوی ریاض الحسن صاحب کررہے ہیں۔ترجمہ کے ابتدائی اجزاء انجمن میں آچکے ہیں ۔ یہ ترجمہ اس قدر صحیح ، دلچسپ، بامحاورہ ہے کہ اس سے بہتر ترجمہ ہونا غالباً ممکن نہ تھا۔

## معارف بن قتیبہ

ابن قتیبہ کی مشہور کتاب ہے۔مولوی عبداللہ صاحب عمادی اڈیٹر البیان اس کا ترجمہ کررہے ہیں۔ان کتابوں کے سوا جن کتابوں کے ترجمہ کا اشتہار دیا گیا تھااوراب تک کسی نے ان کے ترجمہ کا ارادہ نہیں ظاہر کیا ہےان کے نام حسب ذیل ہیں۔

تعلیم صنعت وحرفت :ازفلپ گمنس۔ پرابلم آف دی فیوچر:مصنفہ ایس لینگ

یہ دونوں کتابیں تھیں جوخاص انجمن کی زیرنگرانی طیار ہورہی ہیں۔ان کے سواجو کتابیں ملک کے اہل قلم نے بطور خود انجمن میں بھیجیں،ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

## رہنمایان ہند

یہ کتاب بابومنمتھ ناتھ دتا ایم اے نے انگریزی میں تصنیف کی تھی،منشی نرائن پرشاد صاحب ورما نے انگریزی سے اردو میں ترجمہ کیا۔منشی صاحب نے پہلے اس کتاب کوایک مشہور مطبع اور ہندی سبھا گوالیار میں بھیجا تھا،لیکن دونوں جگہ سے ان کو صاف جواب ملا۔ مایوس ہوکرانہوں نے انجمن کی طرف رجوع کی۔اس کتاب میں ہندو مذہب کی حقیقت اور سری کرشن جی اور گوتم بدھ کی سوانح عمری ہے۔چونکہ کتاب نہایت دلچسپ اور مذاق حال کے موافق تھی اوراردو میں اس قسم کی اورکوئی کتاب موجود نہ تھی انجمن نے اس کو پسند کیا اور [۷۵روپیہ] مصنف کوصلہ دیا جانا منظور کیا۔چنانچہ یہ رقم ڈیوٹی شاپ نے حسب معاہدہ انجمن ادا کی اور کتاب مذکور مطبع احمدی علی گڑھ میں چھپ رہی ہے۔

## القمر

یہ ایک رسالہ ہے جومنشی راحت حسین صاحب بی اے بھاگل پوری کی تصنیف ہے،

اس میں تحقیقات جدیدہ کے موافق چاند کے متعلق ہر قسم کی بحث کی ہے۔اس کے ضمن میں اور بھی بہت سے سائنٹیفک مسائل بیا کئے ہیں ۔کتاب فی نفسہ اچھی تھی ،لیکن محاورہ اور زبان کی غلطیوں کے علاوہ علمی اصطلاحات کے لئے موزوں الفاظ نہیں استعمال کئے گئے تھے ۔انجمن کے مختلف ارکان نے اس کتاب کو اصلاح کی نظر سے دیکھا۔ جناب مولوی بشیرالدین احمد خاں صاحب دہلوی ناظم افواج بیقاعدہ سرکار نظام نے جو انجمن کے رکن اعزازی ہیں نہایت توجہ اور محنت سے تمام کتاب پر نظر ڈالی اور اس خوبی سے زبان کی اصلاح کی اور مصطلحات علمیہ کے لئے الفاظ وضع کئے کہ اس سے بہتر امکان میں نہ تھا۔ کتاب مذکور اب مطبع احمدی علی گڑھ میں چھپنے کے لئے بھیج دی گئی ہے۔

## مصباح القواعد

انجمن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اردو زبان کے قواعد پر ایک مکمل اور بسیط کتاب طیار کرائے۔ چنانچہ جلسہ انتظامی منعدہ ۲۹۔اگست ۱۹۰۳ء میں یہ طے ہوا تھا کہ اس غرض کے لئے جناب شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی اور جناب مولوی علی حیدر طباطبائی پروفیسر نظام کالج سے درخواست کی جائے ۔اسی اثناء میں مولوی فتح محمد صاحب (فتح گڑھی) کی ایک کتاب اسی مضمون پر انجمن میں آئی ۔ یہ کتاب تمام اور کتابوں کی نسبت نہایت مفصل اور مبسوط لکھی گئی ہے اور مولوی صاحب موصوف نے اس کی ترتیب اور تالیف میں ایک مدت صرف کی ہے، انجمن نے ارادہ کیا کہ اسی کتاب کو اضافہ اور ترمیم اور اصلاح کر کے اپنے مقصد کے موافق درست کر لیا جائے ۔ چنانچہ مولوی علی حیدر صاحب موصوف اور مولوی عبدالحلیم شرر، مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عہدہ دار نظام اور خود سکریٹری نے نوبت بہ نوبت اس کتاب کو غور اور تعمق کی نظر سے دیکھا اور اکثر جگہ ترمیم اور اصلاح کی ۔
ان تمام بزرگوں کی یہ رائے ہے کہ اردو زبان میں اپنی وضع اور ساخت میں یہ

نسبت عربی زبان کے انگریزی زبان سے زیادہ مشابہ اور مماثل ہے، اس لئے اردو کی مکمل گرامر وہ ہوگی جو انگریزی گرامر کے تتبع سے لکھی جائے، تاہم کتاب مذکور چونکہ اپنی طرز پر نہایت مفصل اور مبسوط ہے اس لئے بحثیت موجودہ انجمن کی طرف سے شائع کی جائے، (بشرطیکہ مصنف کتاب انجمن کی اصلاحات کو منظور کریں) ابھی تک اس کتاب کا کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔

اس موقع پر یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ مولانا الطاف حسین صاحب حالی قواعد کے ایک خاص حصہ یعنی تذکیر و تانیث پر ایک مبسوط رسالہ لکھ رہے ہیں۔

## سوانح عمری شیخ عبدالحق دہلوی

مولوی برکت علی صاحب کی تصنیف ہے۔ شیخ عبدالحق کے حالات انہی کی تصنیفات کی مدد سے جمع کئے ہیں۔ چونکہ مولوی صاحب نے کتاب میں کسی قسم کی اصلاح اور تصرف کو منظور نہیں کیا اور کتاب بالکل پرانے طریقہ پر لکھی گئی ہے اس لئے واپس بھیج دی گئی۔

## سوانح عمری شاہ جہاں بیگم والیہ بھوپال

مولوی عبدالقادر صاحب وکیل بھوپال کی تصنیف ہے۔ انجمن نے جابجا اصلاحات کے بعد کتاب مصنف کو ان کی حسب خواہش واپس بھیج دی۔

## تاریخ تمدن

یعنی بکلز ہسٹری آف سویلائیزیشن کا ترجمہ۔ یہ نہایت معرکۃ الآراء کتاب ہے۔ تہذیب الاخلاق میں اس کے بعض مضامین کا ترجمہ چھپا تھا۔ مولوی احد علی صاحب بی اے اس کا ترجمہ کر رہے ہیں اور ایک معتد بہ حصہ طیار کرلیا ہے۔ ابتدائی اجزا انہوں نے چھپوا کر

انجمن میں بھیجے ہیں۔اس کتاب کے متعلق مولوی صاحب موصوف سے ابھی خط وکتابت ہورہی ہے۔اورکوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا ہے۔

اکثر بزرگوں نے اپنی زیرتالیف کتابوں سے انجمن کواطلاع دی اوران کے متعلق انجمن سے ہدایتیں اوراطلاعات طلب کیں۔ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

## سوانح عمری امیرخسرودہلوی

مولوی حسن نظامی صاحب دہلوی جوخواجہ نظام الدین اولیا کے خاندان سے ہیں، اس کتاب کومرتب کررہے ہیں۔مولوی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے اس کے متعلق بہت ساذخیرہ فراہم کرلیا ہے۔انجمن کی طرف سے بھی ان کواطلاعات بھیجی گئیں۔

## قدیم فارس

مولوی حامدعلی صاحب صدیقی اسسٹنٹ سکریٹری انجمن کی تصنیف ہے۔یہ کتاب بالکل طیار ہے۔

## سوانح عمری میرانیس مرحوم

میرانیس مرحوم سے زیادہ اردوزبان پرکسی شاعریاناثرکاحق نہیں ہے۔اوراردو کے قدردانوں کاپہلا کام یہ ہے کہ ان کی سوانح عمری طیارکرائیں۔مولوی منظرعلی فرزندمولوی امجدعلی صاحب اشہری نے اطلاع دی ہے کہ انہوں نے نہایت کوشش سے اس کام کوشروع کیا ہے۔چونکہ خودمولوی اشہری صاحب اس کی ترتیب میں شریک غالب ہیں امید ہے کہ اچھی کتاب ہوگی۔

اس موقع پر یہ ذکرکرنا بیجانہ ہوگاکہ سکریٹری نے حال میں نہایت مفصل ریویو

میر انیس صاحب کے کلام پر لکھا ہے اور مرزا دبیر صاحب کے ساتھ ان کا موازنہ کیا ہے۔ یہ کتاب کئی سو صفحوں میں ختم ہوئی ہے اور عنقریب مطبع میں جانے والی ہے۔

## طریقہ حکومت گورنمنٹ انگریزی

منشی ظفر عمر صاحب نے اطلاع دی ہے کہ وہ اس پر ایک مفصل کتاب لکھ رہے ہیں۔

اس سلسلہ کے خاتمہ میں یہ بیان کرنا ضرور ہے کہ کتابوں کے ترجمہ، تالیف اور اشاعت میں انجمن کی طرف سے جو دیر ہوتی ہے اور جس کے سبب لوگوں کو شکایت کا موقع ملتا ہے، وہ اس وجہ سے ناگزیر ہے کہ انجمن کے اکثر ارکان میں بعد المشرقین ہے۔ جو کتاب طیار کرائی جاتی ہے مزید احتیاط کے لئے اکثر ارکان کے پاس بھیجی جاتی ہے۔ ارکان کو دیکھنے میں ایک عرصہ لگتا ہے، اس طرح ایک ایک کتاب کی دیکھ بھال میں مہینوں صرف ہوجاتے ہیں۔ لیکن اگر ایسا نہ کیا جائے تو اسی قسم کی کتابیں طیار ہوں گی جو اس وقت تک سبزۂ خودرو کی طرح طیار ہورہی ہیں۔

ان سب پر مستزاد مطبع کی دقت ہے۔ انجمن کا کوئی ذاتی مطبع نہیں، اور باہر کے مطابع کام وقت پر نہیں دیتے۔

## اشاعت کتب کا انتظام

جلسہ انتظامی منعقدہ ۲۱۔ جون ۱۹۰۳ء میں یہ طے پایا کہ کتابوں کی اشاعت کے لئے مفصل ذیل طریقے اختیار کئے جائیں۔

اگر مصنف یا مترجم اپنے صرف سے کتاب چھپوانا چاہتے ہیں تو چھپوا سکتے ہیں (لیکن یہ ضرور ہے کہ کتابوں کے چھپوانے اور ان کی قیمت کے متعین کرنے میں وہ انجمن

کے مقرر کردہ شرائط کی پابندی کریں) اگر وہ خود نہ چھپوا سکیں تو انجمن اگر چاہے تو خود اپنے سرمایہ سے چھپوا سکے گی، ورنہ ڈیوٹی شاپ علی گڑھ کالج ان کتابوں کو چھاپے گی، اور شائع کرے گی۔ (اور دراصل اسی پر عمل ہو رہا ہے۔)

ڈیوٹی شاپ سے یہ معاہدہ ہو گیا ہے کہ جو کتابیں انجمن کی طرف سے طیار ہوں، ڈیوٹی شاپ ان کو چھاپ کر شائع کرے گی، اور مصنف تا مترجم کو انجمن نے جو معاوضہ دیا جانا منظور کیا ہے وہ بھی ادا کرے گی۔ ڈیوٹی شاپ کے منیجر صاحب نے اطلاع دی کہ خاص اس کام کے لئے فی الحال یعنی تا اختتام ۱۹۰۳ء تین ہزار روپیہ مخصوص کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ کتاب رہنمایان ہند کا معاوضہ اسی معاہدہ کے موافق ڈیوٹی شاپ کے سرمایہ سے ادا کیا گیا۔

## فہرست کتب

انجمن کے مقاصد میں ایک دفعہ یہ بھی ہے کہ ایک فہرست مصنّفین حال اور ان کی تصنیفات کی اور دوسرے اردو کی عام عمدہ تصنیفات کی طیار کی جائے گی۔ یہ کام مولوی حامد علی صاحب اسسٹنٹ سکریٹری نے اپنے ذمہ لیا تھا اور اس کے لئے انہوں نے مصنّفین حال کے نام مطبوعہ خطوط مع نقشہ تصنیفات کے بھیجے تھے۔ مئی ۱۹۰۳ء میں انہوں نے اطلاع دی تھی کہ مصنّفین حال کی فہرست میں ۲۴/نام درج ہو چکے ہیں۔ اور ان کی تصنیفات کی مجموعی تعداد ۲۳۴ ہے۔ اس وقت سے اب تک اور بہت سے نام درج ہو چکے ہوں گے، لیکن اس کے بعد سے مولوی صاحب نے دفتر میں کوئی مزید اطلاع نہیں بھیجی۔ انہوں نے یہ بھی اطلاع دی تھی کہ وہ اردو کی تمام تصنیفات کی ایک مکمل فہرست طیار کر رہے ہیں اور تاریخ کی کتابوں کی تجمیع الوجوہ طیار ہو گئی ہے، لیکن چونکہ مولوی صاحب نے باوجود تقاضے کے وہ فہرست نہیں بھیجی، اس لئے یہاں مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب رکن انتظامی نے بطور خود فہرست بنانی شروع کی، اس غرض کے لئے انہوں نے تمام مطابع اور کارخانوں

سے کتابوں کی فہرست طلب کیں اور ایک مفصل فہرست فن وار مرتب کی، لیکن چونکہ فہرست اصلی غرض یہ ہے کہ ان کتابوں کے نام انتخاب کر کے شائع کی جائیں جو انشا پردازی یا مضمون کے لحاظ سے ممتاز ہیں، تا کہ ملک میں عمدہ تصنیفات کا رواج ہو اور ان کے نمونے پر عمدہ تصنیفات لکھی جائیں، اس لئے اس خصوصیت کے ساتھ فہرست اس وقت طیار ہو سکتی ہے جب وہ تمام کتابیں جن کی نسبت عمدگی کا خیال ہو سکتا ہے، دفتر میں خرید کر آ جائیں اور ارکان ان کو دیکھ کر ان کی خوبی کا فیصلہ کریں۔ مشہور مصنّفین مثلاً مولانا نذیر احمد اور مولانا حالی وغیرہ کی تصنیفات معرفی کی محتاج نہیں، لیکن ایسی ہی تصنیفات ہیں جو مشہور نہیں اور مشہور ہونے کے قابل ہیں۔

انہی تصنیفات کا شائع کرنا فہرست کی طیاری کا اصلی مقصد ہے، اس بنا پر جلسہ سالانہ میں یہ تحریک پیش کی جائے گی کہ خاص اس غرض کے لئے ایک معتد بہ رقم کی منظوری دی جائے تا کہ کتابیں منگوائی جا سکیں اور ان کے ملاحظہ کے بعد رائے قائم کی جائے، تاہم اس وقت ایک اجمالی اور عام اطلاع کے لئے اس قدر ظاہر کرنا ناموزوں نہ ہوگا کہ جو فہرست طیار ہوئی ہے، اس کی رو سے ہر فن کی کتابوں کی تعداد حسب ذیل ہے۔

| | | |
|---|---|---|
| علم طبیعی | [۲] | |
| کمسٹری | [۳] | |
| انجینئرنگ | [۲] | |
| منطق | [۲] | ان میں سے مبادی الحکمۃ اور منطق استقرائی مصنفہ مولوی محمد حسین صاحب اچھی کتابیں ہیں۔ |
| معانی و بیان | [۹] | معانی میں فائض المعانی مطبوعہ پنجاب، اردو کے لحاظ سے غنیمت ہے۔ بیان میں حدائق البلاغۃ کا ترجمہ (از مولانا صہبائی) اچھی کتاب ہے۔ |

| | | |
|---|---|---|
| عروض | [۴] | مولوی قدر بلگرامی کی کتاب نہایت مبسوط اور کافی و وافی ہے۔ |
| پولٹیکل اکانومی | [۵] | پروفیسر مل کی کتاب پولٹیکل اکانومی کا ترجمہ مطبع نول کشور میں چھپا ہے۔ |
| فن زراعت | [۵] | بعض کتابیں اچھی ہیں۔ |
| فلسفہ | [۶] | لیڈ کی سائیکولوجی کا ترجمہ پنجاب یونیورسٹی نے کرایا ہے اور زیر طبع ہے۔ |
| طب یونانی | [۶۷] | عربی و فارسی کی بڑی کتابوں کا ترجمہ ہو گیا ہے اور یہ کہنا بیجا نہیں کہ یونانی طب کا بڑا سرمایہ اردو میں منتقل ہو چکا ہے۔ |
| طب انگریزی | [۱۳] | طب انگریزی میں بہت سے ترجمے اور تصنیف ہو چکی ہیں۔ |
| بیطاری | [۱۰] | |
| جغرافیہ | [۵] | |
| ریاضی | [۴۰] | |
| دینیات | [۶۷] | فقہ و حدیث کا بہت بڑا حصہ اردو میں آ گیا ہے۔ فتاویٰ عالم گیری وغیرہ اور تمام صحاح ستہ کا اردو ترجمہ ہو گیا ہے۔ |
| تاریخ | [۱۳۶] | |
| قانون | [۱۱۶] | |
| لغت | [۴] | فرہنگ آصفیہ جامع کتاب ہے۔ امیر اللغات اچھی کتاب تھی لیکن ناتمام رہ گئی۔ |

موسیقی [۱۰]

نقشہ کشی [۲]

ان کتابوں کے سوا چھوٹے چھوٹے فنون پر اور بھی کتابیں بنی ہیں جن کو نظر انداز کر دیا گیا۔

اس فہرست کے طیار ہونے کے بعد مولوی حامد علی صاحب کی فہرست بھی پہنچی جو مولوی سخاوت حسین صاحب کی شرکت سے طیار کی گئی۔ یہ فہرست زیادہ مفصل اور مکمل ہے، لیکن صرف فن تاریخ، ادب، زراعت، اور اخلاق کی فہرست ہے۔ ان میں بھی صرف فن تاریخ کا اچھی طرح استقصا کیا ہے۔

## سرمایہ

واقعات مذکورہ بالا سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ انجمن اردو کو ایک مستقل اور کافی سرمایہ کی ضرورت ہے۔ اس بنا پر ستمبر ۱۹۰۳ء میں مجلس انتظامی میں یہ مسئلہ پیش ہوا۔ مقامی ارکان نے اس پر اتفاق کیا کہ اس غرض کے لئے دس ہزار کا چندہ کھولا جائے، لیکن باہر کے ارکان نے مخالفت کی۔ مخالفت کے مختلف اسباب تھے۔ بعض ارکان کا یہ خیال تھا کہ یہ انجمن محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی شاخ ہے اور اس لئے وہ علاحدہ چندہ کھولنے کی مجاز نہیں۔ بعض ارکان جن کو ڈیوٹی شاپ علی گڑھ کالج سے تعلق ہے ان کا یہ خیال ہے کہ انجمن کے جو مصارف ہیں یعنی مصنّفین اور مترجمین کا صلہ، کتابوں کی طبع و اشاعت، اس کا ذمہ ڈیوٹی شاپ خود لے چکی ہے، یعنی انجمن جو صلہ منظور کرے گی اور کتابوں کے چھاپنے پر جو صرف ہوگا، وہ ڈیوٹی شاپ ادا کرے گی۔ اور کتابوں کی فروخت سے یہ رقم وصول کرے گی۔ باقی دفتر کے معمولی مصارف اس کے لئے کانفرنس ایک رقم خود دیدیا کرتی ہے۔

بعض ارکان کی یہ رائے ہے کہ چندہ کھولا جائے، لیکن خاص خاص اشخاص سے

طلب کیا جائے تاکہ کالج کے بہت سے چندے جو عام طور پر کھلے ہوئے ہیں ان میں مزاحمت نہ ہو۔

میں بحیثیت سکریٹری اس موقع پر یہ کہنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ میں چندہ کھولنے کے مسئلہ پر بحث کرنی نہیں چاہتا، لیکن افسران وارکان انجمن کو اس طرف توجہ دلانا ضرور سمجھتا ہوں کہ صلہ اور انعام اور اشاعت کتب کے علاوہ انجمن کے لئے اور مصارف درکار ہیں، جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

۱۔خریداری کتب بہ غرض انتخاب واظہار رائے۔

۲۔خریداری کتب عربی وانگریزی جن کا ترجمہ کرانا ہوتا ہے۔

۳۔مصارف سائنٹیفک ڈکشنری (مصطلحات جدیدہ)

۴۔ایک مستقل محرر دفتر کے لئے۔اس وقت تک دفتر کا تمام کام یعنی خطوط کا لکھنا جن کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہے، خطوط مراسلہ اور موصولہ کا خلاصہ درج رجسٹر کرنا۔ حسابات کا مرتب کرنا۔مجالس انتظامیہ کی روداد کا لکھنا، خود سکریٹری اور مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب نے انجام دیا ہے، لیکن یہ تکلیف مالا یطاق ہمیشہ جاری نہیں رہ سکتی۔

یہ تمام مصارف یا ایجوکیشنل کانفرنس کے سرمایہ سے ادا کئے جائیں یا اور کوئی طریقہ اختیار کیا جائے۔سکریٹری نے اس وقت جس طرح ہوسکا صرف اس خیال سے کام چلایا ہے کہ کانفرنس کے سالانہ اجلاس میں یہ مسئلہ قطعی طور پر طے کر دیا جائے گا۔

اخیر میں یہ ظاہر کرنا بھی ضرور ہے کہ اگرچہ اس وقت تک چندہ نہیں کھولا گیا تاہم بعض ارباب ہمت نے خود سبقت کی اور معقول رقمیں عنایت کیں، ان کے اسمائے گرامی ذیل میں درج ہیں۔

| | |
|---|---|
| جناب نواب مزمل اللہ خان صاحب رئیس بھیکن پور | ۵۰/روپے |
| جناب خان بہادر منشی الٰہی بخش صاحب رئیس دہلی | ۵۰/روپے |

جناب شمس العلماء مولانا نذیر احمد صاحب ایل ایل ڈی ۱۰۰/روپے

جناب مولوی عزیز مرزا صاحب صدر تعلقہ دار ریاست دکن ۵۰/روپے

ان کے علاوہ اور چھوٹی چھوٹی رقمیں ہیں جن کی تفصیل حساب جمع وخرچ میں درج ہے، جو اس رپورٹ کے ساتھ شامل ہے۔

**شکریہ**

اخیر میں میں ان بزرگوں کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے خاص طرح پر انجمن کی طرف توجہ کی۔

مسٹر آرنلڈ، مولانا نذیر احمد، مولانا ذکاء اللہ نے ان کتابوں کو جو ان کی خدمت میں اظہار رائے کے لئے بھیجی گئیں نہایت توجہ اور غور سے دیکھا اور ان کی نسبت اپنی تحریری رائیں بھیجیں، لیکن ان کا شکریہ ادا کرنا میرا منصب نہیں۔

ارکان انتظامیہ میں سے سب سے اول اور سب سے زیادہ مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب شکریہ کے مستحق ہیں اور درحقیقت انجمن کا عملی کام زیادہ تر انہی کے ہاتھوں سے انجام پایا ہے۔ شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے، مولوی ابوالحسن صاحب اور مولوی عبدالغنی صاحب نہ ہمیشہ توجہ اور سرگرمی مبذول رکھی ہے۔

مولوی حامد علی صاحب اور مولوی سخاوت حسین صاحب نے فہرست کی تیاری میں نہایت عرق ریزی کی ہے۔

ارکان اعانت بہم پہنچانے اور مقاصد انجمن کی اشاعت میں مولوی محمد حسین صاحب شوق مولوی عبدالرحمٰن صاحب (مدراس) مولوی جنود الحق صاحب (بنارس)، منشی سراج الدین صاحب (سری نگر) فقیر سید افتخار الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر، خواجہ منور علی صاحب پانی پت، عبدالحافظ صاحب باعلظہ، واجد حسین صاحب بی اے بارہ بنکی نے نہایت کوشش کی ہے۔

## جمع خرچ

اخیر ماہ نومبر ۱۹۰۳ء تک کل آمدنی ۳۵۲ ر روپیہ آٹھ آنہ کلدار اور ۱۱۵ ر روپیہ حالی ہوئی، اور کل خرچ ۹۶ ر روپیہ ۱۰ ر آنہ کلدار اور ۶۶ ر روپیہ ۴ ر پائی حالی ہوا۔ اس طرح بقیہ ماہ نومبر کو ۲۵۵ ر روپیہ ۱۴ ر آنہ کلدار اور ۴۸ ر روپیہ ۱۲ ر آنہ حالی انجمن میں موجود تھے۔ اس میں سے ۲۵۰ ر روپیہ کلدار سیونگ بنک میں جمع ہیں۔ اس سال کی آمدنی میں ۱۹۸ ر روپیہ ۸ ر آنہ کلدار محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سے وصول ہوئے۔ باقی روپیہ چندہ سے وصول کیا گیا۔ چندہ دینے والے صاحبوں کے نام ضمیمہ میں درج ہیں۔

## گوشوارہ آمد وخرچ انجمن ترقی بابت ۱۹۰۳ء

| نام ماہ | آمدنی | | | خرچ | |
|---|---|---|---|---|---|
| | ابواب آمدنی | کلدار | حالی | کلدار | حالی |
| اپریل ۱۹۰۳ | ایجوکیشنل کانفرنس (۱) | ۱۵ ر روپے | ۳۳ ر روپے ۱۲ ر آنہ | ۱۲ ر روپے ۸ ر آنہ | ۲۱ ر روپے |
| مئی | رام کشن لال صاحب گھینی | ۰ | ۵ ر روپیہ | | |
| | نواب نصیر الدین احمد خان صاحب | ۰ | ۱۰ ر روپیہ | | |
| | میرزا محبوب احمد خان صاحب | ا ر روپیہ | ۰ | | |
| | محمد غوث صاحب | ا ر روپیہ | ۰ | | |
| | ظہیر الدین احمد خان صاحب | ۰ | ا ر روپیہ ۴ ر آنہ | | |
| | عبد الہادی صاحب | ۰ | ۳ ر روپیہ | | |

| | | | | | |
|---|---|---|---|---|---|
| | ضیاءالحق صاحب | • | ۲/روپیہ | | |
| | میزان | ۲/روپیہ | ۲۱/روپیہ۴/آنہ | ۶/روپیہ | ۲۶/روپیہ |
| جون | سید حبیب اللہ صاحب | ۱/روپیہ | • | | |
| | فریدالدین احمد صاحب | ۱/روپیہ | • | | |
| | گروپرشاد صاحب | • | ۳/روپیہ | | |
| | میزان | ۲/روپیہ | ۳/روپیہ | ۱۰/روپیہ | ۱۰/روپیہ |
| جولائی | ایجوکیشنل کانفرنس | ۱۱۳/روپے ۸/آنہ | • | | |
| | نواب مزمل اللہ خان صاحب | ۲۵/روپے | • | | |
| | نذیرالدین احمد خان صاحب | • | ۲/روپیہ | | |
| | میزان | ۱۴۳/روپیہ ۸/آنہ | ۲/روپیہ | ۱۰/روپیہ ۸/آنہ | ۵/روپیہ |
| اگست | محمد فضل اللہ صاحب | ۵/روپیہ | • | ۱۵/روپیہ ۱/آنہ | ۳/روپیہ |
| ستمبر | مولوی نذیر احمد خان صاحب | ۱۰۰/روپیہ | • | ۱۲/روپے ۱۴/آنہ | • |
| اکتوبر | خان بہادر الٰہی بخش صاحب | ۵۰/روپے | • | ۴/روپیہ | • |
| نومبر | نواب مزمل اللہ خان صاحب | ۲۵/روپے | • | | |
| | مولوی محمد عزیز مرزا صاحب | • | ۵۰/روپے | | |
| | میزان | ۱۵/روپے | ۵۰/روپے | ۲۵روپیہ۳آنہ | ۱/روپیہ۴/آنہ |

# ضمیمہ

## اسمائے ارکان انتظامی

(۱) شیخ محمد اقبال صاحب ایم اے۔ پروفیسر گورنمنٹ کالج۔ لاہور
(۲) مولوی عبدالحسن صاحب معتمد عدالت العالیہ۔ حیدرآباد
(۳) میر ولایت حسین صاحب بی اے۔ سکنڈ ماسٹر۔ کالج علی گڑھ
(۴) مولوی سجاد مرزا بیگ صاحب دہلوی۔ حیدرآباد
(۵) مولوی سخاوت حسین صاحب بی اے۔ ہیڈ ماسٹر ہائی اسکول پیلی بھیت
(۶) مولوی طفیل احمد صاحب بی اے۔ مظفرنگر
(۷) مولوی مسعود علی صاحب بی اے۔ حیدرآباد
(۸) مولوی سجاد حیدر صاحب بی اے
(۹) مولوی محی الدین صاحب آزاد دہلوی۔ کلکتہ
(۱۰) مولوی عبدالغنی صاحب بہاری۔ حیدرآباد
(۱۱) مولوی الطاف حسین صاحب دہلوی۔ حیدرآباد
(۱۲) مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے۔ صدر مترجم محکمہ ہوم سکریٹری۔ حیدرآباد

## اسمائے ارکان اعزازی

جناب نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خان صاحب بہادر
جناب آنریبل نواب عمادلملک مولوی سید حسین صاحب بلگرامی
جناب آنریبل بدرالدین طیب جی صاحب جج ہائی کورٹ بمبئی

جناب مشیر الدولہ خلیفہ سید محمد حسین صاحب۔ پٹیالہ

جناب ڈبلو بیل صاحب ڈائرکٹر پبلک انسٹرکشن پنجاب

جناب اے۔جی ڈبلو کین صاحب افسر بندوبست راولپنڈی

جناب خان بہادر مولوی عبدالغفور خان صاحب وزیر ریاست رام پور

جناب آنریبل رائے نہال چند صاحب رئیس مظفر نگر

جناب مولوی سید کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔الہ آباد

جناب نواب مزمل اللہ خان صاحب رئیس علی گڑھ

جناب نواب عزیز جنگ بہادر حیدرآباد

جناب مولوی بشیر الدین احمد خان صاحب معتمد افواج بیقاعدہ نظام۔حیدرآباد

جناب حکیم اجمل خان صاحب سابق افسر ان الاطباء ریاست رام پور

جناب مولوی حبیب الرحمٰن خان صاحب رئیس علی گڑھ

جناب مولوی سید علی امام صاحب بیرسٹرایٹ لا۔پٹنہ

جناب آنریبل مولوی شاہ دین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔لاہور

جناب خان بہادر مولوی سید اکبر حسین صاحب جج عدالت خفیہ۔الہ آباد

جناب خان بہادر مرزا شجاعت علی صاحب۔کلکتہ

جناب خان بہادر منشی الٰہی بخش صاحب رئیس دہلی

جناب موسیٰ خان صاحب رئیس دتاولی ضلع علی گڑھ

جناب مولوی عزیز مرزا صاحب۔بی۔اے۔صدر تعلقہ دار ریاست نظام

جناب خان بہادر برکت علی خان صاحب رئیس لاہور

جناب حکیم امین الدین صاحب بیرسٹرایٹ لا۔شاہ پور

جناب مولوی عبدالرزاق صاحب مصنف البرامکہ

جناب مولوی ممتاز علی صاحب۔لاہور

جناب شیخ عبدالقادر صاحب بی اے۔لاہور

جناب مولوی سید احمد صاحب دہلوی مصنف فرہنگ آصفیہ

جناب خان صاحب غلام محمد حسین صاحب بی اے۔رئیس دہلی

جناب مرزا سلطان احمد خان صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر پنجاب

جناب مولوی عبدالغفور صاحب شہباز پروفیسر اورنگ آباد کالج۔دکن

جناب فقیر سید افتخار الدین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔راولپنڈی

جناب مرزا محمد اشرف صاحب گورگانی میر منشی ریاست بہاول پور

جناب مولوی احمد شفیع صاحب اکسٹرا اسٹنٹ کمشنر جھنگ

جناب مولوی عبدالرحمٰن صاحب رئیس مدراس

جناب شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور پنجاب

جناب منشی سراج الدین احمد صاحب۔سری نگر کشمیر

جناب سید ابراہیم صاحب عفو حیدر آباد دکن

جناب مولوی محبوب عالم صاحب مالک پیسہ اخبار لاہور

جناب مولوی انشاء اللہ خان صاحب مالک اخبار وطن۔لاہور

## اسمائے ارکان اعانت

جناب مولوی نظام الدین حسن خان صاحب بی اے۔ایل ایل بی، ڈپٹی کمشنر ایٹ محال ملک برار

جناب مولوی حفیظ الحق صاحب وکیل۔ورنگل

جناب مولوی محمد علی صاحب۔حیدر آباد دکن

جناب عبدالغفور خان صاحب کانپور

جناب نور احمد نور صاحب۔ نجف گڑھ

جناب دیانت حسین صاحب پنشنر پٹنہ

جناب محمد عبدالقادر صاحب نائب تحصیلدار گورکھپور

جناب نواب محمد مسرور علی خان صاحب۔ بلند شہر

جناب مولوی فرزند علی صاحب۔ لاہور

جناب رام کشن لال صاحب گھیئی ۔حیدر آباد دکن

جناب محمد حسین صاحب شوق ۔مظفر نگر

جناب شرف الدین احمد صاحب ہیڈ کلرک، مراد آباد

جناب ممتاز حسین صاحب۔لکھنؤ

جناب محمد علی صاحب۔اٹاوہ

جناب منظور النبی صاحب۔ پیلی بھیت

جناب ابوالکلام محی الدین احمد صاحب۔کلکتہ

جناب مولوی مہر علی صاحب۔ رئیس ہوشیار پور

جناب محمد عظیم صاحب۔ گوجرانوالہ

جناب الف دین صاحب پلیڈر۔راولپنڈی

جناب صفدر حسین صاحب۔ جون پور

جناب مولوی محمد عثمان صاحب۔ جون پور

جناب عنایت اللہ صاحب بی اے۔ دہلی

جناب مولوی موسیٰ خان صاحب۔علی گڑھ

جناب مولوی عبدالقادر خان صاحب۔ کراچی

جناب سید کبیر احمد صاحب۔ کراچی

جناب سید سعادت علی صاحب۔ کراچی

جناب حمید الدین صاحب۔ کراچی

جناب حسام الدین صاحب۔ کراچی

جناب محمد امین صاحب۔ کراچی

جناب عبد الہارون صاحب۔ کراچی

جناب خواجہ علی محمد صاحب۔ کراچی

جناب محمد رحمت اللہ صاحب رعد۔ کانپور

جناب نذیر احمد صاحب بی اے۔ ایل ایل بی، کشمیر

جناب چودھری خوشی محمد صاحب ناظر بی اے سری نگر

جناب عبد الصمد صاحب بی اے۔ کشمیر

جناب ملک شیر محمد خان صاحب بی اے۔ کشمیر

جناب محمد فداء اللہ صاحب۔ کشمیر

جناب محمد حسین صاحب۔ سری نگر

جناب شیخ غلام محمد صاحب۔ جموں

جناب شیخ کریم بخش صاحب۔ کشمیر

جناب منشی پیر محمد خان صاحب۔ سری نگر

جناب سردار لال سنگھ صاحب۔ سری نگر

جناب منشی سراج الدین احمد صاحب۔ سری نگر

جناب منشی نور الدین احمد صاحب عنبر۔ سری نگر

جناب ملک حبیب احمد خان صاحب۔ سری نگر

جناب شیخ کریم اللہ صاحب۔سری نگر

جناب مبارک بیگ صاحب۔کشمیر

جناب مولوی نورالدین صاحب۔گورداس پور

جناب مولوی ریاض حسن خان صاحب۔مظفرپور

جناب اے جی ولیبو کچن صاحب۔راولپنڈی

جناب شیخ حسین بخش صاحب۔راولپنڈی

جناب مولوی علاءالحسن صاحب ڈپٹی کلکٹر الہ آباد

جناب منظور الٰہی صاحب سگینلر۔بھٹنڈا

جناب منشی خادم حسین صاحب۔بھٹنڈا

جناب منشی عبدالقدیر صاحب۔کلرک بھٹنڈا

جناب محمد عبدالہادی صاحب۔اودھ

جناب محمد واجد حسین صاحب بی اے علوی ڈپٹی کلکٹر بارہ بنکی

جناب محمد الٰہی بخش صاحب خان بہادر۔دہلی

جناب محمد جمیل اللہ صاحب ضلعدار نہر۔شاہ پور

جناب منشی محمد دین صاحب ڈپٹی انسپکٹر پولس،راولپنڈی

جناب منشی علی حیدر خان صاحب۔راولپنڈی

جناب مولوی محبوب عالم خان صاحب،راولپنڈی

جناب قاضی فضل الٰہی صاحب۔تحصیل فتح جنگ

جناب ظہیرالدین احمد خان صاحب،حیدرآباد دکن

جناب مولوی خوشی محمد صاحب۔سری نگر

جناب عزیز محمد عمر صاحب عثمانی۔شاہ آباد

جناب نذیرالدین احمد خان صاحب۔حیدرآباد دکن
جناب مولوی عبدالحفیظ صاحب۔مرادآباد
جناب مولوی محمد محسن صاحب فاروقی منشی فاضل۔رامپور
جناب سید ضیاءالحسن صاحب بی اے۔مرادآباد
جناب سید امدادالنبی صاحب آزاد۔مرادآباد
جناب نیاز احمد صاحب۔میرٹھ
جناب غلام محمد صاحب۔کلکتہ
جناب حافظ عبدالغفور صاحب۔کلکتہ
جناب محمد یوسف صاحب جعفری۔کلکتہ
جناب محمد صدیق صاحب۔دارجلنگ
جناب نصراللہ صاحب۔اودھ
جناب ڈاکٹر نواب تفضّل باب جنگ بہادر حیدرآباد دکن
جناب حکیم محمد عبدالقادر صاحب۔جنوبی ارکاٹ
جناب شیخ احمد علی صاحب۔بہار
جناب حاجی احمد ملا داؤد صاحب۔رنگون
جناب عبدالستار حاجی عیسیٰ۔رنگون
جناب عبدالغنی اسحٰق صاحب۔رنگون
جناب عبدالعزیز عبداللطیف صاحب۔رنگون
جناب حاجی محمد جمال صاحب۔رنگون
جناب حافظ محمد عبداللہ صاحب۔بلیا
جناب سید محمد محسن صاحب۔مظفرپور

جناب سید ناصر علی صاحب۔ نائب تحصیلدار دہلی

جناب ڈاکٹر مولا بخش صاحب۔ بہار

جناب مولوی نظیر الحق صاحب۔ بہار

جناب مولوی محمد حسین صاحب۔ مظفر نگر

جناب جی ای بی نگڈی صاحب۔ رنگون

جناب چودھری انوار حسین صاحب بارہ بنکی

جناب قاسم یوسف بہائی میاہ۔ رنگون

جناب مرزا محمد یوسف بیگ صاحب۔ بارہ بنکی

جناب چودھری محمد علی صاحب۔ ردولی

جناب نواب سعادت علی خان صاحب۔ بدایوں

جناب شیخ ساجد حسین صاحب۔ بارہ بنکی

جناب چودھری محمد شفیق ارہان خان صاحب بارہ بنکی

جناب شیخ اعجاز رسول صاحب۔ بارہ بنکی

جناب محمد نذیر احمد صاحب۔ بریلی

جناب نواب ضمیر احمد صاحب۔ بارہ بنکی

جناب حکیم عبد الغنی صاحب۔ رنگون

جناب ابراہیم محمد بھوریا۔ رنگون

جناب محمد عارف داخلی۔ رنگون

جناب حکیم محمد رئیس الاسلام صاحب بہادر۔ مدراس

جناب محمد عبد الحی صاحب بہادر۔ مدراس

جناب محمد عبد القادر صاحب بہادر۔ مدراس

جناب محمد عبدالوہاب صاحب خان بہادر مدراس

جناب محمد صالح الدین صاحب بہادر۔ مدراس

جناب محمد انوارالدین صاحب بہادر۔ مدراس

جناب مولوی قطب الدین تسلی۔ حیدرآباد دکن

جناب رائے مرلی دھر صاحب۔ حیدرآباد دکن

جناب مولوی عبدالغنی صاحب۔ حیدرآباد دکن

جناب مولوی محمد مہدی صاحب۔ بھوپال

جناب سید انوار ظفر صاحب۔ کلکتہ

جناب سید عون محمد صاحب۔ میرٹھ

جناب منشی محمد حسین صاحب۔ میرٹھ

جناب قاضی اخلاق احمد صاحب۔ میرٹھ

جناب عمر داز علی صاحب۔ گورگانوہ

جناب شیخ شہاب الدین صاحب۔ راولپنڈی

جناب محمد عبدالغفور صاحب شہبازؔ۔ اورنگ آباد

جناب مولوی شیخ احمد صاحب۔ گلبرگہ

جناب مولوی حافظ محمد یٰسین صاحب۔ گلبرگہ

جناب مولوی نور الحسن صاحب۔ گلبرگہ

جناب مسٹر گوپال راو صاحب۔ گلبرگہ

جناب مولوی سید مصطفیٰ صاحب۔ گلبرگہ

جناب مسٹر آغا محمد جان صاحب۔ گلبرگہ

جناب مولوی محمد اعظم صاحب۔ گلبرگہ

جناب مسٹر نواب بہادر حسین صاحب۔گلبر گہ

جناب منشی سید محمد نقی صاحب۔گلبر گہ

جناب مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب۔ میرٹھ

جناب مسٹر سید غلام حیدر صاحب۔ میرٹھ

جناب ملک محمد بہادر خان صاحب۔ لاہور

جناب سید نواز حسین صاحب۔ لاہور

جناب محمد ابراہیم علی خان صاحب ولی عہد ریاست پاٹودی

جناب امین اللہ خان صاحب۔ ریاست پاٹودی

جناب محمد امیر سلطان صاحب۔ ریاست پاٹودی

جناب نثار حسین صاحب۔مظفر نگر

جناب محمد یوسف علی خان صاحب۔مظفر نگر

جناب منشی محمد فخر الدین خان صاحب شاہجہاں پور

جناب محمد عبد المنعم صاحب۔بمبئ

جناب ملا محمد حسین صاحب پنچاسی۔کاٹھیاواڑ

جناب مسٹر محبوب حسن خان صاحب۔مظفر پور

جناب کریم بخش صاحب۔ پٹیالہ

جناب سید فضل الحسن صاحب۔علی گڑھ

جناب محمد منور صاحب گوہر۔ترتاولی

جناب محمد عبد القادر صاحب۔ مدراس

جناب میر مظہر الدین صاحب مدراس

جناب مولوی جلال الرشید صاحب۔ مدراس

جناب حاجی عبدالصمد صاحب ۔ مدراس

جناب عبدالکریم حاجی عبدالشکور۔ رنگون

جناب غلام محمد منشی بیرسٹر یٹ لا۔ کاٹھیاواڑ

جناب مولوی محمد فضل اللہ صاحب ۔ مدراس

جناب سید عبداللہ صاحب اعلم ۔ کانپور

جناب محمد عبدالرزاق صاحب ۔ لکھیم پور

جناب ہز ہائینس نواب محمد مشیر خان صاحب رئیس ۔ رادھن پور

جناب ملک زین خان صاحب ۔ کاٹھیاواڑ

جناب سید راحت حسین صاحب بھاگل پور

جناب نصر اللہ صاحب سب انسپکٹر ۔ اودھ

جناب محمد عبدالباری خان بہادر ۔ مدراس

جناب محمد انوارالدین خان بہادر ۔ مدراس

جناب محمد حامد خان بہادر ۔ نگم پاگم

جناب نادر علی خان صاحب نادر ۔ لکھنؤ

جناب عبدالرؤف صاحب ۔ مرزاپور

جناب منور علی صاحب ساجد ۔ حیدرآباد دکن

جناب جنودالحق صاحب ۔ بنارس

جناب سید عبدالقادر نوراللہ صاحب ۔ پوسٹ آفس واڑپہ

جناب ڈاکٹر سید علی رضا صاحب ۔ بھاگل پور

جناب ابوبکر جیوا بھائی صاحب ۔ کاٹھیاواڑ

جناب بیج ناتھ صاحب بھارگو ۔ ریواڑی

جناب سید محمد حسین صاحب گرداور۔ ریواڑی

جناب پربھودیال صاحب۔ مختار ریواڑی

جناب عظیم بخش صاحب گرہ اور قانون گو، ریواڑی

جناب بہاری لال صاحب بھارگو۔ ریواڑی

جناب متول اسمعیل صاحب۔ مظفرنگر

جناب سید قطب الدین صاحب رضوی

میاں گارن کرجن ایس اے اے اصغر بیرسٹر ایٹ لا، کلکتہ

جناب محمد عبدالرحمٰن صاحب وٹرنری سرجن مظفرنگر

جناب سید فخر الدین صاحب بی اے، ڈپٹی کلکٹر گجرات

جناب محمد عبدالکبیر صاحب۔ بنارس

جناب محمد ولی الحسن صاحب۔ جون پور

جناب محمد فاروق احمد صاحب۔ بنارس

جناب فیاض الدین خان صاحب۔ بنارس

جناب پنڈت کشن نرائن صاحب۔ بنارس

جناب محمد حبیب اللہ صاحب۔ بلند شہر

جناب شاہ جنود الحق صاحب۔ بنارس

جناب خواجہ غلام یٰسین صاحب۔ امرتسر

جناب سید احمد شفیع صاحب۔ دہلی

جناب سید رمضان علی صاحب تحصیلدار۔ بھاگلپور

جناب سید رافق صاحب۔ بھاگلپور

جناب ناصر احمد خان صاحب۔ کرنال

جناب معین الدین صاحب فرساد۔ گورگانوہ

جناب محمد عمر صاحب۔ گیا

جناب محمد نعیم صاحب۔ گیا

جناب ضیاء الحق صاحب۔ گیا

جناب محمد عبدالوہاب صاحب۔ پٹنہ

جناب اسد علی خان صاحب۔ گیا

جناب عبدالعزیز صاحب۔ پٹنہ

جناب ایس اے اے اصغر بیرسٹرایٹ لا کلکتہ

جناب محمد عبدالرحیم صاحب انصاری۔ بنارس

جناب صدیق احمد صاحب سب اورسیر۔ کانپور

جناب خواجہ فخر الدین احمد صاحب تحصیلدار۔ چاند

جناب منشی قطب الدین صاحب راقی۔ پونہ

جناب مولوی عبدالقیوم صاحب طبیب۔ حیدرآباد دکن

جناب مولوی عبدالغفور خان صاحب۔ حیدرآباد دکن

جناب محمد یٰسین خان ناغڑ۔ رائچور

جناب محمد محسن الدین صاحب۔ اورنگ آباد

جناب ابونصر غلام یٰسین صاحب آہ۔ کلکتہ

جناب ابناداس صاحب مچولکر۔ بیٹر

جناب محمد علی صاحب محاسب۔ بیٹر

جناب سداشیوراؤ صاحب۔ بیٹر

جناب بھاؤراؤ روڈی۔ بیٹر

جناب حکیم محمد یوسف علی صاحب بیٹر
جناب سید روح الحسن صاحب وکیل۔اورنگ آباد
جناب محمد اسحٰق صاحب۔بیٹر
جناب محمد یحیٰ صاحب۔بیٹر
جناب سید محمد عزیز الدین صاحب "
جناب محمد یوسف خان صاحب۔"
جناب محمد قمر الدین صاحب۔ "
جناب کاشی راؤ صاحب وکیل۔"
جناب دتاہری نراین صاحب وکیل۔"
جناب میر عنایت حسین صاحب۔ "
جناب رحیم خان صاحب۔ "
جناب محمد نصیر الدین صاحب۔ "
جناب مولوی نجم الدین احمد صاحب حیدر آباد دکن
جناب محمد زکریا خان صاحب۔پٹنہ
جناب سید محمد زفیر الحسن صاحب۔بہار
جناب سید محمد ظہیر الحسن صاحب۔بہار
جناب سید نصیر الدین احمد صاحب۔پٹنہ
جناب مولوی فرزند علی صاحب۔لاہور
جناب مولوی عبدالوہاب صاحب زبیری بی اے
جناب مولوی خوشی محمد صاحب بی اے۔سری نگر
جناب مولوی واجد حسین صاحب بی اے۔بارہ بنکی

جناب محمد ریاض الحسن خان صاحب۔ مظفر پور

جناب مولوی سید معین الدین صاحب پیلی بھیت

جناب خواجہ منور صاحب۔ گلبرگہ

جناب مولوی محمد حسین صاحب شوق۔ میرٹھ

جناب محمد محبوب علی خان صاحب۔ بیڑ

جناب محمد علی صاحب تحصیلدار۔ بیڑ

جناب محمد عباس صاحب پیشکار۔ بیڑ

جناب محمد فیاض علی خان صاحب ناظر۔ بیڑ

جناب میر احمد الدین صاحب صدر خزانہ دار۔ بیڑ

جناب محمد حسین صاحب امین کوتوالی۔ بیڑ

جناب احمد اللہ خان صاحب۔ بیڑ

جناب کیشو وٹھل صاحب پیش کار۔ بیڑ

(۱) انجمن نے مولوی صاحب سے رکن اعزازی بننے کی درخواست کی تھی، لیکن انہوں نے اصرار کیا کہ ان کا نام ارکان اعانت میں رکھا جائے۔

ooo

[۱۲]

# اصلاح تمدن

## علامہ شبلی کی نو دریافت تقریر

''علامہ شبلی نعمانی ۱۹۰۱ء میں ریاست حیدرآباد سے وابستہ اور سررشتہ علوم وفنون کے ناظم منتخب ہوئے۔ غالباً فروری ۱۹۰۱ء میں انجمن اصلاح تمدن حیدرآباد کا جس کے سکریٹری ان کے ایک علیگ شاگرد بابائے اردو مولوی عبدالحق [۱۸۷۰-۱۹۶۱ء] تھے، ایک جلسہ منعقد ہوا، جس میں ممبران انجمن اور معززین شہر حیدرآباد شریک ہوئے۔ اس میں علامہ شبلی کو خاص طور پر مدعو کیا گیا۔ اور جلسہ کی صدارت بھی انہی کو تفویض کی گئی اور ان سے خواہش کی گئی کہ ''وہ انجمن کے مقاصد کے متعلق کچھ تقریر فرما کر انجمن کو عزت بخشیں۔''

(ماہنامہ افسر، حیدرآباد، مارچ ۱۹۰۱ء، ص ۱۳۷)

جلسہ کے آغاز میں بابائے اردو مولوی عبدالحق نے اصلاح تمدن کے موضوع پر لکچر دیا جو ماہنامہ افسر حیدرآباد مارچ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اس رسالہ کے ایڈیٹر بھی بابائے اردو مولوی عبدالحق تھے۔ ان کے علاوہ خواجہ غلام الثقلین [۱۸۷۲-۱۹۱۵ء] مولوی نظام الدین حسن ،

مولوی محبّ حسین سابق مدیر ماہنامہ افسر اور نواب ممتاز یار جنگ نے بھی جلسے میں شرکت کی اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں علامہ شبلی نعمانی نے خطاب کیا۔ ان کی یہ تقریر بھی ماہنامہ افسر کے مارچ ۱۹۰۱ء ہی کے شمارہ میں شائع ہوئی ہے۔ یہ تقریر علامہ کی تحریروں اور تقریروں کے کسی مجموعہ میں شامل نہیں ہے۔ ابھی حال میں ان کے نو دریافت خطبات کا ایک مجموعہ راقم الحروف کی ترتیب وتحشیہ کے ساتھ دارالمصنّفین اعظم گڑھ نے شائع کیا ہے۔ یہ خطبہ اس میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔

اس خطبہ میں اصلاح تہذیب وتمدن کے ایک گوشہ شادی کے مواقع پر ہونے والی رسوم کی اصلاح کے موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ تقریر حسب ذیل ہے۔

---

سب سے اول میں آپ صاحبوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اگر مجھے یہ خیال نہ ہوتا کہ آزردن دل دوستاں جہل است وکفارہ یمین سہل تو میں کبھی اس منصب کو قبول نہ کرتا۔ اور نہ میں اس قابل تھا۔ جو مقاصد اس مجلس کے ہیں وہ مجھے اس رسالہ سے جو نواب ممتاز یار جنگ بہادر نے مجھے عطا کیا تھا۔ اور نیز اس تقریر سے جو معزز سکریٹری نے کی معلوم ہوئے۔ آپ کا مقصد بہت وسیع ہے۔ تمدن کا لفظ بجائے سولی زیشن (Civilisation) ہے۔ یہاں اس کا ترجمہ تہذیب کیا گیا ہے۔ لیکن مصر وشام میں اس کا ترجمہ مدنیت کیا ہے جو مناسب ہے۔ اور یہ لفظ نہایت وسیع ہے۔ اور ایک ایسے وسیع مسئلہ کے متعلق میں اس وقت تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ مگر صرف ایک شاخ کے متعلق جس پر انجمن نے اب تک بحث کی ہے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

آپ نے سر دست یہ قرار دیا ہے کہ شادی کے مراسم جو فضول اور لغو ہیں کم کر دئے

جائیں لیکن سب سے پہلے یہ خیال کرنا چاہئے کہ دنیا میں جو رسم قائم ہوتی ہے اس کا سبب کیا ہوتا ہے۔اور یہ کہ اب بھی وہ سب باقی ہے یا نہیں ہے۔

کوئی رسم خواہ کیسی ہی بدتر کیوں نہ ہو جب قائم ہوتی ہے تو اس کی کوئی نہ کوئی علت یا نیچرل اسباب ضرور ہوتے ہیں۔اسی طرح شادی کے رسوم جو اس وقت بے معنی اور لغو معلوم ہوتے ہیں ان کا بھی کوئی سبب تھا۔

شادی ایک قسم کا معاہدہ ہے، جس کا اعلان ہونا ضروری ہے تا کہ تمام لوگ اس سے واقف ہو جائیں۔اور اگر مابین زن وشوہر کوئی تکرار یا جھگڑا واقع ہو تو اس کا ثبوت پیش ہو سکے۔غرض یہ معاہدہ آیندہ زندگی پر قوی اثر رکھتا ہے۔اور اس لئے اس کے واسطے اعلان کی ضرورت داعی ہوئی۔شریعت اسلام نے شادی کے متعلق سب کچھ گھٹایا مگر اس قدر ضرور اجازت دی کہ دف بجایا جائے۔حالانکہ یوں باجا بجانا منع ہے۔اسی طرح کم سے کم دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ نکاح ناجائز ہے۔ بلکہ (بعض کا یہاں تک خیال ہے ) کہ عدم موجودگی گواہوں سے نکاح نہ صرف پبلک کی نگاہ میں بلکہ خدا کے ہاں بھی ناجائز ہے۔درحقیقت باجا بجانا اور گواہوں کا ہونا ایک قسم کا اشتہار ہے۔اس زمانہ میں نہ رجسٹری کا قاعدہ تھا نہ اخبار تھے۔آخر اعلان کیوں کر ہوتا۔اس واسطے یہ قواعد مقرر کئے گئے۔تا کہ جو فائدہ رجسٹری سے حاصل ہے وہ اس سے پیدا ہو۔اب جہاں رجسٹری کا قاعدہ جاری ہے وہاں اس کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

دوسری چیز طلب ناموری اور شہرت ہے۔درحقیقت یہ جان انسانیت ہے۔اور ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ بھی ہے۔دنیا کی ترقی کی اعلی وجہ بھی طلب شہرت ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ شہرت کیوں کر حاصل کرنی چاہئے۔ایک مہذب اور غیر مہذب ملک میں فرق یہ ہے کہ ایک کے ہاں صحیح اور جائز طریقے شہرت حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور دوسرے کے ہاں ناجائز ،مگر طلب شہرت میں دونوں مشترک ہیں۔مثلاً آج کل یورپ اور امریکہ

کے لوگ کار خیر میں ہزاروں اور لاکھوں روپیہ دیدیتے ہیں۔ مگر ہندوستان کا ایک بنیا جو دولت مند ہے وہ شادی کی تقریب میں لاکھوں صرف کر دیتا ہے کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ میری ناموری کا یہی ذریعہ ہے۔ یہ شادی کی رسمیں اس وقت کی قائم کی ہوئی ہیں جب کہ شہرت کے ذرایع اس سے بہتر اور اعلی نہ تھے۔

تیسرا سبب مخصوص ہندوستان سے متعلق ہے اور شاید اور ملکوں میں بھی ہو۔ یعنی لڑکی کا ساتھ لے جانا۔ ہندوستان میں بیٹی دینا عار سمجھتے تھے۔ اور خوشی سے شادی نہیں کرتے تھے۔ دولہن کا اس طرح لے جانا اس امر پر مبنی تھا کہ گویا لڑکی کو بزور لے جانا ہے۔ رفتہ رفتہ یہ رہ گیا کہ گھوڑے ہاتھی، پالکی، اور دیگر شان وشوکت کے ساتھ لڑکی رخصت ہونے لگی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اسباب اب بھی موجود ہیں یا نہیں۔ جاڑوں کے کپڑے گرمیوں میں موزوں نہیں ہو سکتے۔ اگر وہ اسباب موجود نہیں ہیں تو پھر ان چیزوں کی کیا ضرورت باقی رہتی ہے؟ اعلان اب بھی ضروری ہے اور جو کچھ شرع شریف نے اس کے متعلق بتایا ہے وہ بالکل کافی ہے۔ دف یا باجا بجانا گواہوں کا ہونا۔ اب رہا ذریعہ شہرت، تو اس قسم کی تقریبیں اس کے لئے اب بالکل بیہودہ سمجھی جاتی ہیں اور جوں جوں تہذیب بڑھتی جائے گی یہ چیزیں مٹتی جائیں گی۔ لیکن ایک امر سب سے ضروری ہے اور جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ کیسی ہی انجمنیں قائم کیجئے آپ کو کافی طور سے کامیابی نہیں ہوسکتی۔ اس رسم میں بڑا حصہ عورتوں کا ہے۔ سیکڑوں کو یہ تسلیم ہے کہ بہت سی رسوم لغو اور فضول ہیں اور ترک کر دینی چاہئیں، مگر وہ عورتوں کی حکومت سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اب سوچنا چاہئے کہ ہم کیونکر اس حکومت سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ عورتیں اس قابل نہیں اور ان سے یہ حکومت چھین لی جائے۔ ہم نے عورتوں کے بہت سے حقوق برباد کئے ہیں اور ان کی تلافی میں صرف یہ حکومت باقی رہ گئی ہے۔ ہم اس سے یہ

آسانی آزاد ہو سکتے ہیں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو سمجھائیں اور تعلیم دیں کہ جائز ذریعہ شہرت یہ نہیں ہے اور دوسرے ذرائع شہرت کے انہیں بتائے جائیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی ناموری چاہتا ہے۔ ہماری عورتیں سرکاری عہدوں پر نہیں۔ تالیف و تصنیف کا کام نہیں کرتیں اور نہ اور کسی قسم کا کام ان کے ہاتھ میں ہے، جس سے ناموری حاصل کریں۔ تو پھر ان کے پاس کون سی ایسی چیز ہے جو ان کے حوصلہ اور خدمات کو دکھا سکے۔ ان کے پاس صرف ایک یہی میدان رہ گیا ہے۔ بچہ کے پیدا ہوتے ہی یہ خیال آٹھ پہر ان کے سامنے رہتا ہے کہ اس کی شادی دھوم دھام سے کریں۔ جب یہ مسلم ہے کہ عورتوں کے لئے سوائے اس میدان کے اور کچھ باقی نہیں ہے تو ہمیں چاہئے کہ ایسے ذرائع پیدا کریں کہ وہ اپنے حوصلے دکھا سکیں اور پھر سب چھوٹ جائے گا۔ میرے خیال میں کسی کا قید رہنا آسان ہے، مگر یہ کہنا کہ صبح سے شام تک ایک جگہ بند رہو اور کچھ نہ کرو، بہت مشکل ہے۔ ہماری عورتوں کے لئے اب کیا شغل ہے، سوائے اس کے کہ بچے کی شادی کے سامان کریں اور اسی ارمان میں اپنی زندگی بسر کریں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ رسوم مٹ جائیں تو مردوں کی کوشش سے یہ کام سرانجام نہیں پا سکتا جب تک عورتوں کو تعلیم نہ دی جائے اور وہ خود اپنی اصلاح نہ کریں۔

اخیر میں میں اس قدر اور کہوں گا کہ ہندوستان میں اصلاح کے لئے سیکڑوں انجمنیں قائم ہیں، لیکن قریباً سب ناکام ہیں۔ اس لئے کسی انجمن کا نام سنتے ہی سب سے اول یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک لطف صحبت کے لئے ہے، اس لئے میں بقول ایک عرب کے یہ کہتا ہوں:

کن یداً و لا تکن لساناً

لوگ کہتے بہت کچھ ہیں، مگر اتنا کر نہیں سکتے۔ عرب (شاعر) کہتا ہے کہ زبان نہ بنو بلکہ ہاتھ بنو۔

اب میں اس کے متعلق اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ ہمیں کچھ کر کے دکھانا چاہئے۔ اگر ہر شخص عملی صورت بن جائے تو لوگ دیکھ دیکھ کر اس سے زیادہ متاثر ہوں گے۔ انسان جس قدر آنکھ سے سیکھتا ہے کان سے نہیں سیکھتا۔ اسراف بہت بری چیز ہے۔ اسے روکنا چاہئے اور وہ ہم میں ہی نہیں بلکہ انگریزوں میں بھی ہے، جن کی ہم تقلید کرتے ہیں۔ اس لئے جب ہم نمونہ بننا چاہتے ہیں تو ایسا بننا چاہئے کہ کسی گروہ یا فرقہ کا اسراف ہم پر عاید نہ ہو۔

(ماہنامہ افسر، حیدرآباد مارچ ۱۹۰۱ء، ص ۱۳۷-۱۴۳)



[۱۳]

# تاثر

## شمس العلماء کا خطاب ملنے پر

جنوری ۱۸۹۴ء میں علامہ شبلی نعمانی کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔ ظاہر ہے یہ اس عہد کا ایک بڑا خطاب تھا، اس لئے فطری طور پر علامہ شبلی اور ان کے مداحوں کو بے حد خوشی ہوئی۔ علامہ شبلی کے لئے یہ خطاب اس لئے اور بھی اہم تھا کہ اس وقت تک مولانا الطاف حسین حالؔی اور مولوی نذیر احمد دہلوی کو بھی یہ خطاب نہیں ملا تھا۔(۱) چنانچہ اس خطاب کی خوشی میں ایم اے او کالج علی گڑھ میں متعدد تقریبات اور تہنیت کے جلسے منعقد ہوئے اور منظوم و منثور نذرانے پیش کئے گئے۔ اس سلسلہ کی ایک اہم تقریب ۱۹/جنوری ۱۸۹۴ء کو نواب محسن الملک کی صدارت میں منعقد ہوئی۔ جس میں سر سید احمد خاں، سید محمود، مولانا حالی، نواب سر مزمل اللہ خاں، پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ اور جسٹس سید کرامت حسین صدر لجنۃ الادب نے شرکت کی اور اپنے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کیا۔ اور شمس العلماء کا خطاب ملنے پر علامہ شبلی کو مبارکباد پیش کی۔ اس کے جواب میں علامہ شبلی نے بھی تقریب سے خطاب کیا اور سب کا شکریہ ادا کیا۔ علامہ شبلی کا یہ خطبہ حیات شبلی میں درج ہے، مگر خطبات شبلی میں جگہ نہیں پا سکا ہے۔ خطبہ یہ ہے۔

''آپ نے جس مہربانی اور محبت سے عطیہ خطاب کی تقریب میں مجھ کو ایوننگ پارٹی میں مدعو کیا ہے اور جس جوش اور خلوص سے آپ

نے اس موقع پر مجھ کو اس خطاب پر مبارک باد دی ہے، میں نہایت سچے دل سے اس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حقیقت میں میرے لئے اس سے زیادہ فخر اور عزت کا کیا موقع ہو سکتا ہے کہ لجنۃ الادب کا جو اپنی قسم کی تمام ہندوستان میں ایک مجلس ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اس مقدس زبان میں ہم کو اسپیچ اور لکچر دینا سکھائے جو ہماری مذہبی اور قومی زبان ہے، جس کے ممبروں میں مولوی بہادر علی صاحب ایم اے اور کیسے ایم اے اور ڈبل ایم اے، داؤد بھائی صاحب جیسے ادیب، مزمل اللہ خاں صاحب رئیس، جناب حاجی اسماعیل خاں صاحب ممبر کونسل، جناب سید کرامت حسین صاحب بیرسٹرایٹ لا، مولوی خلیل احمد صاحب ایم اے گر، اور اس کے آنریری ممبروں میں ہمارے مخدوم مولانا الطاف حسین حآلی داخل ہیں۔ میرے خطاب کی نسبت مبارک بادی دینا ایک ایسا فخر اور ایک ایسی عزت ہے جس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے۔

اسی طرح اخوان الصفا کی مجلس جو مسلمانوں کی اس قدیم مجلس کے نمونہ پر قائم کی گئی ہے جو چوتھی صدی میں قائم ہوئی تھی، جس کے سکریٹری میرے استاد اور ہمارے فرشتہ خصال پروفیسر مسٹر آرنلڈ ہیں اور جس کے ممبر نہایت پاکیزہ اخلاق اور لائق و فائق اشخاص ہیں۔ ایسی مجلس کا مجھ کو مبارک باد دینا بڑی سے بڑی عزت اور بڑے سے بڑا اشرف ہے۔

اے حضرات!

اگرچہ میں انگریزی گورنمنٹ کی نہایت قدر اور عزت کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ اس کے تمام احکام اور قاعدے سیاست اور انتظام کے

اعلیٰ اصول پرمبنی ہیں اوراس بناپر اس خطاب کی بھی جوگورنمنٹ نے مہربانی سے مجھ کوعطا کیا ہے،نہایت قدراور منزلت کرتا ہوں،لیکن میں آپ کوکافی یقین دلاتا ہوں کہ میں اس خطاب کی جوقوم کی طرف سے دیا جائے گورنمنٹ کے خطاب سے کچھ کم عزت نہیں کرتا،اور یہ میرے لئے کچھ بے جابات نہیں بلکہ اس زمانہ میں بھی جب کہ خودمسلمانوں کی حکومت تھی مسلمانوں نے ہمیشہ سلطنت کے خطابات کی بہ نسبت قومی خطاب کی زیادہ عزت کی ۔اسی کا اثر ہے کہ سلطنت عباسیہ اوردوسری سلطنتوں کے عطا کئے ہوئے خطاب بالکل معدوم ہوگئے اورقوم کے عطا کئے ہوئے خطابات یعنی''حجۃ الاسلام''امام غزالی کے لئے،اور''امام'' فخرالدین رازی کے لئے،''علم الہدیٰ''شریف مرتضی کے لئے آج بھی باقی اورقائم ہیں۔پس جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ گورنمنٹ نے جوخطاب کے عطا کرنے کی عزت مجھ کودی ہے،اس کوآپ لوگ جوقوم کے صحیح قائم مقام ہیں پسند کرتے ہیں اور بجا سمجھتے ہیں تواس سے بڑھ کر میرے لئے فخراورخوشی کا کیاموقع ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ ۶/جنوری[۱۸۹۴ء] کواگر گورنمنٹ کے حضور سے مجھ کو یہ خطاب ملا تھاتو آج ۱۹/جنوری کو مجھ کوقوم کے دربار سے یہ خطاب ملا ہے۔ع

اینکہ می بینم بہ بیداری است یا رب یا بہ خواب

اے حضرات!

جس طرح میں نہایت سچے دل سے آپ صاحبوں کی مہربانی کا شکریہ ادا کرتا ہوں میرا فرض ہے کہ نہایت سچے دل سے گورنمنٹ کی اس پالیسی کی نسبت احسان مندی کا اظہار کروں جواس نے اس خطاب کے

دئے جانے کی نسبت اختیار کی ہے۔

حضرات!

آپ کو معلوم ہے کہ جب کسی ملک میں انقلاب حکومت ہوتا ہے تو نئی حکومت پرانی حکومت کے تمام آثار کو، علوم کو، فنون کو، تمدن کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ: "ان الملوک اذادخلوا قریة افسدوھا وجعلوا اعزة اھلھا اذلة وکذالک یفعلون ." (۲) لیکن انگریزی حکومت نے بہ خلاف اس کے پرانی حکومت یعنی اسلامی حکومت اور نہ صرف اسلامی حکومت بلکہ ہندوؤں کی حکومت کے آثار کو بھی محفوظ رکھنا چاہا ہے۔ ایشیاٹک سوسائٹی نے جو کام کیا ہے وہ آپ کو معلوم ہے۔ قدیم عمارتوں کی نسبت جو کچھ اہتمام گورنمنٹ کو ہے، وہ مخفی نہیں۔ اسی طرح گورنمنٹ نے اس خطاب کے سسٹم کو قائم کرنے سے یہ ثابت کیا ہے کہ وہ قدیم تعلیم اور قدیم علوم کی ویسی ہی عزت کرتی ہے، جس طرح کہ انگریزی تعلیم کی۔

حضرات! اگرچہ کسی ایسے شخص کو جو علم کی خدمت کرنا چاہتا ہے، کسی قسم کے خطاب کی خواہش کرنی یا خطابات کو اپنی خدمت کا صلہ سمجھنا ایک قسم کی تنگ حوصلگی ہے اور اسی بنا پر ہمارے قدیم بزرگوں میں سے بہتوں نے اس قسم کے خطابات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، تاہم کچھ شبہ نہیں کہ اس قسم کے اعزاز سے لوگوں کے حوصلے بڑھتے ہیں اور ان کی ہمت بندھتی ہے۔ ہم کو گورنمنٹ کے سایہ عاطفت میں اس بات کا موقع حاصل ہے کہ ہم اپنے قدیم علوم، قدیم زبان، قدیم تہذیب کو محفوظ رکھیں اور اگر ہم کو ایسا کرنے کے لئے قدر دانی اور ظاہری اعزاز کی تمنا اور آرزو

ہے تو گورنمنٹ ہماری قدردانی اورعزت افزائی کے لئے اسی طرح موجود ہے جس طرح اسلامی عہد میں اسلامی حکومت ۔مولوی عبدالحق صاحب خیرآبادی ،مفتی میرعباسی صاحب مرحوم،مولوی حامدحسین صاحب مرحوم اگراسلامی حکومت کے زمانہ میں موجود ہوتے توان کواسی قسم کے اعزاز کی توقع ہوسکتی تھی جوانگریزی گورنمنٹ نے ان عطا کیا ہے۔

حضرات!

جب کہ میں اس موقع پرآپ کے اور گورنمنٹ کے احسانات کا شکریہ ادا کررہاہوں تو نہایت ناسپاسی ہوگی اگر میں اس چیز کا ذکر نہ کروں جوان تمام احسانات کا اصل سرچشمہ ہے یعنی ہمارا یہ قومی کالج۔''(۳)

اس کے بعد ۷ارفروری ۱۸۹۴ءکو اسٹریچی ہال میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہوئی۔اس میں بھی تمام عمائدین کالج بشمول سرسید شریک رہے۔اس میں سرکاری طور پر رسم خلعت اورعطائے خطاب ادا کی گئی۔مسٹر ہونگٹن کمشنر میرٹھ نے علامہ شبلی کو اپنے ہاتھ سے عمامہ،عبا اور تمغہ عطا کیا۔سرسید احمد خاں نے علامہ کو علاحدہ لے جا کر خلعت پہنایا۔(۴)

اس موقع پر بھی علامہ شبلی نے شکریہ کی ایک مختصر تقریر کی۔ان کی دونوں تقاریر میں ایک مشترک بات جو سامنے آتی ہے وہ یہ کہ انہوں نے سرکاری خطاب سے زیادہ قوم کی طرف سے دئے ہوئے خطاب اور تہنیت کو اصل خطاب قرار دیا ہے۔اوراس کو باقی رہنے والا خطاب قرار دیا ہے۔

اس سے قبل انہیں خلافت عثمانیہ سے تمغہ مجیدیہ عطا ہو چکا تھا،مگر انگریزی حکومت نے اس کے استعمال کی اجازت نہیں دی تھی۔بلکہ انہیں پان اسلام ازم کا علم بردار خیال کرتی تھی۔یہی وجہ تھی کہ سرسید نے حکومت سے انہیں شمس العلماء کا خطاب دینے کی

سفارش کی تھی جومنظور ہوئی ،لیکن اس کے بعد بھی انگریزی حکومت کے خدشات کم نہ ہوئے اور نہ علامہ شبلی کی روش میں کوئی تبدیلی رونما ہوئی۔

---

**تعلیقات و حواشی:**

(۱) حیات شبلی ص ۲۶۸

(۲) بے شبہ جب بادشاہ کسی ملک میں داخل ہوتے ہیں اس کو ویران اوراس کے معزز باشندوں کو ذلیل کر دیتے ہیں اور ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔(قرآن پاک میں ملکہ سبا کا قول نقل ہوا ہے۔)مولانا سید سلیمان ندوی۔

(۳) حیات شبلی ص ۲۸۲-۲۸۵

(۴) ایضاً ص ۲۶۲



[۱۴]

# مشیرنسواں

''مشیرنسواں''صغرا بیگم ہمایوں مرزا[۱۸۸۴-۱۹۷۴ء] کی تصنیف ہے۔ یہ ایک بڑی مصنفہ اور حیدرآباد کی نہایت ممتاز خاتون تھیں۔تصنیف وتالیف کے علاوہ متعدد علمی، تعلیمی اور رفاہی کارنامے انجام دئے۔یہی وجہ ہے کہ حیدرآباد کی تاریخ میں ان کا ذکر بڑے ادب واحترام سے کیا جاتا ہے۔

ان کے شوہر سید ہمایوں مرزا[۱۸۷۰-۱۹۳۸ء] بڑے لائق اور نہایت ممتاز قانون داں تھے۔علامہ شبلی سے ان کے بڑے بے تکلفانہ مراسم تھے۔انہوں نے اپنی خودنوشت ''میری کہانی میری زبانی''میں علامہ شبلی کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے اور اس نسبت سے راقم نے اپنی کتاب''شبلی خودنوشتوں میں''ان کا ذکر خیر کیا ہے۔(۱) ان کے تعلق سے بیگم صغریٰ ہمایوں بھی علامہ شبلی کے رابطہ میں رہیں۔انہوں نے جب یہ کتاب''مشیرنسواں'' لکھی تو اس پر بڑے بڑے اہل علم وکمال مولانا حالی،مولانا شاہ سلیمان پھلواروی اور جسٹس سید شرف الدین وغیرہ نے اظہار خیال کیا اور ان کی تعریف وتحسین کی۔ان میں ایک علامہ شبلی بھی شامل ہیں۔علامہ شبلی نعمانی نے اس پر جو تحریر لکھی تھی وہ عرصہ تک ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد میں محفوظ رہی۔ڈاکٹر محی الدین قادری زور نے اپنے ایک مضمون میں جو ماہنامہ صبا حیدرآباد کے شبلی نمبر میں شامل ہے،اس کا ذکر کیا ہے۔راقم اسے حاصل کرنے کی بہت کوشش کی،مگر ناکام رہا۔

''مشیرنسواں'' کے طبع سوم میں اس کے بارے میں اہل علم اورارباب کمال کی آراء کی تلخیصات نقل کی گئی ہیں۔اس میں علامہ شبلی کی تحریر کا بھی خلاصہ درج کیا ہے۔ جو درج ذیل ہے:

> ''میں نے کتاب کو جابجا سے دیکھا۔مجھ کو ہرگز توقع نہ تھی کہ ہمارے زمانہ کی مخدرات ایسی قابلانہ،مفید،دلچسپ اور فصیح کتاب تصنیف کرسکتی ہیں۔یہ کتاب محاسن سے مملواور معائب سے بالکل پاک ہے۔''(۲)

مشیرنسواں کے بارہ میں علامہ شبلی کی یہ نادر تحریر ہمیں ڈاکٹر تبسم صابر صاحبہ رام پور نے فراہم کی ہے۔اس کے لئے ہم ان کے شکرگذار ہیں۔

---

**تعلیقات وحواشی**:

(۱) شبلی خودنوشتوں میں ص۷۲تا۷۷

(۲) مشیرنسوان طبع سوم ص۲۰۷۔محبوب المطابع دہلی،فروری۱۹۳۱ء



# کتابیات

# کتابیات

## کتب


- آثار شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دار المصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء
- اتالیق خطوط نویسی، خواجہ حسن نظامی، درویش پریس دہلی،۱۹۱۶ء
- اصلاحات غالب۔علی حیدر طباطبائی، اعجاز پرنٹنگ پریس حیدر آباد،۱۹۶۶ء
- الانتقاد، علامہ شبلی نعمانی، دار المصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۹ء
- امیر اللغات (اول و دوم)۔منشی امیر مینائی، مطبع مفید عام آگرہ،۱۸۹۱ء،۱۸۹۲ء
- انجمن خدام کعبہ۔ڈاکٹر ابوسلمان شاہ جہاں پوری، ادارہ تحقیقات افکار و تحریکات ملی پاکستان، علی گڑھ کالونی کراچی
- باقیات شبلی۔مشتاق حسین، آزاد کتاب گھر دہلی،۱۹۶۴ء
- بیان خسرو۔علامہ شبلی نعمانی۔الناظر پریس لکھنو
- بیان شبلی حصہ اول، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی،۲۰۲۰ء
- تاثرات۔ملا واحدی، مرتبہ حکیم محمد سعید، ہمدرد اکیڈمی کراچی،۱۹۷۰ء
- تاریخ ادب اردو ٹمل ناڈو۔علیم صبا نویدی، تمل ناڈو اردو پبلی کیشن چنائی،۲۰۱۷ء
- تاریخ التمدن الاسلامی حصہ دوم، جرجی زیدان، مصر ۱۹۰۴ء طبع سوم
- تذکرہ علمائے ہند، مولوی رحمٰن علی، مترجمہ محمد ایوب قادری، مرتبہ ڈاکٹر سید معین الحق پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی،۱۹۶۱ء

- تذکرہ نوادر۔ مرتبہ ڈاکٹر محی الدین قادری زور، ادارہ ادبیات اردو حیدرآباد
- تصانیف شبلی کے تراجم۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی ۲۰۲۱
- تنقید شعر العجم۔ حافظ محمود شیرانی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۴۲ء
- حسام الاسلام، عبدالرزاق کلامی، مطبع مفید عام آگرہ، ۱۹۱۴ء
- حل لطیف شعر العجم حصہ چہارم، مولوی عبدالرحمٰن غازی موگا۔
- حیات شبلی، مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۵ء
- خزانہ اردو، مولوی سید راحت حسین، صداقت پریس پٹنہ، ۱۹۲۴ء
- خطبات شبلی۔ مولانا عبدالسلام ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۸ء
- خطبات شبلی (نو دریافت) ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۲۱ء
- خلاصہ کارروائی یازدہ سالہ ایجوکیشنل کانفرنس، نواب محسن الملک، مطبع مفید عام آگرہ، ۱۸۹۷ء
- دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ۔ ۲۰۰۲ء
- ذکر فراہی۔ ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر، ۲۰۰۱ء
- راجستھان میں اردو تراجم۔ ڈاکٹر عزیز اللہ شیرانی، ٹونک راجستھان، ۲۰۱۱ء
- رپورٹ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس ۱۹۰۸ء
- رپورٹ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس، ۱۹۱۱ء
- رپورٹ انتظامیہ ریاست رام پور ۹۰-۱۸۸۹ء۔ دبدبہ سکندری رام پور
- روداد اجلاس دوازدہم ندوۃ العلماء ۱۹۱۰ء
- رپورٹ سالانہ انجمن ترقی اردو ۱۹۰۳ء، مطبع شمسی حیدرآباد
- روئداد جلسہ دستار بندی مدرسہ فیض عام مع کیفیت ندوۃ العلماء، ۱۸۹۴ء

- سپاس نامہ بنام نواب غلام احمد کلامی، میسور ۱۹۴۲ء
- سپاس نامہ کا جواب، نواب غلام احمد کلامی، میسور
- شبلی اور جہان شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۵ء
- شبلی خود نوشتوں میں۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۹ء
- شبلی سخنوروں کی نظر میں، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء
- شبلی کے نام اہل علم کے خطوط۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء
- شعر العجم (اول تا پنجم)۔علامہ شبلی نعمانی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۸ء
- عظمت رفتہ۔ضیاء الدین احمد برنی، ادارہ علم وفن کراچی، ۲۰۰۰ء
- علمی نقوش، پروفیسر غلام مصطفیٰ خاں، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۱۹۸۲ء
- فتوح الشام منظوم اردو ترجمہ، مولوی سید عبدالرزاق کلامی، منشی نول کشور لکھنو ۱۸۹۵ء
- فہرست مخطوطات اردو۔مولانا امتیاز علی عرشی، رام پور ۱۹۶۷ء
- قد اور سائے۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۹ء
- کتابیات شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۳ء
- کلام شبلی کے اعلام و اشخاص۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء
- کلیات شبلی اردو۔مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء
- کلیات شبلی فارسی۔مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۰۷ء
- کم ٹو موت، خواجہ حسن نظامی، کارکن خواجہ ڈپو دکن، دسمبر ۱۹۲۰ء
- متعلقات شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، طبع دوم ۲۰۱۱ء
- محمڈن ایجوکیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس۔علی گڑھ
- مراسلات شبلی، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء
- مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں علامہ شبلی کا حصہ۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دار المصنّفین

اعظم گڑھ۔۲۰۲۱ء
مشیر نسواں۔صغرا بیگم،محبوب المطابع دہلی،طبع سوم۔۱۹۳۱ء

- مقالات شبلی جلد ہشتم۔مولانا سید سلیمان ندوی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
- مکاتیب امیر مینائی،مولوی احسن اللہ خاں ثاقب،مطبوعہ مطبعہ ادبیہ لکھنو۱۹۲۴ء
- مکاتیب شبلی (اول ودوم)۔سید سلیمان ندوی۔دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۰ء
- مکتوبات شبلی،ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۲۱ء
- مولانا شبلی کے تاریخی مضامین۔منشی عبدالرحمٰن شوق امرتسری،کشمیری بازار لاہور
- میخانہ۔،عطر کپور اینڈ سنز پبلشرز،لاہور،۱۹۲۶ء
- نقش ونظر،پروفیسر مظفر علی شہ میری،معراج پبلی کیشن ترو پتی آندھراپردیش ۱۹۹۸
- نقوش شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۲۰ء
- نوادرات شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۷ء
- ہندوستانی دواخانہ کی فہرست ادویات،پبلک پرنٹنگ ورکس دہلی،۱۹۱۱ء
- یگانہ روزگار مولانا عبدالسلام ندوی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۴ء

## رسائل

- اردو۔انجمن ترقی اردو،جنوری۱۹۲۲تا اکتوبر۱۹۲۷ء
- اردو دنیا دہلی،ماہنامہ:اکتوبر۲۰۱۹ء
- ماہنامہ افسر۔حیدرآباد،مارچ۱۹۰۱ء
- البلاغ کراچی،ماہنامہ:مارچ ۱۹۷۰ء
- الموسیٰ حیدرآباد،ماہنامہ:ج ا ش ا-۲

- الندوہ لکھنو، ماہنامہ جولائی ۱۹۰۴ء، اپریل ۱۹۱۰ء
- روزنامہ انقلاب لاہور۔ ۱۵فروری ۱۹۴۵ء
- ماہنامہ اولڈ نوائے علی گڑھ، فروری ۱۹۱۳ء
- ماہنامہ پنجاب ریویو لاہور۔ مئی جون ۱۹۱۱ء
- پیسہ اخبار لاہور: مارچ ۱۹۰۶ء، ستمبر ۱۹۰۶ء، اکتوبر ۱۹۰۶ء، ۱۷رفروری ۱۹۱۰ء، ۲۵رفروری ۱۹۱۰ء، ۱۱راپریل ۱۹۱۴ء
- ماہنامہ تمدن دہلی، اپریل ۱۹۱۳ء
- دکن ریویو حیدرآباد، ماہنامہ: فروری ۱۹۰۷ء
- صحیفہ لاہور، اکتوبر ۱۹۷۱ء
- ماہنامہ عصر جدید میرٹھ، فروری ۱۹۰۴ء
- سرمور گزٹ، ناہن، اخبار۔ ۱۸۹۳ء
- علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ: ۱۵راکتوبر ۱۸۸۱ء، ۱۰رمارچ ۱۸۹۳ء
- ماہنامہ کانفرنس گزٹ، علی گڑھ۔ اکتوبر ۲۰۱۱ء
- محمڈن نیشنل میگزین سیال کوٹ ہفت روزہ: ۹۳-۱۸۹۲ء
- معارف اعظم گڑھ، ماہنامہ: اکتوبر ۱۹۳۴ء، نومبر ۱۹۵۹ء، فروری ۱۹۸۰ء، اپریل ۲۰۱۹ء، اگست ۲۰۱۹ء، اکتوبر ۲۰۱۹ء، جنوری ۲۰۲۰ء، جنوری ۲۰۲۱ء، نومبر ۲۰۲۱ء
- ششماہی مجلّہ نقطہ نظر اسلام آباد (۳۹) ۲۰۲۲ء
- نظام المشائخ دہلی، ماہنامہ: جنوری ۱۹۱۰ء، ستمبر ۱۹۱۱ء، جولائی ۱۹۱۳ء، رمضان ۱۳۲۹ھ
- وکیل امرتسر، ۱۷راکتوبر ۱۹۰۷ء، ۲۷راکتوبر ۱۹۰۷ء
- ہمدرد دہلی، ۳رمارچ ۱۹۱۴ء

ooo

اشاریہ

# افادات شبلی

مرتبہ

مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی

ملنے کا پتہ

ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

# اشخاص

(غ)

ооо

## کتب ورسائل

## مقامات

○○ ○○

# مصنف: ایک نظر میں

مرتبہ: شائستہ ریاض فلاحی


نام : ڈاکٹر محمد الیاس اعظمی

ولدیت : حاجی عبدالرزاق مرحوم۔ بانی مدرسہ اسلامیہ انور گنج

پیدائش : ۲۳؍ستمبر ۱۹۶۶ء، بروز جمعہ، صبح ۳۰-۸ بجے

پتہ : موضع مہراج پور، انور گنج، ضلع اعظم گڑھ، ۲۷۶۰۰۱ (یو پی)

رہائش : شائستہ منزل، ۶۴۱، پورہ غلامی عقب آواس وکاس شہر اعظم گڑھ ۲۷۶۰۰۱

تعلیم : ایم اے۔ اردو۔ آگرہ یونیورسٹی آگرہ

پی ایچ ڈی، اردو۔ پوروانچل یونیورسٹی، جون پور

مشغلہ : پرنسپل: پری ہائر سکنڈری اسکول، اعظم گڑھ

رابطہ : +919838573645

ای میل : azmi408@gmail.com


## تصنیفات، تالیفات، کتابیات اور تراجم

۱۔ اسہل التجوید۔ (فن تجوید) طبع اول: مکتبہ نعیمیہ مئو، ۱۹۸۶ء

طبع دوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۰۴ء۔ طبع سوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۷ء

۲۔ علم الترتیل۔ (فن قرات) دانش بک ڈپو ٹانڈہ، ۱۹۹۶ء

۳۔ تذکرۃ القراء (تذکرہ) دانش بک ڈپو ٹانڈہ۔ ۱۹۹۶ء طبع دوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء

۴۔ اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر (تدوین) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء

۵۔ علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ۔ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ، ۲۰۰۱ء

طبع دوم: ادبی دائرہ، اعظم گڑھ۔ جون ۲۰۱۴ء

۶۔ دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات (تحقیق) خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ،۲۰۰۲ء

۷۔ اشاریہ ماہنامہ الرشاد۔ندوۃ التالیف والترجمہ جامعۃ الرشاد اعظم گڑھ،۲۰۰۴ء

۸۔ موازنہ انیس ودبیر، علامہ شبلی (تدوین) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۰۴ء

۹۔ شعور فن۔بہ اشتراک ڈاکٹر فخر الاسلام اعظمی۔شبلی نیشنل کالج اعظم گڑھ،۲۰۰۴ء

۱۰۔ عظمت کے نشاں۔(شخصیات) ادب کدہ، مہراج پور اعظم گڑھ،۲۰۰۵ء

انعام یافتہ: اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو۔۲۰۰۵ء

طبع دوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۰ء

۱۱۔ ساحلوں کے شہر میں (سفرنامہ) طبع اول: ادب کدہ، مہراج پور اعظم گڑھ،۲۰۰۶ء

طبع دوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۹ء

۱۲۔ شاہ معین الدین احمد ندوی حیات وخدمات (سوانح) ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۰۷ء

۱۳۔ متعلقات شبلی۔(شبلیات) ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء

انعام یافتہ: اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو۔۲۰۰۸ء

طبع دوم: ادبی دائرہ اعظم گڑھ، فروری ۲۰۱۱ء

۱۴۔ کاروان رفتگاں، مولانا مجیب اللہ ندوی۔ندوۃ التالیف والترجمہ اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء

۱۵۔ رحمت عالم ہندی (ترجمہ) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۰۹ء

طبع دوم: دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۱۶۔ نیو ربی اے ہندو۔اردو (ترجمہ) اسلامک بک فاؤنڈیشن، دہلی،۲۰۱۰ء

۱۷۔ مطالعات ومشاہدات۔(شخصیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۰ء

۱۸۔ کتابیات شبلی۔(کتابیات) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۱۱ء

۱۹۔ تاریخ اعظم گڑھ۔شاہ افضال اللہ (تدوین) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۱ء

۲۰۔ شبلی سخنوروں کی نظر میں۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء

انعام یافتہ: اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو۔۲۰۱۲ء

۲۱۔ مکتوبات شبلی۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء

طبع دوم: اضافہ شدہ ایڈیشن، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۲۱ء

۲۲۔ کتابیں حصہ اول۔(تبصرے) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء

۲۳۔ کتابیں حصہ دوم۔(تبصرے) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۲۴۔ آثارِ شبلی۔(شبلیات) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۲۵۔ علامہ شبلی کے نام اہل علم کے خطوط۔(شبلیات) ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

طبع دوم: مکتبہ جمال لاہور،۲۰۱۳ء

۲۶۔ یگانہ روزگار مولانا عبدالسلام ندوی۔(سوانح) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۲۷۔ عکس واثر۔(تحقیق وتنقید) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۲۸۔ شبلی شناسی کے سو سال۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

انعام یافتہ: بہار اردو اکادمی پٹنہ کا اول انعام۔سند نمبر ۲۰۱۴ء/۰۱۰

انعام یافتہ: اترپردیش اردو اکادمی لکھنو انعام۔۲۰۱۴ء

۲۹۔ کتابیات مجیب۔(کتابیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

۳۰۔ شذراتِ شبلی۔(شبلیات) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

۳۱۔ قرائے عظام اوران کی علمی ودینی خدمات (تذکرہ) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

۳۲۔ اسفارِ مجیب۔مولانا مجیب اللہ ندوی ریسرچ انسٹی ٹیوٹ اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

۳۳۔ اقبال اور دبستانِ شبلی۔(تحقیق وتنقید) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۵ء

۳۴۔ متاعِ رفتگاں۔شاہ معین الدین احمد ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۵ء

۳۵۔ شبلی اور جہانِ شبلی۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۵ء

۳۶۔ مراسلاتِ شبلی۔(شبلیات) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ،۲۰۱۶ء

۳۷۔ کلیاتِ نشور واحدی حصہ غزلیات (ترتیب) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۶ء

۳۸۔ محبت نامے۔(خطوط بنام ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۷ء

۳۹۔ نوادراتِ شبلی۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ،۲۰۱۷ء

انعام یافتہ: جان گل کرسٹ ایوارڈ۔مغربی بنگال اردو اکادمی کولکاتا۔

۴۰۔ شبلی: خود نوشتوں میں۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۱۸ء

۴۱۔ قد اور سائے۔(تحقیق وتنقید) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۱۹ء

۴۲۔ علامہ شبلی کی تعزیتی تحریریں (شبلیات) دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۱۹ء

۴۳۔ نقوش شبلی (شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ ۲۰۲۰ء، طبع دوم: قلم فاؤنڈیشن، لاہور ۲۰۲۱ء

۴۴۔ کلام شبلی کے اعلام واشخاص۔(شبلیات) ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء

۴۵۔ بیان شبلی جلد اول (شبلیات) ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء

۴۶۔ تصانیف شبلی کے تراجم۔ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۲۱ء

۴۷۔ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں علامہ شبلی کا حصہ، دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۲۱ء

۴۸۔ خطبات شبلی نو دریافت۔دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، ۲۰۲۱ء

۴۹۔ علامہ شبلی کے فارسی خطوط ایک مطالعہ۔ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۲۲ء

## رکن مجلس ادارت ومشاورت

۱۔شبلی نیشنل پی جی کالج میگزین۔اعظم گڑھ ۲۔ماہنامہ الرشاد۔اعظم گڑھ

۳۔ماہنامہ آموزگار۔جل گاؤں ۴۔سہ ماہی مجلّہ فکر ونظر۔اسلام آباد

۵۔سہ ماہی مجلّہ جہات الاسلام۔لاہور ۶۔ادبی گزٹ۔مئو

۷۔سہ ماہی تخلیق وتحقیق۔مئو ۸۔سہ ماہی رشد وہدایت۔مبارک پور

## اعزاز ، انعام ، ایوارڈ

۱۔رفیق اعزازی : دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ، ۲۰۰۹ء

۲۔افتخار شبلی ایوارڈ: شبلی انٹرنیشنل ایجوکیشنل ٹرسٹ، حیدرآباد، ۲۰۱۶ء

۳۔امتیاز شبلی ایوارڈ: شعبہ اردو شبلی نیشنل پی جی کالج، اعظم گڑھ، ۲۰۱۷ء

۴۔جان گل کرسٹ ایوارڈ ۲۰۱۷ء: مغربی بنگال اردو، اکادمی، کولکاتا

۵۔مسعود حسن رضوی انعام برائے تحقیق ۲۰۱۸ء: اتر پردیش اردو اکادمی، لکھنو

۶۔سند توصیف : بزم حفیظ جون پوری شیراز ہند جون پور، ۲۰۱۹ء

---

# EFADAT-E-SHIBLI

by

Dr. Mohammad Ilyas Azmi

## خورشید کامگار ہیں الیاس اعظمی

ضیا فاروقی، بھوپال

پر لطف و پروقار ہیں الیاس اعظمی
اردو کے جاں نثار ہیں الیاس اعظمی

لکھا ہوا ہے ان کا ہر اک لفظ مستند
لفظوں کا اعتبار ہیں الیاس اعظمی

روشن ہے آسمان ادب ان کی ذات سے
خورشید کامگار ہیں الیاس اعظمی

شبلی پہ ان کا لکھا ہوا سب ہے معتبر
شبلی کے جانکار ہیں الیاس اعظمی

میدان شبلیات میں ہے ان کا رخش فکر
پیدل ہیں ہم سوار ہیں الیاس اعظمی

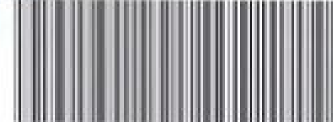
دارالمصنفین کی رونق ہیں آنجناب
اس باغ کی بہار ہیں الیاس اعظمی

تشنہ لبان علم و ادب کہ نگاہ میں
صحرا میں آبشار ہیں الیاس اعظمی

لکھے قصیدہ ان کا ضیا کی بساط کیا
اپنے میں بیشمار ہیں الیاس اعظمی


EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA

ISBN 978-93-93785-51-0


978-93-93785-51-0
www.ephbooks.com